بالعموم اور ترکوں کے لئے بالخصوص یہ ایک نہایت اہم اور ضروری مسئلہ ہے[۱]،

ترکمانی :- یہ لوگ ترکوں کے ہم نسل اور ہم زبان ہیں۔ ترکمانی، خلافت بغداد کے آخری دور میں بحر خزر کے سواحل پر ایشیائے کوچک کے میدانوں میں آ بسے تھے۔ ان لوگوں نے ہمیشہ اپنی تنظیم اردونی یا لشکری کو برقرار رکھا ہے یعنی قبیلے ایک فوجی ادارہ کی اطاعت کرتے ہیں۔ ان میں کے بعض قبائل ایک جگہ مقیم ہو گئے ہیں اور بعض نے جنکو یروق، کوچ کرنے والے' کہتے ہیں' اپنی خانہ بدوش زندگی کو برقرار رکھا ہے۔ ترکمانیان جاس زیادہ ترطرسوس کے علاقہ میں رہتے ہیں اور اپنے مال و اسباب کی حفاظت کرنے کے لئے ہمیشہ اپنے آوارہ گرد بھائیوں سے لڑتے رہتے ہیں ــــ

وکٹر لانگ لوئی نے جو اعداد و شمار بر سر موقع فراہم کئے ہیں[۲] ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ تیس ہزار باشندے ہیں، جن کے پاس تین لاکھ چالیس ہزار بیل اور تین ہزار سات سو بیس اونٹ ہیں۔ یروق، جنکی تعداد کا شمار تین لاکھ کیا گیا ہے' ولایت ہائے عدانہ' ایدین' خداوند غیار' حلب اور دمشق میں پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ مسلمہ دزد ہیں۔ ان کو کوئی دوسرا ذریعۂ حیات معلوم نہیں ہے۔ "بندوق نہیں تو روٹی بھی نہیں" ان کا نہایت عزیز مقولہ ہے۔

یونانی اور لاطینی گروہ

یونانی :- یونانی لوگ بحر اسود اور مارمورا کے تمام ساحلی علاقے پر آباد ہیں۔ قرامانیہ کے

---

[۱]- اس وبا نے جو مہلک اثرات پھیلائے ہیں وہ ناقابل یقین ہیں۔ یہ اس قدر سرعت کے ساتھ پھیل رہی ہے کہ گویا لوگ اس کے سامنے بالکل بے بس ہیں۔ ولایت ہائے اناطولی پر یکے بعد دیگرے اس کا اثر ہو چکا ہے۔ ڈاکٹر عبداللہ جودت بے نے اکتوبر ۱۹۱۳ء میں "آفتاب کرد" نامی ریویو کی پہلی اشاعت میں، جو "انجمن نوجوان کرد" "ہیری" (امید) کے زیر حمایت نکل رہا ہے۔ ایک خط شائع کیا تھا۔ جس میں یہ بیان کیا تھا کہ "اس سال (۴۰۰) نوجوانوں میں سے جنھوں نے اپنے کو ولایت اورنہ کے ایک مقام پر فوج میں بھرتی ہونے کے لئے پیش کیا، صرف (۱۲) ایسے تھے جن کو کوئی بیماری نہیں تھی۔

[۲]- دکٹر لانگ لوئی :- "سائنٹفک رکس پلوریشن آف سیلیشیہ ۵۲-۵۳ء ۱۸۶۱ء"

علاوہ ساحل سے چند لیگ کے فاصلے پر یہ لوگ غائب ہو جاتے ہیں اور پھر بڑے بڑے شہروں میں ان کا پتا چلتا ہے۔ جزائر بلا شرکت غیرے یونانیوں کے ہیں"۔

ڈیومانٹ[1] نے یونانیوں کی تعداد دو ملین بتائی ہے اور یونانی اعداد و شمار میں صرف ترکی میں چار ملین یونانیوں کا ہونا ظاہر کیا گیا ہے۔ یہ سب لوگ مشرقی کلیسا کے عقائد رفض پر پابند ہیں اور تقریباً ڈیڑھ لاکھ ایسے ہیں، جن کے آبا و اجداد نے مسلمانوں کی فتح کے بعد اسلام قبول کر لیا تھا۔ یونانی کلیسا، جس کو ۸۳۷ء میں بطریق فوطیوس نے مغربی کلیسا سے علحدہ کر دیا تھا اور جس کو اس واقعے کے دو صدی بعد میکائل کیرولیر نے ہمیشہ کے لیے ایک جداگانہ کلیسا بنا دیا تھا، ان تمام لوگوں پر (بہ استثنائے ملکیین) جو یونانی الاصل ہیں؛ نیز سربی، کوزوویلاشس، کچھ البانیوں اور معتقدین قدیم کے فرقے پر مشتمل ہے۔ خاص خاص اصولی اختلافات یہ ہیں کہ مشرقی کلیسا مذہب رسول (apostle's creed) میں "اور بیٹا" کے الفاظ کو شریک نہیں کرتا نیز عیسائیت پر پوپ کی فوقیت سے انکاری ہے"۔

یہ بتایا جا چکا ہے کہ محمد ثانی نے قسطنطنیہ کو فتح کرنے کے بعد مفتوحین کو اپنے اپنے رسم و رواج، قوانین اور مذاہب کی پابندی کی اجازت دے دی تھی اور تمام سلطنت میں اس فرقے یا یونانی "قوم" کے سول چیف کی حیثیت سے بطریق مقرر کر دیئے تھے۔ ۱۸۶۰ء میں ترکی کے عیسائیوں کی حالت کا اندازہ لگانے کے لیے دفتر خارجہ نے جن تحقیقات کا حکم دیا تھا اس سے یونانی پادریوں کا ان لوگوں پر جو ان کے حلقۂ اثر میں تھے خطرناک ظلم و ستم اور استحصالات بالجبر کا اظہار ہوتا ہے۔ ذیل میں ایک اقتباس درج کیا جاتا ہے، جو برطانوی قونصلوں کی مرتبہ رپورٹوں سے کہیں کہیں سے اخذ کیا گیا ہے:-

"مسٹر کالورٹ، قونصل سالونیکا کا مراسلہ مورخہ ۲۰ جولائی:-

"یونانی کلیسا کے عیسائی معتقدین یعنی روحانی سرداروں اور پرائیٹس اپنے تنگ حلقوں میں

---

[1] ڈیومانٹ:- "دی بلقانس اینڈ دی۔ ایڈریاٹک"۔

اس سے زیادہ ظالم اور غارتگر ہیں جتنا کہ ترک اپنے وسیع حلقوں میں یا ہیں۔ اسقف اور میٹرا پولیٹنس اپنے معتقدین کے مقابلے میں مظالم اور فریب کاریوں کے مجرم ہیں۔ اگر انھیں جرائم کا ترک ارتکاب کرتے تو عیسائیوں کے تمام شرکا و معاونین چیخ پکار مچا دیتے۔ کچھ دن ہوئے کہ اسقف نے روپیہ کی ضرورت ہونے کی وجہ سے اپنے حلقۂ اثر کے چالیس خاندانوں سے ایک ہزار پیاسٹر کے ٹیکس کا مطالبہ کیا تھا۔ وہ باقاعدہ ٹیکس اس کے علاوہ ہیں جو نہایت شدید ذرائع سے کام لے کر عائد کیے جاتے ہیں تاکہ پیروانِ مذہب کو جتنا کہ واجب الادا ہے اس سے زیادہ ادا کرنے پر مجبور کیا جائے اور پادری اس زائد آمدنی کو ہضم کر جائیں''۔

"مسٹر کیتھ کارٹ، قونصل برائی وینیزہ کا مراسلہ مورخہ ۲۰ جولائی:۔

"عیسائیوں کے اسقفوں اور پادریوں کے، جن کے غیر محدود اقتدار کو باب عالی نے تسلیم کر لیا ہے، مظالم اور استحصالات بالجبر سے عیسائیوں میں بہت زیادہ بے چینی پھیل جاتی ہے۔ یہاں بھی اسی طرح جیسا کہ ترکی میں ہر جگہ ہوتا ہے، عیسائی اپنے پادریوں سے تمام قسم کی ناانصافیوں، جبر اور استحصالات کو منسوب کرتے ہیں۔ کم مرتبہ پادری، جو نہایت ہی مفلس ہیں، محنت مزدوری کرنے، زمین کھودنے اور کاشتکاروں کے ساتھ دوسرے قسم کے کام کرنے پر مجبور رہیں۔ یہ لوگ عام طور پر جاہل ہیں۔ اس کے برخلاف اعلیٰ مرتبہ رکھنے والے پادریوں کے پاس بے شمار دولت ہے اور وہ اپنی دولت اور اقتدار کو بڑھانے کے لیے تمام قسم کی سازشیں کرتے رہتے ہیں''۔

ایک یونانی رسالہ میں، جو اسی سال قسطنطنیہ میں شائع ہوا تھا، یونانی پادریوں کی حسب ذیل تصویر اتاری گئی تھی:۔ "یہ فناری بطریق اور اس کے شاگرد پیشہ فناری اسقف ہمارے مقدس مذہب کو تذلیل کر رہے ہیں۔ ہماری آبادی کو روحانی ضروریات کے لیے ان لوگوں کے ہاتھوں نہ صرف کوئی مشفقانہ پریشانی ہی اٹھانی پڑتی ہے بلکہ بہت سی تکلیفیں بھی برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ یہ لوگ اپنی مذہبی تلقینات کو سپاہیانہ تعلیم سے بدل دیتے ہیں۔ اسقف کے عہدوں کو اپنی جائدادیں تصور کر کے بطریق اور سنوڈ ان لوگوں کو اسقف منتخب کرتے ہیں، جو ان کو سب سے زیادہ رقم ادا کر سکتے ہیں۔ اور پھر یہ لوگ اپنے اقتدار کے لیے ایک کثیر قیمت ادا کر چکنے کے بعد، اس کو اپنے پادریوں اور پیرووں

وصول کرتے ہیں روپیہ کے خاطر وہ عشائے ربانی کو تقسیم کرتے ہیں روپے کے لئے وہ جائز شادیوں کو منسوخ کر دیتے ہیں اور ناجائز شادیوں کی توثیق کر دیتے ہیں روپے کی خاطر وہ بے گناہ پادریوں کو ملعون ٹھیراتے اور سزائیں دیتے ہیں اور مجرموں کو جرائم سے پاک کر دیتے ہیں۔ یہ لوگ اشیائے مقدس کے بایع اور مشتری ہیں۔ ان کو اپنے گلّوں کی کوئی پروا نہیں ہے اور وہ اون کے ساتھ اپنی بھیڑوں کی کھال تک کھینچ لیتے ہیں ...... یہ لوگ جاہل ہیں اور عصیاں کار اور ان کا تمام تر طرزِ عمل بدنام کن ہے۔ کسی یونانی اسقف کو ان تمام جائز اور واجبی شکایتوں کے باوجود بطریق کے سامنے اس کا گلہ پیش کرتا ہے، کبھی سزا نہیں دی جاتی۔ زیادہ سے زیادہ یہ کیا جاتا ہے کہ اس کی جگہ کسی ایسے ہی دوسرے شخص کا تقرر کر دیا جاتا ہے اور اکثر اس شخص کو کسی دوسرے وسیع تر اور زیادہ نفع بخش مذہبی حلقے پر بھیجدیا جاتا ہے"۔

اس رسالے میں، جس میں فناری پادریوں کے خلاف الزامات قائم کئے گئے ہیں جن بے شمار استحصالات بالجبر کا تذکرہ کیا گیا ہے، ان میں سے اور برطانوی قونصلوں کی رپورٹوں میں سے ہم صرف یہ اقتباس درج کرتے ہیں۔ "ہر نئے گرجا کی رسم تقدیس کے وقت اسقف لوحِ مقدس کے نصب کرنے کے لئے ایک ٹیکس کا مطالبہ کرتا ہے۔ اس زیادہ ستانی سے، اس کے اعداد کی زیادتی کی بنا پر گرجاؤں کی تعمیر میں ایک حد پیدا ہو جاتی ہے، جو گرجاؤں کی تعمیر کے لئے کم سے کم اسی قدر مانع ہے جتنا کہ مسلمانوں کا تعصب زیادہ سے زیادہ مانع ہوا کرتا ہے۔ ولادت، شادی، اور موت کے رجسٹر رکھکر پادری تعلقات اور قرابتوں کے متعلق خیال آرائیاں کرتے ہیں اور شادیوں میں طرح طرح کے ممنوعات وضع کرتے ہیں، جو روپے کے زور پر ہٹادئے جاتے ہیں۔ شادی کی معینہ فیس (۱۲) پیاسٹر ہے۔ لیکن شادی کرنے والوں کی دولت اور ذوق و شوق کے مطابق اس کو (۵۰۰) تک بڑھا دیا جاتا ہے۔ ایک مرتبہ شادی ہو جانے کے بعد، اسقف اس رشتے کو منقطع کرنے کے طریقے تلاش کر لیتا ہے اور اس کی توثیق و تصدیق مزید کے لئے مزید روپے کی ضرورت ہوتی ہے۔ دولت طلاق کی صورتوں کا تصفیہ کرتی ہے۔ موت بھی اتنی ہی قیمتی ہے جتنی کہ شادی۔ "نجات ارواح" کے نام سے اسقف (۱۰۰) سے (۲۰۰۰) پیاسٹر تک فیس

وصول کرتا ہے، اور لاش اس وقت تک مکان سے باہر نہیں جا سکتی جب تک کہ یہ رقم ادا نہ ہو جائے۔ لیکن روحوں کی نجات کے لئے جو دعائیں کی جاتی ہیں وہ صرف تین سال تک خدا کے نزدیک قابلِ لحاظ ہوا کرتی ہیں۔ اس مدت کے منقضی ہونے سے پہلے متوفی کے خاندان کو ایک نہایت ہی گراں رسم ادا کرنی پڑتی ہے۔ قبر جو صرف ایک پتھر سے ڈھکی ہوتی ہے، اس وقت کھولی جاتی ہے اور ہڈیوں کو جمع کر کے شراب سے دھویا جاتا ہے۔ کھوپڑی پر اگر مرد ہو تو ایک ترکی ٹوپی اور اگر عورت ہو تو ایک شال رکھ دیا جاتا ہے۔ از سرِ نو دعائیں مانگی جاتی ہیں اور ایک آخری زبردست محصول (۵۰۰) سے (۳۰۰۰) پیاسٹر تک ادا کیا جاتا ہے۔"

تیس سال کا زمانہ ہوتا ہے کہ بعض نیک نیت لوگوں نے، جن میں مدبرینِ ریاست اور مجتہدینِ دینِ عیسوی نیز کیتھولک اور آرتھوڈاکس، سب کے سب شریک تھے کلیسائے روما کے ساتھ کلیسائے مشرق کے اتحاد کے متعلق رائے عامہ کو پیشتر ہی سے آمادہ کرنے کے لئے ایک تحریک کا آغاز کیا تھا۔ ان میں سے ایک شخص، مسٹر فلیمان، اتھینا کے میئر نے ۱۸۹۳ء میں اپنے اخبار "عیون" میں یہ تحریر کیا تھا کہ یونانیت کا مستقبل مشرق اور مغرب کے کلیساؤں کے اتحاد پر منحصر ہے۔ اسی سلسلے میں اس نے اس امر پر اظہارِ تاسف بھی کیا تھا کہ یہ اتحاد اب تک معرضِ وجود میں نہیں آیا ہے۔ کلیسائے یونان کے مقابلے میں محمد نے جس بے تعصبی کے ساتھ کام لیا تھا، اور بطریق کو انھوں نے جو جو رعایتیں عطا کی تھیں، ان کا سوائے اس کے اور کوئی مقصد نہیں تھا کہ مشرق کے عیسائیوں کو مغرب میں اپنے حامی اور معین تلاش کرنے سے باز رکھا جائے اور اس طرح یورپ میں حال حال میں قائم ہونے والے مسلم تسلط کو ایک حقیقی خطرے سے بچا لیا جائے۔ ۱۴۵۳ء سے قبل کلیسائے بازنطینہ کا کلیسائے روما کے ساتھ اتحاد ہو جانے سے قسطنطنیہ بچ جاتا۔ اگر اس کے بعد یہ اتحاد قائم ہوتا تو ترک دوبارہ ایشیا کی طرف مار کر ہٹا دئے جاتے۔ محمد الفاتح جانتا تھا کہ اگر اس نے یونانی پادریوں کے غرور وجذبات کی مدح سرائی نہیں کی اور بطریقِ قسطنطنیہ کو اس امر کی اجازت نہ دی کہ وہ ایک بادشاہ کی طرح بود و باش اختیار کرے اور حکومت اور یونانی عیسائیوں کے مابین اپنے کو ایک وسیلہ بنائے تو پھر یہ لوگ یقیناً مغرب کے کیتھولکس سے استعانت کریں گے اور

اس کی فتوحات کے لئے ایک دائمی خطرہ پیدا ہو جائے گا۔"

لیکن دونوں کلیساؤں کے اتحاد کی متعلقہ تحریک کے بانیوں کی تکلیف فرمائیوں کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ ان میں سے بعض ام نعمان، فرانسیسی قونصل متعینہ ادرنہ، جو نہایت ہی پکا ابینیت پسند تھا؛ ام فلیمان؛ اور آرپی منتوشیا، قسطنطنیہ کے خانقاہی نائبوں کے صوبہ داری وزیر، کی طرح مایوس ہو کر مر چکے ہیں۔ جو لوگ زندہ ہیں، انھوں نے متنفر ہو کر اور دونوں طرف کے حربوں سے عاجز آ کر اس جنگ سے ہاتھ اٹھالیا ہے۔"

سرکاری طور پر کلیسائے یونان کو آرتھوڈاکس چرچ کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا اور یہ چار بطریقیتوں پر مشتمل تھا۔ قسطنطنیہ؛ بیت المقدس؛ انطاکیہ؛ اور اسکندریہ قسطنطنیہ کا بطریق اس فرقے کا سول چیف ہے لیکن مذہبی طور پر اس کو دوسرے بطارقہ پر صرف ایک اعزازی فوقیت حاصل ہے، جن کا انتخاب ان کے اپنے اپنے سنوڈ کے ذریعے سے عمل میں آتا ہے اور قانوناً وہ خودمختار ہیں۔ قبرس اور کوہ سینا کے مطران بھی اسی طرح ان کے پادریوں (suffragans) کے ذریعے سے منتخب کئے جاتے ہیں اور اول الذکر کو تمام بطریقی مراعات حاصل ہیں۔ بطریق قسطنطنیہ کا انتخاب تاحیات عمل میں آتا ہے اور اس کو یا تو صرف باب عالی اپنے عہدے سے علیحدہ کر سکتی ہے یا سنوڈ اور مجلس قومی کی شکایتوں پر اس کو علیحدہ کیا جاتا ہے۔ برات نصب (فرمان تقرر) میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سوائے تین صورتوں کے اس کو اپنی خدمت سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا یعنی یہ کہ یا تو وہ یونانی مذہب کے احکام کی خلاف ورزی کرے یا رعایا کو پریشان کرنے کے جرم میں وہ سزایاب ہو یا سلطان کے ساتھ اپنے تعلقات وفاداری کو منقطع کرلے۔ سنوڈ مقدس، آرتھوڈاکسی (مونبیت) کا ایک مقدس تربیت گاہ ہے، جو بارہ اسقفوں پر مشتمل ہے، جن کے منجملہ نصف کا ہر سال از سر نو تقرر عمل میں آتا ہے۔ یہ اصول مذہب کی حفاظت کرتا ہے اور مذہبی انتظامات کو برقرار رکھتا ہے۔ مجلس قومی انھیں چیزوں کی دنیوی حیثیت سے نگہداشت کرتی ہے جن چیزوں کی کہ سنوڈ مذہبی حیثیت سے حفاظت کرتا ہے۔"

اس فرقے کے متعلق تمام اہم مسائل پر مجلس عام غور کرتی ہے اور اسی کے ذریعے ان کے تصفئے کئے جاتے ہیں۔ مجلس عام حسب ذیل لوگوں پر مشتمل ہوتی ہے:۔

سنود اور مجلسِ قومی کے ارکین؛ بطریقیت کے خاص خاص عہدہ دار؛ شاہ سیماز؛ مجلس حکومت کے یونانی ممبر؛ اجرارئین کے نمایندے؛ بنک اور تجارت کے نمایندے؛ اور گرجاؤں کے نائب؛

بطریق اور اس کے حلقۂ اثر کے اسقف دونوں کو اپنے پادریوں سے اپیل کئے بغیر مساوی حقوق اختیارات حدود واضح حاصل ہیں۔ بطریق کو آرتھوڈاکس فرقے کے مقدمات وراثت کے علاوہ شادی اور طلاق کے متعلق تمام مقدمات؛ پادریوں اور دنیاداروں کے مابین مذہبی رسموں کے متعلق تمام مباحثوں؛ اور خانقاہوں سے متعلق تمام امور کے تصفیے کا حق حاصل ہے۔ ان مقدمات میں جو سزائیں دی جاتی ہیں وہ ضرورت کے وقت بزور اسلحہ نافذ کی جاتی ہیں اور حکومت ایسے موقعوں پر بطریق، اسقف اعظم، اور اسقف کے کچھ فوج حوالے کر دیتی ہے۔ اس کے علاوہ یونانی اسقف کو دوسرے غیر مسلم فرقوں کے سرداروں پر فوقیت بھی حاصل ہے اور وہ استحقاق کے طور پر مجلس انتظامی سے تعلق رکھتا ہے۔ جہاں وہ رہتا بھی ہے؛

۱۸۵۶ء میں امپیریل گورنمنٹ نے بطریق اور اسقفوں کے اختیارات کو محدود کر دیا اور یہ چاہا کہ ان کو صرف یہ اقتدار دیدیا جائے کہ وہ صرف ایسے پادریوں کو سزائیں دیں، جو یا تو اپنے فرائض منصبی میں کسی قسم کی بدعنوانی سے کام لیں یا کلیسا کے قوانین کی خلاف ورزی کریں۔ جانشینی؛ وصیت؛ اور نان نفقہ کے مسائل عدالت ہائے مذہبی کے زیر اثر قرار دیدیئے جائیں مگر فریقین ان کے خلاف سرکاری عدالتوں میں مرافعہ کرنے کے مجاز رہیں۔ براءت یا اسقفوں کے فرامین تقرر میں اس لحاظ سے ترمیم کی جاتی تھی اور اس ترمیم کے بعد وہ منقدونیہ کے بیسائی اور کستوری میٹروپولیٹس کے پاس بھیجدئے جاتے تھے جن کا ان گرجاؤں پر تازہ تقرر ہوتا تھا۔ اسی کے ساتھ ایک وزارتی گشتی میں مذکورہ بالا تدابیر کے نفاذ کی صورتوں کا تعین کر دیا گیا تھا۔ ایکومنیکل پیٹریارکیٹ نے اپنے حقوق پر جو یونانی کلیسا کو زمانۂ قدیم سے حاصل تھے، اس تازہ حملے کے خلاف احتجاج کیا۔ مورخہ ۱۲ جولائی ۱۸۸۳ء کی ایک یادداشت میں بطریق جوکیم ثالث (Joachim III) نے تحریر کیا؛

"آرتھوڈاکس کلیسا اور فرقے کے نمایندوں نے دولتِ علیہ کی سابقہ اجازت سے ایک قومی قانون مرتب کیا ہے اور اس اہم میثاق کے متعلق، جو ریاست اور کلیسا کے تعلقات کو مرتب

کرتا ہے، ۱۸۶۲ء میں شاہی منظوری بھی حاصل ہو چکی ہے۔ قانون اور بین القومی منظوریات کے لحاظ سے براتی احکام میں کوئی ترمیم و تنسیخ نہیں ہو سکتی"۔

اس نظریے کی تائید میں یونانی اخبارات نے بیشمار سیاسی دستاویزات کا حوالہ دیا تھا۔ رشید پاشا کے ۱۴ر جولائی ۱۸۵۳ء کی یادداشت کا بھی تذکرہ کیا گیا تھا، جو کاونٹ نیسل کا موسومہ تھا اور جس میں ڈینیوبی صوبوں پر روسیوں کے قبضے کے خلاف احتجاج کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ ۶ر مئی ۱۸۵۳ء کی عثمانی یادداشت کا بھی حوالہ دیا گیا تھا، جو انگریزی، آسٹرین، فرانسیسی اور روسی نمایندگان قسطنطنیہ کے نام ارسال کی گئی تھی اور اسی طرح سلطان عبدالمجید کے اعلان کا بھی تذکرہ کیا گیا تھا، جو ۲ر جولائی ۱۸۵۳ء کا مجریہ تھا اور شیخ الاسلام اور وزراء کے دستخطوں کے ساتھ تمام سلطنت میں گشت کرایا گیا تھا۔ اس کا مضمون حسب ذیل تھا:۔

"سلطان المعظم نے اپنے پرعظمت آباؤ اجداد کی تقلید کر کے ان لوگوں کے ساتھ جو رعایتیں ملحوظ رکھی ہیں، انھوں نے ان کے دلوں میں ایک مزید اطمینان پیدا کر دیا ہے۔ اس صورت سے کسی شخص کے دل میں یہ خیال بھی نہیں آ سکتا کہ اس قدر قدیم مراعات پر، جو شاہی اقتدار نے خود بخود عطا کئے ہیں، کسی قسم کا حملہ ہو سکتا ہے یا ان کو کسی طرح محدود کیا جا سکتا ہے۔ اس امر کے متعلق سلطان کی حکومت تمام دنیا کو اطمینان دلا سکتی ہے"۔

ان تمام دستاویزات کا جواب ایک نہایت ہی ہوشیاری سے مرتب کئے ہوئے نوٹ میں دیا گیا، جس میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ "جن حقوق کا مطالبہ بحیثیت حقوق قطعی کے کیا جا رہا ہے، وہ صرف ایک قسم کی رعایتیں تھیں، جو فاتح نے مغلوب قوم کو تالیف قلب کے طور پر عطا کی تھیں اور یہ کہ برات کا مطالبہ کرنا یا عطا کیا جانا صرف داخلی امور کے انتظامات سے متعلق ہوتا ہے اور اس حیثیت سے یہ بین الاقوامی میثاق کا مقصد و منشا نہیں بن سکتا۔ مختلف مواقع پر اب سے چار مرتبہ پہلے بطریق کے حقوق میں ترمیم کی جا چکی ہے اور اس کی طرف سے کوئی اعتراض نہیں اٹھایا گیا ہے"۔

بطریق اور باب عالی کے مابین تلخ گفت و شنید کے بعد اس امر پر اتفاق ہو گیا کہ ایک فرمان تقرر، اسی حیثیت کا جیسا کہ اس کے آباؤ اجداد کو عطا کیا جاتا تھا، بطریق کو عطا کر دیا جائے۔ ۶ر اپریل ۱۸۸۴ء کو یہ برات جو کیم ثالث کے حوالے کر دے گی لیکن

ایک وزارتی تذکرے ہیں، جو اس کے ساتھ بھیجا گیا تھا، اس کی تردید کردی گئی اور انھیں تو میمات کو نافذ کردیا گیا، جن کو یونانی کلیسا نے مسترد کردیا تھا۔

بطریق پر اس کے پیروؤں نے کمزوری اور نااہلیت کا الزام لگایا جس کی بنا پر وہ مستعفی ہوگیا اور مجلس قومی اور سنود نے برات کو وزارت معدلت کے پاس بھیجدیا۔ اس جھگڑے نے ایک سنگین صورت اختیار کرلی اور یوروپین ڈپلومیسی نے اس معاملے میں مداخلت کی۔ سنود اور مجلس قومی نے مستعفی ہوجانے کی دھمکی دی اس کا اثر یہ ہوتا کہ اسکرفنک یونانیوں کے تمام مذہبی انتظامات درہم برہم ہوجاتے اور یونانی صوبوں میں مشکلیں پیدا ہوجاتیں۔

باب عالی نے اب ان لوگوں کے مشورے کو منظور کرلیا جنھوں نے اس کو اس امر سے آگاہ کیا تھا کہ اصلاحات کی ایک ایسی خطرناک اسکیم پر اس کو اصرار نہیں کرنا چاہئے سنود مقدس اور مجلس قومی کے پاس ایک وزارء کا تذکرہ روانہ کیا گیا جس میں حسب ذیل عبارت تحریر تھی:۔

"دولت علیہ کی یہ خواہش ہے کہ وہ اس میں اور اس کی قوم میں یگانگت پیدا کردے۔ لہٰذا وہ تمام آزادیاں اور رعایتیں از سر نو عطا کی جاتی ہیں، جو اصلاحات کی وجہ سے معمولی طور پر متزلزل ہوگئی تھیں تاکہ وہی صورت حال پھر پیدا ہوجائے جو پہلے تھی۔ جن معاملات کا تعلق پادریوں، راہبوں اور مذہبی کارروائیوں سے ہے ان کے متعلق مجلس جس کو بطریق کے انتخاب کے لئے منعقد کیا جائے گا، سلطنت اور کلیسا کے اختیار کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی رائے کا اظہار کرے گی۔ اگر حالات موجودہ کو کسی قسم کا صدمہ پہنچا ہے اور قانون کسی طرح متاثر ہوا ہے تو اس کا ذمہ دار سابق بطریق جوکیم آفندی ہے۔"

درنجاز کے اسقف کو جوکیم رابع کے نام سے بطریق منتخب کیا گیا اور ایک شاہی صداقت نامہ اس کو عطا کیا گیا جیسی کہ اس کے پیش روؤں کو عطا کیا جاتا تھا۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ تمام قضیئے کا تصفیہ ہوگیا ہے لیکن حکومت عثمانیہ نے اپنی تجویزوں کو پورا کرنے کے لئے کوئی تدبیر اختیار نہیں کی اور کسی موقع پر بھی ان چیزوں کو ایک ایک کرکے واپس لینے سے نہ چوکی جو اس نے اٹھتی دے ڈالی تھیں۔ اسی

طرزِ عمل میں بطریق جوکیم رابع کے مستعفی ہو جانے اور اس کے جانشین ڈینیز خامس ۱۸۸۷ء کے انتخاب کے بعد اور بھی شدت پیدا ہو گئی، گویا ایسا ممکن تھا کہ نئے بطریق کو برات کے عطا کئے جانے میں کوئی دشواری نہ ہوتی۔ بہرحال ۱۸۹۰ء میں کلیسائے یونان کے حقوق کے مسئلے نے نہایت ہی سنگین صورت اختیار کر لی۔

جس زمانے میں کہ اگناٹیف روسی سفیر قسطنطنیہ بہ زمانہ ۱۸۷۲ء کی تحکمانہ درخواستوں نے سلطان عبدالعزیز کو بلغاری اگزارکیٹ کے متعلق فرمان جاری کرنے پر مجبور کیا تو اس وقت اس قانون میں یہ امر خاص طور پر واضح کر دیا گیا تھا کہ بلغاری اسقفوں کو صرف ان مقاموں پر مقرر کیا جائے گا جہاں $\frac{2}{3}$ آبادی بلغاریوں کی ہو۔ بلغاریوں کی بغاوت اور ترکی اور روس کی جنگ سے باب عالی کے دل میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ بلغاری پادری بھی اتنے ہی خطرناک ہیں جتنے کہ خود نہایت ہی کٹر باغی اور باغی گروہوں کے سردار۔ چنانچہ باب عالی نے صرف یہی نہیں کیا کہ اب تک جن اسقفوں کا تقرر نہیں ہوا تھا ان کو تقرر کے فرامین عطا کرنے سے انکار کر دیا بلکہ مقدونیہ کے بلغاری پادریوں کو بھی اپنے مرتبے سے گرا دیا۔ ایک بلغاری ریاست اور ایک خودمختار صوبے کے قیام اور پھر ان دونوں کے ایک ہی ریاست میں مدغم کرنے سے جو برائے نام باجگزار تھی اور حقیقت میں خودمختار بلغاری ایگزارک کے لئے ایک نہایت نازک صورتِ حال پیدا کر دی۔ یونانیوں نے اس سے یہ فائدہ اٹھایا کہ مقدونیہ کے تمام بلغاریوں کو فنار کے اختیارات حدود ارضی میں شامل کر دیا۔ عثمانی مقتدرین پر اکیومنکل پیٹریارکیٹ کا اتنا اثر تھا کہ یونانی جو چاہتے تھے کرتے تھے۔ بلغاری ایگزارک نے ۱۸۸۶ء میں اسقف تھیوفیل کو مقدونیہ اس غرض سے بھیجا کہ وہ بلغاریوں کی صورتِ حال کے متعلق تحقیقات کرے۔ اسی شخص کو دبری کے مقام پر یونانی اسقف انتھی مونز کے اشارے اور متصرف کے ایما سے قتل کر دیا گیا۔ اور ایگزارکیٹ کو اس کے متعلق کوئی اطمینان بخش جواب نہ مل سکا۔ ۱۸۹۰ء کے آغاز پر اسکوب کا بلغاری اسقف تھیوڈور جو وزیرِ اعظم کی باقاعدہ اجازت کے ساتھ اپنے حلقۂ اثر میں گیا تھا فنار کی سازشوں کے ذریعے سے نہایت ہی تشدد کے ساتھ نکال دیا گیا۔

اکیومنیکل پیٹریارکیٹ کو یہ یقین تھا کہ بلغاری ایگزارکیٹ بالکل بے بس ہو چکی ہے

خصوصاً اس موقع پر جب کہ بلغاریہ کے سرکاری کارکن متعینہ قسطنطنیہ نے حکومت صوفیہ کی طرف سے کامل کو ایک نوٹ حوالہ کیا جس میں کوبورگ کے بادشاہ کو تسلیم کر لینے اور بلغاری اسقفوں کی برات کے مسئلے کو مرتب کرنے کے متعلق مطالبہ کیا گیا تھا۔ (۱۶ جون ۱۸۹۰ء) ان دونوں مطالبات میں سے پہلا مطالبہ صرف اس لئے کیا گیا تھا کہ دوسرے کو کامیابی ہے۔ فنار کی بطریقیت کے احتجاجات کے باوجود جس نے یہ دلیل پیش کی تھی کہ مقدونیہ کے بلغاری اسقفوں کو برات کے عطا کئے جانے سے آرتھوڈاکس کلیسا کے حقوق کی خلاف ورزی ہوتی ہے اور روس کی طرف سے مخالفت ہونے پر بھی جو ام استامبولاف کے مطالبۂ برات کو اپنے مقابلے میں ایک قسم کا جرم تصور کرتا تھا، اسکوب، پیروپی اور آفرید ہ کے بلغاری اسقفوں کو ۲۶ جولائی کو برات عطا کر دئے گئے۔ حکومت عثمانیہ نے روس اور اتفاق ثلاثہ اور انگلستان کے مابین جن میں سے اول الذکر برات کا مخالف تھا اور انگلستان اور اتفاق ثلاثہ موافق دول کے دباؤ کو جن کو وہ سب سے زیادہ زبردست تصور کرتی تھی مان لیا۔ ایکومنکل پیٹریارکیٹ نے اس ضرب کو بہت کچھ محسوس کیا اور واقعہ یہ ہے کہ بصورت حالِ بالائی مقدونیہ میں یونانی اثر کی تباہی اور بلغاری عنصر کے تجاوز کے احترام کی حیثیت رکھتی تھی جس کو اب اسقفوں اور فناری مدرسوں کے ظلم و تشدد سے آزادی مل گئی تھی۔ لازمی طور پر سیاسی مبانی سے خواہ مخواہ پریشان ہو کر ان لوگوں نے اس مسئلے کو مذہبی معاملات میں شامل کرنے کی کوشش کی۔ اس بطریق نے ترکوں کی یونانی کلیسہ کی آزادیوں کو کم و بیش خفیہ طریقے پر منسوخ کر دینے کی کوششوں سے یہ فائدہ اٹھایا کہ ایسی مسلسل شکایتیں پیش کرنا شروع کر دیں جن میں بلغاری برات کا مسئلہ بظاہر ایک عام مسئلہ معلوم ہوتا تھا۔ فنار نے حسب ذیل چھ امور کے متعلق دعوے کئے تھے:۔
(۱) شادی اور طلاق (۲) وصیت نامے اور جائیدادیں (۳) مدارس (۴) پادریوں کا حلف (۵) پادریوں کے اختیارات حدود ارضی (۶) بلغاری اسقفوں کی برات۔

بطریق نے ترکی عدالتوں کے اس حق کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا کہ وہ شادی طلاق۔ نان نفقہ اور وصیت کے مقدمات میں مداخلت کریں۔ اس دعوے کے ثبوت میں یہ دلیل پیش کی جو درست تھی، شادی ایک قسم کا اصطباغ ہے اور اس لئے

ایک اسلامی عدالت اس چیز کو کھول نہیں سکتی جسے کلیسہ نے باندھ دیا ہے اور یہ کہ عیسائی اسلامی قواعد کی اس لئے پابندی نہیں کر سکتے کہ وہ قرآن پر مبنی ہیں ۔ مدارس کو چونکہ ارتھوڈاکس فرقہ قائم کرتا تھا اور ابھی ان کے اخراجات کا متحمل ہوتا تھا اس لئے بطریق نے پروفیسروں کے متعلق حق نامزدگی کا مطالبہ کیا جس میں حکومت کو صرف نگرانی رکھنے کا استحقاق حاصل تھا۔ چوتھے اور پانچویں معاملے کے متعلق بطریق کے دلایل کمزور تھے ۔ اس نے یہ بیان کیا تھا کہ پادریوں کا عدالت میں حلف اٹھانا کلیسہ کے اساسی قانون کے خلاف تھا ۔ یہ ثابت کرنے کے لئے کہ تمام سزا یافتہ پادریوں کو مذہبی مجلسوں میں بھیجا جانا چاہیئے کلیسہ کے تمام مسلمہ حقوق سے مدد دی اور اس پر زور دیا کہ اگر کسی سزا یافتہ پادری کا جبہ کلیسائی عدالت نے اس سے واپس نہیں لیا ہے تو ایسی صورت میں سرکاری عدالت اسکے خلاف کچھ نہیں کر سکتی ۔ چھٹے مسئلے کے متعلق بطریق کا یہ مطالبہ تھا کہ :-

(۱) یہ چونکہ کلیسۂ اعظم نے بلغاریوں کو برادری سے خارج کر دیا ہے، اس لئے ان پر نفاق کی ذمہ داری عاید ہوگی ۔ اور کلیسہ کا یہ فیصلہ ایسا ہے کہ جس کے خلاف صرف ایسی کلیسائی مجلس میں چارہ جوئی ہوسکتی ہے جس کی صدارت صدر اسقف کرے گا ۔ یہ مجلس یونانی رسم و رواج کے متعلقہ تمام کلیساؤں پر مشتمل ہوگی اور جو دنیاوی طاقت کے اختیارات حدود ارضی کے حلقے سے خارج ہوں ۔

(۲) یہ کہ بلغاری پادریوں کو اپنے لباس میں ترمیم کرنے پر مجبور کیا جانا چاہیئے تاکہ خارج از کلیسا ہونے کی حیثیت سے ان کو لوگ ارتھوڈاکس پادری نہ سمجھیں ۔

(۳) بائزنطینیوں میں مل جل کر ترک بھی اس قدر چیلہ جو بن گئے تھے جتنے کہ خود بائزنطینی تھے ۔ باب عالی اور فناریں یادداشتوں کے ایک نہایت ہی بامعنی مبادلے کا سلسلہ شروع ہوا جس میں ذومعنی اشاروں اور الفاظ کی لڑائی ایک مدت تک جاری رہی مگر جس کا کچھ نتیجہ نہ نکلا ۔ بطریق ڈینیز پاس سے جو بلغاری اسقفوں کو براءت عطا کئے جانے کے بعد کئی مرتبہ مستعفی ہونے کا ارادہ ظاہر کر چکا تھا مگر عثمانی حکومت نے اس منظور کرنے سے انکار کر دیا تھا اب اپنے عہدے سے استعفا پیش کر دیا اور اپنے دیہاتی مسکن میں گوشہ نشین ہوگیا ۔ سنود مقدس نے جس کا صدر

ہراقلیس کا اسقف اعظم امم جرمینوس تھا ایک گشتی جاری کی جو فی الحقیقت لڑائی کا اعلان تھا۔ اس میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ کلیسہ پر سختی کی جارہی ہے اور سنوڈ اور مجلس قومی کوئی ذمہ داری نہیں لے سکتی اور اس لئے وہ بطریقیت کو خالی چھوڑ کر اور تمام مذہبی رسموں کو روک کر علیحدہ ہو جانے پر مجبور ہیں۔ چنانچہ تمام گرجاؤں کے دروازے بند کرنے کا حکم دیدیا گیا اور صرف اصطباغ اور تقدیس آخر کی رسمیں جاری رہیں[1]۔

ان معاملات کو انتہا تک پہنچا دینے میں سنوڈ کو یہ توقع تھی کہ باب عالی اس امر سے خوف زدہ ہو کر کہ آرتھوڈاکس لوگوں میں تعصب مذہبی کے پھوٹ پڑنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ سلطنت کے تمام یونانی صوبے اٹھ کھڑے ہوں گے مفاہمت کرلے گی۔ لیکن سوائے اس کے کہ سمرنا میں ایک پرامن مظاہرہ کیا گیا اور بعض دوسرے مقامات پر اس مسئلے سے کسی قدر دلچسپی ظاہر کی گئی، تمام یونانی آبادی خاموش رہی۔ بعض میٹروپولیٹنس نے، جو ترکوں میں رسوخ حاصل کرنا چاہتے تھے، سنوڈ کے احکام کی خلاف ورزی کی اور اپنے گرجاؤں کو اس وقت تک بند نہیں کیا جب تک کہ ان کو تکفیر کی دھمکی نہیں دی گئی۔ اپنے پیرووں کی بے پروائی دیکھکر بطریق نے یہ سمجھ لیا کہ مدعی سست و گواہ چست والا مضمون ہے؛ لہٰذا اس نے یہ مناسب سمجھا کہ ترکوں سے شرائط طے کرلے۔ گفت و شنید، جس کا سلسلہ باب عالی اور فنار کے مابین کبھی منقطع نہیں ہوا تھا اور اس وقت بھی جاری تھی جب کہ صورت حال نہایت نازک ہو گئی تھی، اب ایک ایسی مفاہمت پر ختم ہو گئی، جس کو یونانیوں نے اپنی فتح سمجھ کر خوب خوشیاں منائیں، مگر جو دراصل ان کی شکست تھی۔

وزیر کے ایک خط نے، جو ۲۳ جنوری ۱۸۹۱ء کو تحریر کیا گیا تھا شادیوں،

---

[1] اسی قسم کی ایک نازک مذہبی صورت حال اس سے پہلے دو مرتبہ اسکز میٹک آرتھوڈاکس چرچ میں بھی واقع ہو چکی تھی۔ پہلی ۱۲۰۴ء میں قسطنطنیہ پر صلیبیوں کے قبضے کے بعد واقع ہوئی تھی جب کہ کلیسائے یونان کا مستقر نکی میں بدل دیا گیا تھا، جہاں وہ ۱۲۶۱ء تک قائم رہا۔ دوسری ۱۴۵۳ء میں قسطنطنیہ پر ترکوں کے قبضے کے بعد واقع ہوئی تھی جبکہ کلیسا کو دوبارہ قسطنطنیہ سے نکال دیا گیا تھا جو صرف اس وقت واپس ہوا جبکہ محمد ثانی نے پاپائی تخت پر جنیڈئس کو بٹھا دیا۔

طلاقوں، وراثتوں[1] اور مدارس کے معاملے میں بطریق کو مطمئن کر دیا۔ مگر پادریوں کی حلف اور اختیارات کے معاملے میں بطریق کو اتنی کامیابی نہیں ہوئی۔ جس پادری کو کسی دیوانی یا فوجداری معاملے میں حلف اٹھا لینے کے لئے طلب کیا جاتا تھا اسے مسلمہ مذہبی احکام کے مطابق قسطنطنیہ کی بطریقیت یا صوبہ جات کی میٹروپولیٹن میں مجبوراً حلف اٹھانا پڑتا تھا۔ جرائم کی حد تک پادری سرکاری عدالتوں کے جوابدار ہیں۔ معمولی قصوروں میں بطریق ان کو سزائیں دیتا ہے۔ جرائم کی صورت میں پادریوں کی مذہبی حیثیت باقی نہیں رہتی وہ عام مجالس میں بھیجدیئے جاتے ہیں۔ اگر کسی مقام پر جنگی قانون نافذ کیا جاتا ہے تو اس موقعے پر صرف کورٹ مارشل پادریوں کے معاملات کا فیصلہ کرتا ہے۔ بلغاری مراتبیں علی حالہ برقرار ہیں۔ یونانیوں کو اس معاملے میں جو کچھ رعایت حاصل ہوئی وہ یہ تھی کہ بلغاری اسقف کے قیصرولی کی اسقفیت پر قابض ہو جانے کو کچھ عرصے کے لئے ملتوی کر دیا گیا۔

بہر حال فناریٹین کے حقوق کے خلاف ترکوں کی جنگ یہیں ختم نہیں ہو گئی۔ حکومت نے یہ تہیہ کر لیا تھا کہ ان حقوق کو منسوخ کر دیا جائے تاکہ عیسائیوں کے یہ معاملات دیوانی تمام اختیارات خود انتظامی خود بخود فنا ہو جائیں۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے صرف وقت کا سوال باقی رہ گیا تھا اس لئے کہ باب عالی جبر سے کام لینا نہیں چاہتی تھی۔ ترکی کے قانون رجسٹریشن نے ۱۹۰۱ء میں ایک نیا جھگڑا پیدا کر دیا جو اکیومنیکل پیٹریارک کے موافق نہیں تھا اور جس کا یونانیوں کے لئے لازمی نتیجہ یہ تھا کہ سنود مقدس اور مجلس قومی بطریق قسطنطین خامس کو برطرف کر کے سابق بطریق جوخیم ثالث کو اس کی جگہ مقرر کر دے، جو ۱۸۸۴ء میں اپنی خدمت سے علیحدہ کر دیا گیا تھا۔

[1] ۔ وراثت کے مسئلے میں ایک نہایت ہی اہم قید لگائی گئی تھی۔ "اگر وارث دوسرے فرقوں سے تعلق رکھتے ہیں یا دوسری سلطنتوں کی رعایا ہیں؛ یا اگر وصیت نامہ قانونی وقف یا پبلک اراضی پر مشتمل ہے؛ یا اگر عثمانی رعایا میں سے کوئی شخص یا کوئی پردیسی شخصی جائیداد یا اصل اسٹیٹ کا دعویدار ہو تو ان تمام صورتوں میں سرکاری عدالتوں میں ایسے امور کا تصفیہ کیا جائے گا"۔

۱۹۱۰ء تک ترکی میں سرکاری رجسٹریشن کا طریقہ کم سے کم اس حیثیت سے نافذ نہیں تھا، جیسا کہ فرانس میں ہے۔ مسلمانوں میں اماموں اور عیسائیوں میں پادریوں کے پاس ولادت، شادی، اور موت کے رجسٹر رہا کرتے تھے۔ حکومت نے حکومت کے ماتحت رجسٹریشن کا ایک جدید سررشتہ قائم کرنا چاہا۔ کچھ مدت کی مہلت کے بعد یہ نیا قانون نافذ کیا جانے والا تھا اور یہ تصفیہ ہو گیا تھا کہ تاریخ نفاذ سے صرف سرکاری رجسٹریشن کو تسلیم کیا جائے گا۔ تمام عثمانی رعایا کا، عام اس سے کہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتی ہو، فرض تھا کہ تمام ولادتوں، شادیوں، اور اموات کی رجسٹری کرائے ورنہ قانون کا متخلص کیا ہوا جرمانہ ادا کرے۔ سنود مقدس نے اس قانون کے خلاف اس بنا پر احتجاج کیا کہ اس کے نزدیک یہ ان کے فرقے کے حقوق کی خلاف ورزی تھی اور اس نے بطریق سے مطالبہ کیا کہ وہ کلیسائے یونان کے حقوق کی حفاظت کے لئے ضروری تدابیر اختیار کرے۔ قسطنطین خامس کی کمزوری عیسائیوں کو اس امر کا موقع دے دیا کہ وہ اس پر الزامات عائد اور حکومت سے اس کے خلاف سازباز کریں۔ سنود مقدس اور مجلس قومی نے اس کو اپنے عہدے سے برطرف کر دیا۔ بطریق نے اس امر کے متعلق لڑنا چاہا مگر باب عالی اس کی مخالف ہو گئی اور ۱۲ر اپریل کو وزارت معدلت کے ناظم مذاہب، زیور بے نے قسطنطین خامس کو اطلاع دے دی کہ ایک شاہی فرمان میں اس کی برطرفی کے متعلق ہر دو مجالس کے فیصلے کو منظور کر لیا گیا ہے۔

جوکیم ثالث کے ۱۸۸۴ء میں زوال کے بعد سے فنار میں پانچ بطریق یکے بعد دیگرے مقرر کئے جا چکے تھے مگر ان کا انتظام کچھ اس طرح کا تھا کہ ہر روز سابق بطریق کو لوگ تاسف کے ساتھ یاد کیا کرتے تھے۔ جوخیم ثالث کے جانشینوں کی ونائت کی بنا پر اس نے لوگوں میں ہر دلعزیزی حاصل کر لی تھی اور اس کے جانشینوں کی نااہلی کے مقابلے میں اس کے ذاتی جوہروں کو عجیب و غریب تصور کیا جانے لگا تھا۔ اس کی بطریقیت کے زمانے میں لوگوں کو اس سے جو کچھ شکایتیں تھیں، وہ اب بھلا دی گئی تھیں، اور اس کی صرف وہ ناقابل تردید خدمات، جو اس نے اپنے کلیسا اور اپنی قوم کے لئے انجام دی تھیں لوگوں کو یاد تھیں۔ ۱۴ر جون کو جوخیم ثالث دوبارہ بطریق منتخب کیا گیا، اور اس کی ذات سے لوگوں کو جو جو امیدیں وابستہ تھیں، ان میں

کسی کو اس لئے مایوسی نہیں ہوئی کہ اس نے فناریئین کے حقوق کے لئے حکومت سے سخت لڑائی لڑی ؟

بطریقی مجلس دراصل اب ایک ہارا ہوا کھیل کھیل رہی تھی ۔ مشرق کی عیسائی آبادی کو یونانی اثر میں لانے کا وہ عظیم الشان کام جس کو اس نے عثمانی تسلط کی آڑ میں اس قدر تصمیم قلب کے ساتھ شروع کیا تھا اور جس کے متعلق اس کو یہ خیال تھا کہ گزشتہ صدی کے آغاز میں پورا ہو چکا ہے، عیسائیوں کے مختلف فرقوں کے قومی مطالبات کے روز افزوں طوفان میں ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا تھا ۔ فناریئین نے بلغاری اگزارکیٹ سے نہ صرف بلغاریہ ہی کو علیحدہ کر دیا تھا بلکہ مقدونیہ کے متعلق بھی کامیابی کے ساتھ انھوں نے اس سے جنگ کی تھی اور خود قسطنطنیہ میں ایک حریف سنود قائم کر دیا تھا ۔ سرؔبی اور کوزوویلاکش اپنے کو آزاد ہی کر لینے والے تھے اور اس معاملے میں صرف وقت کا سوال باقی رہ گیا تھا ۔ ۱۸۹۹ء میں انطاکیہ کی بطریقیت نے فناری عنصر کے تسلط سے اپنے کو اس وقت آزاد کر لیا تھا جب کہ روس کی امداد سے عربی اور شامی جماعت نے یونانی بطریق، اسپیریڈیان کو، جو فناریئین کے مفادات کی خاطر بطریقی تخت کی خود مختاری کو مٹا دینے کے لئے سرگرم عمل تھا ۔ معزول کر کے جماعت قومی کے امیدوار، امِیلیطوس (meletius) کو بطریق بنا دیا تھا ۔ یہ واقعہ ہے کہ بیت المقدس کی بطریقیت یونانی اثرات سے یونانی راہبوں کے خلاف جنھوں نے تمام خانقاہوں اور کلیسائے سیان کے تمام مقدس مقامات پر مالکانہ قبضہ جمالیا ہے، آرتھوڈاکس عربوں کی تعاون کے ذریعے سے آزاد ہو رہی ہے ؟

کلیسائے رومہ سے تعلق رکھنے والے یونانیوں کو ملکیئین کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے ۔ یہ نام بدعتی لیڈروں نے ان لوگوں کا رکھا تھا، جنھوں نے شاہ مرسیاں (marcien) کے جس نے کل سیڈان کی مجلس کے فیصلوں کو نافذ کرنے کا حکم دیا تھا، احکام کی تعمیل کی تھی ۔ گزشتہ صدی کے آغاز میں رومہ میں مجتمع ہو کر ۱۸۱۰ء میں ان لوگوں کو ایک علیحدہ فرقہ قائم کر لینے کا استحقاق عطا کر دیا گیا ۔ بطریق کے ماتحت (۱۸) اسقف ہوتے ہیں، جن کے منجملہ ایک اسقف، جس سے کوئی گرجا متعلق نہیں ہوتا، چانسلر کے فرائض انجام دیتا ہے ۔ ان اسقفوں کا انتخاب

عوام اس فہرست سے کرتے ہیں، جو بطریق مرتب کرتا ہے۔ خود بطریق کا انتخاب اسقف کرتے ہیں اور یہ انتخاب پوپ کی تصدیق کا محتاج ہوتا ہے۔ ان لوگوں کے مذہبی قانون عربی زبان میں ہیں۔ ملکئین شام کے باشندے ہیں، جہاں مسلمانوں کی فتح تک ان کو غلبہ حاصل تھا۔

البانی:۔ لندن کی کانفرنس سفراء نے البانیہ کو ایک خود مختار ریاست بنادیا تھا، چنانچہ اس میں اور سلطنت عثمانیہ میں کوئی چیز مشترک نہیں پائی جاتی۔

کوزو ویلاش:۔ کوزو ویلاش (ویلاش لنگا) تھسلی، اپیرس، مقدونیہ، اور بالائی البانیہ میں پھیلے ہوئے ہیں اور آجکل ان کا کچھ حصہ یونان، سربیہ، یا البانیہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اوڈے سیس، اندروز اس، ڈیا کوز، حاجی پٹرو اور کلیٹی، جو یونان کی جنگ حریت کے شہرۂ آفاق سردار ہیں، بیرن سینا اور دوسرے دولتمند بنکرس اسی قوم سے تعلق رکھتے تھے۔

لاطینی:۔ اس نام سے باب عالی کی اس کیتھولک رعایا کو ممتاز کیا جاتا ہے، جو مذہبی نقطۂ نظر سے رومہ سے راست تعلق رکھتی ہے۔ ان کا کوئی خاص فرقہ نہیں ہے اور ان کا سردار ایک ایسا نائب ہوتا ہے، جو بغیر کسی قسم کے اعزازات یا خطابات کے اپنے فرائض کو انجام دیتا ہے۔ یہ لوگ مذہبی حیثیت سے اپاسٹولک وکاریٹ آف قسطنطنیہ اور اس کی متعلقہ اسقفیتوں کے ماتحت ہوتے ہیں اور ان کے دیوانی معاملات کا تصفیہ نائب کرتا ہے، جس کا تقرر باب عالی کی طرف سے کیا جاتا ہے اور جس کی امداد کے لئے چار ممبروں کی ایک مستقل کونسل ہے۔ البانی کیتھولک لوگوں کا اگرچہ کلیسائے رومہ سے تعلق ہے لیکن یہ لاطینی رعایا میں شمار نہیں کئے جاتے، جس کو خاص خاص حقوق حاصل ہیں (vatican) ویٹیکان کے قول کے مطابق لیوانٹ کے تمام کیتھولک عمال پر ہمیشہ فرانس کی نگرانی رہتی ہے۔ باوجودیکہ ریاست سے کلیسا کا تعلق باقی نہیں رہا ہے۔

۱۸۹۲ء میں باب عالی نے تجربہ کے طور پر ایک ایسے کیتھولک بطریق کے تقرر کی کوشش کی تھی جس کی رومہ سے تعلق رکھنے والے تمام فرقے دیوانی معاملات میں اطاعت کریں۔ یہ دراصل ترکی اور پوپ کے مابین ایک قسم کا معاہدہ تھا اور اول الذکر

کے لئے مذہبی پروٹسٹنٹ ڈوٹرینس کے مٹا دینے کا ایک ذریعہ ہو۔

اس مسئلے کے متعلق مینٹی کان کے ساتھ ارمنی کیتھولک بطریق کے توسط سے سلسلہ جنبانی کی گئی ۔ یہ شخص اصم ازاریان تھا، جو ایک زمانہ ساز، حیلہ گر اور تشفی یا دری تھا اور جس کو ایک ہی وقت میں قسطنطنیہ، روما، پاریس اور برلن میں رسوخ حاصل تھا اور جو اپنے لئے کیتھولک بطریقیت کے خواب دیکھا کرتا تھا۔ اس خیال سے تمام کاروائی درہم برہم نہ ہو جائے اس مسئلے کا ابتداءً صرف البانیہ سے تعلق تھا لیکن کلیسائے روما نے یہ جواب دیا کہ وہ صرف اس صورت میں کسی معاہدے کو تسلیم کر سکتا ہے کہ آسٹریا کے حقوق کی صراحت کے ساتھ حفاظت کر دی جائے ۔ یہ ایک مسئلے سے دوسرے مسئلے کو حل کرنے والی صورت تھی ۔ اس تجویز کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا لیکن اس سلسلے کا پھر کسی وقت یقیناً آغاز کیا جانے والا ہے ۔ اور یہ فرانس کا، جس کے مفادات و اثرات مشرق کے لئے اس سے خطرہ ہے، فرض ہے کہ وہ اس کو صورت پذیر نہ ہونے دے۔

قسطنطنیہ کے کیتھولک پادریوں کا فرقہ ایسے مقامی پادریوں پر جو خانقاہی قواعد سے آزاد ہیں اور کثیر التعداد مذہبی حلقوں پر مشتمل ہے ۔ کیتھیڈرل چرچ کے علاوہ تمام گرجاؤں کی خدمت راہب کرتے ہیں ۔ یہ حلقے حسب ذیل ہیں : ۔ ڈومی نی کنس، جو سب سے قدیم ہے ؛ جے سوئٹس، جو ۱۵۸۳ء میں "لارڈس پیرس کی استدعا پر ان کے بچوں کی تعلیم کے لئے" آئے تھے ؛ فران سسکنس (۱۲۱۸ء) ؛ ری کولٹس (۱۷۴۲ء) ؛ لزارسٹس (۱۷۸۲ء) ؛ برادران اصول مسیحیت ؛ سسٹرس آف چیریٹی (۱۸۳۹ء)، جنھوں نے اپنے مدارس اور شفاخانے تمام ترکی میں پھیلا دئے ہیں ؛ لیڈیز آف سیان ؛ اے زمپ شنسٹس ؛ اور زمانہ حال سے تعلق رکھنے والے گرجستانی۔ یہ تمام مذہبی حلقے اور خصوصاً فران سسکنس ؛ اصول مسیحیت اور سسٹرس آف چیریٹی لیوانٹ میں فرانسیسی اثرات کے نہایت سرگرم مؤید ہیں ؛

→(❊)←

سلافیقی گروہ

۱۸۷۷ء-۱۸۷۸ء کی لڑائی سے پہلے سلافیقی ترکی اِن یورپ کی سب سے زیادہ زبردست

قوم تھی۔ یہ لوگ سربی اور بلغاری دو بڑی بڑی شاخوں میں منقسم ہیں۔ معاہدہ برلن اور ۱۹۱۲ء کی لڑائی کے بعد سے تمام سربی اور تقریباً تمام بلغاری بابِ عالی کی اطاعت سے آزاد ہوگئے ہیں ؎

بلغاری :۔ یہ لوگ تاتاری النسل ہیں۔ ان لوگوں نے موسیہ کے سلافیقیوں کی، جن کو ۸۰۰ء میں انھوں نے مغلوب کرکے عیسائی بنا دیا تھا، زبان، طریقے، اور رسم و رواج اختیار کر لیا ؎

پورے ترکی علاقے میں بلغاریوں کی تعداد (۲) سے (۷) لیین تک ہے۔ یونانی اکثر مواضعات اور قلعوں ہی کا اس بہانے سے مطالبہ نہیں کرتے ہیں کہ ان کے باشندے یونانی زبان بولتے ہیں، بلکہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ چند مستثنیات کے علاوہ تیراس اور مقدونیہ کے بلغاریوں کو کامل طور پر یونانی بنا دیا گیا تھا۔ مقدونیہ میں مختلف قومیں ایک دوسرے سے اس قدر مل جل گئی ہیں کہ مردم شماری ناممکن تھی۔ اب رہا یہ کہنا کہ ایک ملک میں یہ زبان بولی جاتی ہے اور دوسرے میں یہ، تو امتیاز کا یہ کوئی موثق طریقہ نہیں ہو سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ تیراس اور مقدونیہ کے جنوبی علاقوں میں تمام طبقے یونانی یا بلغاری زبان بلاتمیز استعمال کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ مسلمہ یونانی منطقے کے اکثر بلغاری مواضعات میں صرف یونانی پادری اور مدرس ہیں اور عام اس سے کہ ان کی خواہش ہے یا نہیں یہاں کے باشندے ایک ایسی زبان استعمال کرنے پر مجبور رہیں، جو ان کی نہیں ہے۔ آج ترکی حکومت کا ماتحت مشرقی تیراس کے علاوہ اور کوئی بلغاری باشندہ نہیں ہے ؎

صرف ۱۸۷۰ء کے بعد اس وقت جب کہ بلغاری کلیسا اور فناریئین میں بدعتوں کا آغاز ہوا اور بابِ عالی نے سرکاری طور پر ان کے اپنی ایک قوم قائم کر لینے کے حق کو تسلیم کر لیا، بلغاریوں نے اپنا ایک علٰحدہ فرقہ قائم کر لیا۔ مذہبی اور سیاسی لڑائی اور تمام قسم کی سازشوں کو، جو بلغاری اگزارکیٹ کے قیام جدید سے پہلے واقع ہوئی تھیں اور اس کی ذمہ دار تھیں، ۱۸۷۶ء، ۱۸۷۷ء، ۱۸۷۸ء کی جنگ کی تمہید سمجھنی چاہیئے اور اسی لئے ان پر توجہ کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ بالخصوص اس لئے کہ مشرق میں مذہب قومیت کا اس حد تک مرادف ہے کہ صرف الفاظ میں فرق ہوا کرتا ہے۔ ان لوگوں میں سے ہر فریق،

جو ترکوں کی جانشینی کی توقع لے کر جزیرہ نمائے بلقان میں اپنی فوقیت کے لئے لڑتا ہے ہمیشہ اپنے تاریخی حقوق اور نسلی حالات کی امداد کے لئے جو ان حقوق سے پیدا ہوتے ہیں، مذہب سے استعانت کرتا ہے؛

ابتداءً جزیرہ نمائے بلقان میں صرف ایک بطریقیت بائزنطہ میں تھی چھٹی صدی میں اقریدہ کی اسقفیت عظمی کو قائم کیا گیا، جس کے اختیارات کو البانیہ اور بالائی مقدونیہ بھی تسلیم کرتے تھے۔ بلغاریوں اور سربیوں کے موسیہ؛ دردانوز؛ اور مقدونیہ میں ساتویں صدی میں آباد ہو جانے اور خود مختار حکومتوں کے قائم ہو جانے کا یہ نتیجہ ہوا کہ بائزنطہ کی رقیب دو اور بطریقیتیں قائم ہو گئیں۔ ایک بلغاری بطریقیت طرنافو میں ۱۱۹۶ء میں اور دوسری سربی بطریقیت ۱۳۴۷ء میں اپیک میں۔ اقریدہ کی اسقفیت عظمی موخرالذکر کی ماتحتی میں چلی گئی۔ ابھی ترکی فتوحات پوری طرح مکمل بھی نہیں ہوئی تھیں کہ بلغاری بطریقیت ۱۳۹۳ء میں برخاست ہو گئی۔ اپیک کی بطریقیت ۱۷۶۵ء تک قائم رہی اور پھر فناری سازشوں نے اس کو بھی معدوم کر دیا؛

اس زمانے کے بعد سے فنار کی بطریقیت کو یہ خیال ہو گیا کہ وہ جو چاہے کر سکتی ہے۔ چنانچہ اس نے ایک ایسا رسوا کن مذہبی طریقہ اختیار کر لیا کہ شاید سموتشس نے مذہب کی کبھی ایسی گت نہ بنائی ہو۔ بلغاری پادریوں کے اعلیٰ فرقے کا انتخاب ایسے یونانیوں میں سے کیا جاتا تھا کہ جو مشکل ہی سے کبھی اپنے فرائض انجام دیتے تھے۔ یہ پادری اپنے پیرووں کی ضروریات؛ اُن کے طریقوں اور ان کی زبان سے قطعاً ناآشنا ہوتے تھے اور ان کا صرف یہ مقصد ہوتا تھا کہ جتنا روپیہ بھی مل سکے حاصل کر لیا جائے۔ سلافیقی زبان کو متروک کر دیا گیا اور اس کی جگہ بلغاری زبان کی ترویج کی گئی۔ یونانی اسقفوں نے لوگوں کو عیسائی بنانے کے شوق میں اس قدر شدت سے کام لیا کہ وہ ایسے افعال کے ارتکاب سے بھی نہ شرمائے جن سے وحشت و بربریت صاف عیاں تھی۔ بلغاریہ کی تاریخ؛ روایات؛ اور ابتدا کے متعلق تمام قدیم کتابیں، جن کو ترکوں نے محفوظ رکھا تھا، ان لوگوں نے نہایت بے رحمی کے ساتھ تلاش کرنی شروع کر دیں اور جو کتاب ہاتھ آئی اس کو جلا دیا۔ ایسی صورت میں فناری اسقفوں کے مظالم کے خلاف قومی جذبات کا ردِ عمل قطعی ناگزیر تھا۔ چنانچہ ۱۵ ؍جنوری ۱۸۶۰ء کو

ویک یادداشت شائع ہوئی، جس میں بلغاریوں نے یونانی پادریوں کے مظالم اور جرایموں ہی کی تلافی کا مطالبہ نہیں کیا بلکہ اپنے کلیسا کے اختیارات خود انتظامی کا بھی، جو ۱۷۶۳ء سے پہلے اس کو حاصل تھے، مطالبہ کیا۔ یونانیوں سے بلغاریوں کو اس قدر نفرت ہوگئی تھی کہ ان کو آرتھوڈاکسی کے ترک کرنے پر مجبور کرنے کے لئے کسی اور چیز کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی؛

مذہبی اور سول اختیارات خود انتظامی کو حاصل کرنے کی غرض سے اور سرکیشیوں (چرکسوں) کے مظالم کو روکنے کے واسطے، جو ان کے ملک کو اپنا مفتوحہ ملک تصور کرتے تھے۔ پوری کی پوری قوم نے فوٹیوس کی بدعتوں سے توبہ کرلی تھی۔ فرانسیسی سفارت ان تمام باتوں کو اچھی طرح سمجھتی تھی اور رام بورے (Boure'c) نے پولش مذہبی وفود کے ذریعے سے فرانس کے زیر حمایت بلغاریوں کو کیتھولک بنا دینے کا بیڑا اٹھالیا۔ اگر یہ تدبیر کارگر ہوجاتی تو بلغاریہ روس کے اثر سے ہمیشہ کے لئے آزاد ہوجاتا۔ ۲۴ جنوری ۱۸۶۱ء کو مذہب تبدیل کرنے والوں کی تعداد (۱۴۰۰۰) تک پہنچ گئی اور ۹ جون کو باب عالی نے یونی ایٹ بلغاریوں کو ایک علیحدہ فرقہ تسلیم کرلیا۔ یہ دیکھکر یونانیوں اور روس نے کچھ عرصے کے لئے متفقہ طور پر ام بورے کے کام کو خراب کردینے کی غرض سے فوراً صلح کرلی۔ فنارئیین باب عالی کو یہ باور کرادینے میں کامیاب ہوگئے کہ فرانس بلغاریہ کی خودمختاری چاہتا ہے اور خفیہ طور پر ایک صلیبی جنگ کی تیاری میں مصروف ہے۔ دیوان نے خوفزدہ ہوکر پاریس سے اس کے متعلق شکایت کی اور فرانسیسی حکومت نے اپنی سفارت کو اس سے روک دیا۔ یونی ایٹس کی تعداد میں اب اسی تیزی کے ساتھ کمی ہونے لگی جتنی تیزی کے ساتھ کہ اس میں اول اول اضافہ ہوا تھا اور نوبت یہ ہوئی کہ صرف (۲۰۰۰) آدمی باقی رہ گئے۔ ۱۸۷۶ء کے واقعات اور معاہدۂ برلن نے بہر حال اس امر کو ثابت کردیا کہ ام بورے بالکل حق بجانب تھا؛

بہر حال بلغاریوں نے روسیوں کی امداد سے، جنھوں نے فنارئیین کو اس موقع پر اچھی طرح بیوقوف بنایا، باب عالی میں خوب خوب کوشش کی اور اسقف اعظم، ہیلیریان نے چند بلغاری پادریوں کو ساتھ لے کر، جن کے متعلق ایک طرف تو آرتھوڈاکس کلیسا کو مطالبہ تھا اور جنھیں دوسری طرف فنارئیین ہیلیسٹ تصور کرتے تھے، بلغاریہ کے

قومی کلیسا کا اعلان کر دیا (۱۸۶۶ء) ۔ ۱۸۷۲ء کے فرمان نے، جس میں اس تفریق کی تصدیق کی گئی تھی، صرف بلغاریوں کا ایک سابقہ حق ان کو دوبارہ عطا کیا تھا مگر یونانیوں نے اس کے باوجود اس فرمان کو نافذ ہونے سے روکنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ ان کی تمام کوششیں بہر حال ناکام رہیں۔ ۲۲ فروری ۱۸۷۲ء کو بلغاریوں کی مجلس عام نے امِ ہیلیرِیان کو اور اس کے انکار کر دینے پر امِ انتھیموز، و دِین کے میٹروپولیٹن کو اگزارک منتخب کر لیا۔ ایکو مینیکل پیٹریارک نے اپنے جلے پھپھولے اس طرح پھوڑے کہ ۱۶ - ۲۸ ستمبر ۱۸۷۲ء کی ایک کونسل میں اس نئے فرقے کو برادری سے خارج کر دیا۔

بلغاری کیتھولک۔ یعنی وہ لوگ، جو کیتھولک عقیدہ رکھتے ہیں سب کے سب بلغاریہ میں ہیں۔

اب رہے یونی ایٹ بلغاری تو یہ لوگ قبیلوں کی صورت میں ادرنہ کے قریب نیز اس میں اور اس لیئے ترکی میں آباد ہیں۔ لیکن ان کی ایک کثیر تعداد مقدونیہ میں بسی ہوئی ہے۔

قزاق:۔ ان لوگوں کا سلافیقی گروہ سے تعلق ہے۔ یہ روس سے ترکِ وطن کر کے آئے تھے اور اینیائے کوچک میں ان کے دو گروہ ہیں۔

۱۷۷۲ء میں پولینڈ کی پہلی تقسیم کے بعد زپوروگ قزاقوں کی ایک جماعت نے روس کی اطاعت قبول کرنے سے انکار کر دیا اور یہ لوگ بیس ۲۰ ہزار کی تعداد میں ترکِ وطن کر کے ترکی کو چلے گئے۔ سلطان نے ان لوگوں کا خیر مقدم کیا اور ڈینیوب کے کناروں پر ان کو زمینیں اور اس امر کی اجازت بھی دے دی کہ وہ اپنے قوانین اور رسم و رواج کے مطابق سیلف گورنمنٹ قائم کر لیں۔ ان کا صرف یہ فرض تھا کہ جنگ کی صورت میں وہ ایک کن ٹن جنٹ مہیا کریں۔ ان کے آخری سردار حدیقی نے ۱۸۲۸ء میں ان کے ساتھ دغا کی اور روس کو ان پر قابو حاصل ہو گیا۔ بحر اسود کے سواحل تک پہنچ کر یہ لوگ پھر بچ نکلے اور ترکی کو واپس آ گئے۔ ان میں سے ایک جماعت نے دبروجہ میں قیام کیا اور دوسری نے قزل ارماق کے دہانوں کی زمینوں پر، جن پر وہ اب بھی قابض ہے۔ بقیہ ڈینیوب کے زپوروگ اب رومانیہ کی رعایا ہیں۔

دوسری نو آبادی بروصہ کے قریب ڈان قزاقوں کی ہے۔ یہ لوگ اس فرقے سے تعلق رکھتے تھے، جس کو "معتقدین قدیم" کہا جاتا تھا چنانچہ جب پیٹر اعظم نے اپنے کو کلیسائے ماسکو کا صدر مشہور کیا تو ان لوگوں نے زار کی منصوبہ روحانی طاقت کو تسلیم کرنے

سے انکار کردیا۔ ان لوگوں کو زار نیہ این کے مظالم نے روس سے نکال دیا اور انھوں نے ۱۸۳۹ء میں خانِ قریم کے یہاں پناہ لی۔ روسی فتوحات نے ان کو یہاں سے بھی ارایہ کی طرف نکال دیا اور معاہدۂ تجارست کی رو سے ان کو ارایہ سے بھی نکال دیا گیا محمود نے ان کو بروصہ کے قریب آباد کیا اور ان کی مذہبی آزادی اور قوانین کے بحال رہنے کے متعلق ان کو اطمینان دلادیا۔ ان لوگوں نے ایک فوجی نوآبادی کرلی، جس کا نظم ونسق ایک سردار کے ہاتھوں میں تھا۔

گرجستانی گروہ

چرکس:۔ اس عام عنوان میں قاف کی مختلف قومیں شامل ہیں، جو اپنے ملک کے روس کے ہاتھوں فتح ہوجانے کے بعد ترک وطن کرکے ترکی کو چلی آئیں۔ ۱۸۶۴ء میں ان تارکان وطن کی تعداد (۰۰۰ر۰۰۰ر۱) تک پہنچ گئی لیکن بیماری: افلاس: اور قحط سے یہ آدھے رہ گئے۔ ایک رسوائے عالم تجارت نے ان بدقسمتوں کو اپنا شکار بنالیا۔ یہ سپید رنگ رکھنے والوں کی تجارت تھی، جو اپنی وحشتوں میں ان تمام چیزوں سے بڑھی ہوئی ہے، جو افریقہ کی بردہ فروشی کے متعلق کہی جاسکتی ہیں۔ ترک ہمیشہ سے چرکسی یا گرجستانی غلاموں کے جویا رہے ہیں لیکن اسبابِ تجارت بہت نادر تھا اور قیمتیں بہت گراں۔ چرکسوں کا ورود ان لوگوں کے لئے ہمیشہ ایک نوازشِ قسمت کی حیثیت رکھتا تھا، جو غلامانِ حرم کے رسد رساں تھے۔ لہٰذا تارکان وطن کو اپنی بہنوں، بیویوں، اور لڑکیوں کو بیچ ڈالنے پر مجبور کرنے کی غرض سے ان لوگوں کو فاقے مارا جاتا تھا اور پھر انسانی گوشت کے معاوضے میں، جس کی اس قدر مانگ تھی اور جو اس قدر ارزاں خرید کیا جاتا تھا، ان کو روٹی کے کچھ ٹکڑے دیدیے جاتے تھے۔ جو لوگ باقی بچے، وہ بلغاریہ؛ الباتیہ؛ اور سربیۂ قدیم میں تقسیم ہوگئے۔ ۱۸۶۵-۶۶ء کی ایک جدید تحریکِ ترکِ وطن نے ترکی اعداد وشمار کے مطابق ان لوگوں کی تعداد ایک ملین تک پہنچادی۔ ان نئے آنے والوں کی ایشیا کی طرف رہبری کی گئی، جہاں حکومت نے ان کو، زمینیں؛ مکانات؛ آلاتِ کشاورزی؛ غلہ اور مویشی عطا کئے۔ قیامِ مستعمرات کے متعلق یہ عاقلانہ کوشش نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوئی۔ چرکسوں نے کام کرنے سے انکار کردیا اور اس بہانے سے

کہ وہ اپنی اسلامی طرفداری کے شکار ہوئے ہیں، ترکی سے یہ مطالبہ کیا کہ ان کو چین سے بیٹھنے دیا جائے۔ ابھی حال کی تحریکِ ترکِ وطن، جو سخوم کال کی مہم کا نتیجہ تھی (۱۸۸۱ء) اور پچاس ہزار خاندان ترکی میں لے آئی ؛

جنگ کے زمانے میں بابِ عالی چرکسوں میں سے بے قاعدہ فوج کی بھرتی کرتی تھی، جو سوار فوج کے خاص دستوں کا کام دیتے تھے لیکن بہ حیثیت سپاہی کے وہ چنداں کار آمد نہیں تھے اس سے زیادہ تکلیف دہ تھے اس لئے کہ وہ آتش باری کے موقع پر ٹھہر نہیں سکتے تھے اور صرف لوٹ مار اور قتل و غارت میں مشاق تھے۔ انھیں لوگوں کی زیادتیاں تھیں، جنھوں نے عیسائی آبادیوں کو ترکوں سے بدظن کر دیا اور یورپ میں عوام کی رائے کو بھڑکا دیا۔ بلغاری کشت و خون میں انھیں لوگوں نے نمایاں کام انجام دیے تھے ؛

ہندی گروہ

چنغانی :۔ موسیو پال بتّیار کے بیان کے مطابق چنغانی یا ذنغانی ہندی الاصل ہیں دوسرے ملکوں میں ان لوگوں کو زنگاری، جٹانو (gitanos) اور جپسی کہتے ہیں۔ یہ تمام ترکی سلطنت میں آوارہ پھرتے رہتے تھے۔ ان لوگوں کی ایک بہت ہی کم تعداد مواضعات میں مستقلاً مقیم ہوگئی ہے اور سربیہ کے چنغانیوں کے نام سے ایک ہی جگہ رہ پڑی ہے۔ ترک ان لوگوں کو مسلمان تصور کرتے تھے جس کی وجہ یہ تھی کہ یہ لوگ بظاہر اسلام کا اعتراف کرتے تھے۔ لیکن بہ باطن یہ ایک ایسے مذہب کے پابند ہیں، جو بت پرستی، زرتشتی مذہب اور ہندوستان کے مذہبوں سے مل کر بنا ہے۔ یہ لوگ قبیلوں یا ذیلی قبیلوں میں منقسم ہیں اور ایک موروثی سردار اعلیٰ کے مطیع ہیں۔ حکومتِ عثمانیہ ان سے قطعاً کوئی تعرض نہیں کرتی ؛

فارسی گروہ

ارمنی :۔ ماوری (Mauri) کے بیان کے مطابق یہ لوگ، جو ایرانی اور

تورانی قوموں کے اتصال سے پیدا ہوئے ہیں اور اپنے قومی افسانوں کے مطابق اپنے کو جیفٹ کے پوتے ہیکٹ کی اولاد بتاتے ہیں، فریجین قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ زمانۂ قدیم میں ارمنیہ ایک ایسی اقلیم تھی جو قاف، ولایت ہائے ارض روم، وان، بطلس اور فارس شمال و مغربی صوبوں کے ایک حصے کی حقیقی وانسرالٹی پر مشتمل تھی۔ قلیل یا طویل ایسی مدتوں کے بعد، جن میں تخت بالکل خالی رہا، ارمنیہ میں چار خاندانوں نے حکمرانی کی۔ پہلا خاندان، جو ہیکزی خاندان (ہیکت کے ورثاء) تھا واہی کے ساتھ ساتھ، جو دارا کا حلیف تھا اور اربل کی لڑائی میں مارا گیا (سنہ ۳۲۸ قبل مسیح)، مٹ گیا۔ واہی کی موت کے بعد ارمنیہ پر جنوب و مغرب کے چند اضلاع کے علاوہ، جنھوں نے قومی شہزادوں کے ماتحت اپنی خودمختاری کو برقرار رکھا، مقدونیہ کا تسلط ہوگیا۔ اس میں کے آخری بادشاہ ارتوزد کو سنہ ۱۵۰ قبل مسیح میں پارتھیا کے واغ ارشاد، ارساسی خاندان کے بانی نے تخت سے اتار دیا۔ ارمنیہ کو باری باری سے پہلے اہل رومہ نے فتح کیا، اس کے بعد یہ سیزرس اور پارتھیا کے بادشاہوں کا باجگزار رہا اور سب کے آخر میں ایک انقلاب کے بعد، جس نے ارساسی خاندان کے آخری بادشاہ، اردشیر سے تخت و تاج چھین لیا۔ (سنہ ۲۳۳ء)، اس کو فارسی بادشاہوں نے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ ساسانی سلطنت کی تباہی کے بعد ارمنیہ پر خلفاء کا قبضہ ہوگیا یہاں تک کہ ارمنیہ عظمیٰ کے گورنر، اکاو نے اپنے ہموطنوں کو دوبارہ آزادی دلادی (سنہ ۸۸۵ء) بقراطی (Bagratides) خاندان کے آخری بادشاہ، کالغ ثانی کو قسطنطین نہم نے بائزنطہ میں دھوکے سے گرفتار کر کے نہایت بے رحمی کے ساتھ قتل کر ڈالا۔ بغاوتوں نے اس اقلیم کو تباہ کر ڈالا اور یہ بہت جلد منگولی حملے کا شکار ہوگئی (سنہ ۱۰۸۰ء)۔

اس قوم کے بقیۃ السیف افراد بقراطی شہزادہ روبن کی قیادت میں سلیشیہ کے پہاڑوں کی طرف نکل گئے اور ایک چھوٹی سی ریاست قائم کر لی، جس پر موروثی سردار حکمرانی کرتے تھے۔ صلیبیوں کی جو خدمتیں انھوں نے انجام دیں ان کے صلے میں بیرن خطاب کے ساتھ فریڈرک باربروصہ نے ان سرداروں کو شاہی مرتبہ عطا کر دیا۔ سنہ ۱۳۴۲ء میں روبن کا خاندان لیو پنجم کے ساتھ ختم ہوگیا اور تخت و تاج کا مالک قبرص اور بیت المقدس کا بادشاہ، جین ڈی لوزگنان ہوا۔ ارمنیہ کوچک کی بادشاہت کو

جنگ عیان میں ۱۳۷۵ء میں سلاطین قاہرہ نے تباہ کر دیا اور لیو پنجم گرفتار ہو گیا؛
ارمنیوں کی کل تعداد چار ملین کے قریب ہے، جن کے منجملہ (۲ ملین ترکی میں ہیں؛ (۵,۰۰,۰۰۰) روس میں؛ (۰۰۰,۷۰) ایران میں؛ (۲۳,۵۰۰) آسٹریا ہنگری میں اور (۱۳,۲۰۰) رومانیہ میں۔ بقیہ دنیا کے تمام دوسرے ملکوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ یوروپین ترکی میں قسطنطنیہ کے باہر، جہاں ان لوگوں نے ایک ٹھوس جتھا بنا لیا ہے، ارمنی صرف بڑے بڑے شہروں میں نظر آتے ہیں۔ ارمنیہ میں عیسائیت کا رواج شاہ ایکار کے عہد میں تھیڈیوس اور بارتھولیمو نے کیا اور یہ ڈھائی صدی کے بعد شاہ ٹرڈیٹ کے سینٹ گریگوری دی الیومینیٹر کے ہاتھ پر عیسائیت قبول کر لینے پر ملکی مذہب بن گئی (سنہ ۱۳۰۰ء)؛

ارمنی چار فرقوں میں منقسم ہیں:۔
حے (Hai) یا گرجستانی ارمنی۔
بابگان (Babagan) یا کیتھولک ارمنی۔
حے پوغوکگان (Hai-poghokagan) یا پروٹسٹنٹ ارمنی۔
حے حورم (Hai Horom) یا یونانی ارمنی۔

موخرالذکر کو بازنطینی بادشاہوں نے جبراً بازنطینی کلیسا سے ملحق کر لیا تھا۔ یہ لوگ ایشیائے کوچک میں اغین میں اور غلق میں (جو کپیڈوشیہ کا صوبہ ہے) آباد ہیں۔ یہ لوگ قسطنطنیہ کے ایکومینکل پیٹریارک کے تابع ہیں۔ تقریباً تمام ارمنی ترکی زبان بولتے ہیں۔ خود ان کی زبان صرف مدارس میں بولی جاتی ہے یا وہ لوگ بولتے ہیں، جنھوں نے اس کو سیکھا ہے۔ ان ارمنیوں کے لئے جو اپنی مادری زبان نہیں جانتے، ان لوگوں نے ایسے اخبارات بھی شائع کئے ہیں جن کی زبان تو ترکی ہے مگر تحریر ہیکانی؛

بہت زمانہ نہیں ہوا کہ تعلیم کی ترقی کے متعلق ایک تحریک کا آغاز ہوا تھا۔ ایسی انجمنیں قائم کی گئی تھیں جن کا مقصد یہ تھا کہ اپنے ہموطنوں کو جہالت کے آزار سے نجات دلائیں۔ انجمن سلیشیہ نے زیتون، حجین، مراش، حلب، سیس وغیرہ میں مدارس بھی قائم کئے تھے۔ محبان مدارس کی مشرقی انجمن کی طرف سے موش، بطلس، الاشغرد

وغیرہ میں مدرسے قائم کئے گئے تھے۔ انجمن ارارات کا ایک مدرسہ نوقانیہ خان میں تھا، اور دوسرے مدارس الور، کرزات، غزنیسو، تہدیوان اور درسیم وغیرہ میں تھے۔ انجمن خزان نے اس نام کے صوبے کے لئے بہت کچھ مساعی سے کام لیا تھا۔ قسطنطنیہ میں لڑکیوں کے لئے دو انجمنیں قائم کی گئی تھیں۔ ایک "ارمنی حلف بردار قوم" اور دوسری "ارمنی محبان مدارس"۔ ان دونوں نے تمام دوسری انجمنوں کا ایک مرکز قائم کر دیا، جن کو ان کی شاخیں تصور کرنا چاہئے لیکن ترکی حکومت کو یہ کارروائی ناگوار گزری اور جب ان انجمنوں پر خفیہ انجمن ہائے بغاوت کی حیثیت سے الزام لگایا گیا تو ہر ممکن طریقے سے یہ توڑ ڈالی گئیں۔

عام طور پر ارمنی گرجستانی کلیسا سے تعلق رکھتے ہیں، جس پر یوٹی کزم کا شبہہ کیا جاتا ہے۔ وہ ایک ایسے اصول مذہب کے پابند ہیں، جو رومہ کے کلیسا اور یونان کے اسکزیٹنگ کلیسا کے بین بین ہے۔ محمد ثانی نے ارمنی بطریق کو بھی وہی رعایتیں عطا کردی تھیں، جو آرتھوڈاکس بطریق کو حاصل تھیں۔ ۱۸۶۰ء کے قانون نے جسے ۱۷ مارچ ۱۸۶۳ء کو عبدالعزیز نے منظور کیا تھا، اس بطریق کو ایک عام مجلس قومی کا ماتحت بنا دیا۔ یہ مجلس دو مجالس قومی کو معمولی امور کے متعلق تصفیے کے اختیارات عطا کرتی تھی، جن کے منجملہ ایک مذہبی مجلس تھی، جس میں (۴۰) ممبر ہوتے تھے اور دوسری سول مجلس، جس میں (۲۰) ممبر ہوتے تھے۔

اگرچہ ارمنی بطریق کو وہی سول اختیارات حاصل تھے، جو آرتھوڈاکس بطریق کو دیے گئے تھے، لیکن اس کا مذہبی اقتدار ویسا نہ تھا۔ اس کا حاکم روس میں اچمیازین (Etchmiadzin) کا کیتھولیکوز تھا، جو تمام دنیا کے ارمنیوں کا سردار اعلیٰ ہے۔ سیس کا کیتھولیکوز، جو مذہبی حیثیت سے سلیشیہ اور ارمنیہ عظمیٰ کے ایک حصے کا ماتحت ہے اور بیت المقدس کا بطریق، جس کے ماتحت شام اور فلسطین کی ارمنی آبادی ہے، بطریق قسطنطنیہ کے برابر ہے۔

جو لوگ تلقین و تعلیم کا کام انجام دیتے ہیں، وہ تجرد اور پاکبازی کی زندگی بسر کرنے کا حلف اٹھاتے ہیں۔ ان کے برخلاف پادریوں اور ڈیکنوں کو تقرر سے پہلے شادی کر لینی پڑتی ہے۔ عقد ثانی ممنوع ہے۔

عبدالحمید کے عہدِ سلطنت میں ارمنیوں کی ترکی میں افسوسناک حالت تھی، اس کا میں پہلے اظہار کر چکا ہوں اور ان تدابیر کا بھی میں نے تذکرہ کر دیا ہے، جو بعض ترکی مدبرین نے ہیبکانی قوم کے استیصال کے لئے سوچی تھیں۔ وہ وحشتناک کشت و خون، جنھوں نے سیلیشیہ اور کوال سیریا (Cœle-syria) کو اپریل ۱۹۰۹ء میں غیر آباد کر دیا میرے دعوے کی دلیل ہیں۔ سیلیشیہ میں (۳۰،۰۰۰) سے زیادہ اور کول سیریا میں (۱۲،۰۰۰) آدمی مارے گئے۔ لیکن دستوری حکومت نے تحقیقاتی کمیشنوں کے بھیجنے اور کورٹ مارشل کے قائم کرنے کے باوجود ان کے انسداد کے لئے سختی سے کام لیا۔ حکومت نے بعض غیر معروف ایجنٹوں کو تو سزائیں اور پھانسیاں دیں۔ جن میں ترکوں کے مقابلے میں ارمنیوں کی تعداد زیادہ تھی۔ مگر اصلی مجرم صاف بچ گئے۔ ان کو یا تو گرفتار ہی نہیں کیا گیا یا وہ بعد کو بری کر دیے گئے۔

۱۴ اپریل ۱۹۰۹ء کو بروز چہارشنبہ ایک نوجوان ارمنی کے ایک ترک کو قتل کر دینے کی بنا پر عدنہ میں عیسائیوں کا قتل عام شروع ہو گیا۔ لیکن یہ واقعہ صرف ایک بہانہ تھا ورنہ تمام باتوں کی پہلے ہی سے تیاری ہو چکی تھی۔ چنانچہ ارمنیوں کا کیتھولک اسقف، ام ترسیان ۱۳ تاریخ کو ولی جاوید بے کے پاس اس کو مسلمانوں کے تہدید آمیز طریقِ عمل کی موجودگی اور معتقدین کی بے پروائی کی بناء پر پیدا ہونے والے پبلک کے خطروں سے آگاہ کرنے کی غرض سے گیا اور اس کے اس امر کا باقاعدہ طور پر اطمینان دلایا گیا کہ کچھ واقع نہ ہوگا۔ ولی نے شکایت کی کہ ارمنیوں نے اپنی دوکانیں بند کر کے شہر بھر میں خوف پھیلا دیا ہے۔ ام ترسیان نے اعتماد دلایا اور بازار میں جا کر جاوید بے کے وعدوں کو دہراتے ہوئے ہر اک دوکانداروں سے دوکانیں کھولنے پر اصرار کیا لیکن عین اس وقت جبکہ ام ترسیان دوکانیں کھلوا رہا تھا، ولی ایک یونانی کیتھولک خاندان موسومہ ٹبی کو، جس سے اس کی دوستی اور کاروباری تعلقات تھے اور جو عدنہ سے کچھ فاصلے پر اپنے کھیت میں تھا، یہ اطلاع دے رہا تھا کہ:۔ "فوراً واپس آ جاؤ۔ بد امنی پھیلنے والی ہے"۔ کشت و خون کا سلسلہ ۱۴، ۱۵ اور ۱۶ کو برابر تین دن تک جاری رہا۔ اور کشت و خون اور آتشزدگی عدنہ کے میدان میں (۴۰) کلو میٹر تک پھیل گئی۔ چند ارمنیوں نے، جو ماؤزر اور مارٹن سے مسلح تھے، اپنے کو ایک جگہ قلعہ بند کر لیا اور ایک شدید حملے کی مقاومت کی۔ یہی ایک ایسی جگہ تھی، جو سلامت رہی۔ ۱۷ کو ولی نے اشتعال یافتہ لوگوں کو ٹھنڈا کرنے کے بہانے سے تمام لوگوں کو غیر اسلحہ بند ہو جانے کا

حکم دیا، لیکن اس نے صرف عیسائیوں ہی سے ہتھیار رکھوا لیے اور ترکوں، کردوں، ترکمانیوں، اور چرکسوں کے ہتھیار انھیں کے پاس چھوڑ دیے۔ ۲۵ رکی رات کو بھی سکنڈ کور کی فرسٹ ڈویژن کے آجانے کے بعد، جو حکومت قسطنطنیہ نے امن قائم کرنے کی غرض سے بھیجی تھی، کشت وخون کا سلسلہ دوبارہ شروع ہوگیا۔ اس مرتبہ ارمنیوں کے پاس اپنی مدافعت کے لئے نہ تو کوئی ذرائع تھے اور نہ اتنی قوت۔ ارمنیوں کے ساتھ یورپینس کو بھی باقی نہیں چھوڑا اور ارمنی، فرانسیسی اور ایطالوی سب کو قتل کر دیا گیا۔ یورپینس کے مملوکہ تقریباً تمام مکانات، اور اسی طرح مقامی عیسائیوں کے تمام مسکن جلا دیے گئے۔

کشت وخون تمام صوبے میں جنوبی شام تک پھیل گیا۔ حجینی، زیتون، مرعش، الکزانڈریٹہ، اور حلب میں خونریزیوں کے مناظر پیدا ہو گئے۔ مقتدرین نے یا تو جبل برکات کے متصرف، آصف بے کی طرح، جس نے عوام کو مسلح کر کے عیسائیوں پر چھوڑ دیا تھا، اس کشت وخون میں خود بھی شرکت کی یا نہایت بے پروائی اور اطمینان کے ساتھ بیٹھے ہوئے تماشا دیکھتے رہے۔

اس کشت وخون کی ذمہ داری کس کے سر تھوپی جائے، جن سے ۱۸۶۰ء کے لبنانی اور شامی کشت وخون کی گو وہ ان پر فوقیت نہ رکھتا ہو، یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ اس کشت وخون نے بہرحال ان واقعات میں ضم ہو کر، جو عبدالحمید کی معزولی کا باعث ہوئے یورپ میں بہت معمولی سی دلچسپی پیدا کی۔ ارمنیوں نے صاف طور پر عثمانی حکومت کو اس کا ذمہ دار قرار دیا اور ان میں سے بعض کمیٹی پر الزام رکھتے ہیں۔ اگرچہ سلطان کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ اس نے تمام سلطنت میں کشت وخون کا اس غرض سے انتظام کیا تھا کہ کمیٹی مقدونیہ کی فوجوں کو ان کے فرو کرنے کے لیے بھیجنے پر مجبور اور اس طرح یلدیز کے لئے میدان خالی ہو جائے، تاہم سلیشیہ کا کشت وخون معزول سلطان کا کام نہیں تھا۔ ایسے قیاسی جرائم کو اس سے منسوب کئے بغیر بھی اس کے ضمیر پر کافی بوجھ ہے جیسے کہ یہ الزام کہ قسطنطنیہ کے تمام عیسائیوں کو قتل کر دینے کا اس نے پہلے ہی سے تہیہ کر لیا تھا لیکن روملیہ کی فوجوں کے اچانک طور پر آجانے کی وجہ سے ایسا نہیں ہو سکا۔

یہ محض ایک افسانہ تھا جس کی غرض یہ تھی کہ یورپ میں نوجوان ترکوں کا اعتبار قائم ہو جائے اور سب لوگ یہ جان لیں کہ عبدالحمید کو معزول کرنے کی قطعی ضرورت تھی۔

کول سیبر یا اور سیلیشیہ کا کشت و خون جماعت متعصب کا نتیجۂ عمل تھا اور اس لئے قدرتی طور پر ارتجاعی جماعت کا بھی لیکن یہ بعد میں میدان میں آئی اور یہ کوشش کی کہ واقعات کا اپنے مفید مطلب پہلو بدل دے۔ یہ کشت و خون ایشیا کی مسلمان آبادی کی نوہانت اور ترکی کے انتظامی طریقوں کا نتیجہ تھا۔ یہ ایک مسلمہ واقعہ ہے کہ ۱۰ اپریل کو جب سپاہیوں نے اس جلوسی دروازۂ حریت کو منہدم کیا، جو اس وقت تعمیر کیا گیا تھا جبکہ اساسی قانون کا قیام جدید عمل میں آرہا تھا تو یہ سپاہی "حمید کی عمر دراز۔ شریعت کا ہمیشہ بول بالا رہے" کے نعرے لگا رہے تھے، اور پولیس کا ایک اعلیٰ عہدہ دار چلا چلا کر کہہ رہا تھا کہ "اس شخص کی تباہی ہے، جو پھر کبھی اساسی قانون کا تذکرہ کرے گا"۔ لیکن ۱۳ اپریل کی بغاوت نے تمام ایشیا والوں کو یقین دلا دیا تھا کہ قانون اساسی کا خاتمہ ہوگیا ہے اور وہ پرانا زمانہ پھر پلٹ آیا ہے جبکہ ارمنیوں کا استیصال ایک سیاسی عقیدہ تھا اور مقتدرین حکومت اپنے آقا کی خواہشوں کی قبل از قبل تعمیل سے قسطنطنیہ میں اپنا رسوخ بڑھا لیا کرتے تھے؛

حکومت کا سب سے بڑا قصور یہ تھا کہ اس نے فوراً اور بھی انصاف سے کام نہیں لیا۔ باوجودیکہ کشت و خون میں جواد بے کی شرکت صاف طور پر ثابت ہو چکی تھی، باوجودیکہ حکومت نے اس کے جرم کو خود تسلیم کر لیا تھا اور اسی بنا پر خدمت سے علیحدہ کر دیا گیا تھا اور باوجودیکہ کشت و خون کے اثنا میں اس نے پکارے گلے قانون اساسی سے اپنی نفرت اور عبد الحمید سے اپنی وفاداری کا صاف طور پر اعلان کر دیا تھا تاہم اس سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا۔ جبل برکات کے متصرف کو، جس کی تحقیقات ایک کورٹ مارشل کے روبرو ہوئی تھی، بری کر دیا گیا۔ مفسدین کو جو آزادی دی گئی تھی، وہ ایک نامراد تجویز کا نتیجہ تھی، جس کو حکومت نے اختیار کیا تھا۔ یہ ثابت کرنے کے لئے کہ مسلمانوں نے تعصب سے کام نہیں لیا اور حکومت اور فوج کو ان بد امنیوں سے بے تعلق بتانے کی غرض سے انھوں نے کشت و خون کی تمام ذمہ داری ارمنیوں کے اشتعال پر رکھ دینے کی کوشش کی۔ انھوں نے یہ بہانہ کیا کہ ارمنی اسقف موسیغ کی برپا کی ہوئی ایک سازش کا پتا چلا یا گیا ہے۔ عدنہ کی سرکاری مراسلتوں میں، جو بیت اللہ نثین میں پڑھی گئی تھیں اور جن میں مقتولین اور مجروحین کی تعداد بتائی گئی تھی، یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ ارمنیوں سے زیادہ مسلمان مارے گئے ہیں۔ گویا اس سے یہ نتیجہ نکلتا تھا کہ ارمنیوں کی طرف سے حملہ کیا گیا تھا۔ ارمنی،

جن کا تمام قصور یہ ہوا تھا کہ انھوں نے اپنی اور اپنے خاندانوں کی حفاظت کی تھی، پھانسی پر لٹکا دیے گئے۔ اسقف اعظم، مونسیغ کو، جو خوش قسمتی سے اس وقت مصر میں تھا، اصل سرغنے کی حیثیت سے (۱۰۱) سال کی سزا دی گئی۔ ان ناانصافیوں کی بناء پر ارمنی بطریق، ایس، بی ٹوریان نے استعفیٰ دے دیا، جس نے ترکی حکومت سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ ارمنیوں کی وفاداری کا سنجیدہ طور پر اعلان کر دیا جائے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اصل مجرموں کا پتا چلا کر بلا لحاظ ان کے مرتبے اور نام کے ان کو سزائیں دی جائیں۔

ارمنیوں کی متحدہ کارروائی کا آغاز جنوری ۱۸۳۱ء سے ہوتا ہے۔ بطریق کو جس کا قوم انتخاب کرتی ہے اور سلطان اس کو منظور کرتا ہے، ان تمام ارمنیوں پر سول اقتدار ہے جو رومہ اور کلدانی اور شامی یونی ایٹس سے متحد ہیں۔ ابتداً مذہبی اقتدار دنیوی اقتدار سے کامل طور پر ممتاز تھا۔ اول الذکر سیس کے بطریق کو، جس کا انتخاب سنود اور جس کی تصدیق پوپ کرتا تھا، اور قسطنطنیہ کے پرائیمیٹ آرک بشپ کو حاصل تھا، جو راست پوپ کے پاس سے آتا تھا۔ پاپا کے احکام کی اشاعت اور سول اور مذہبی اقتدار کے ام ہاسون کی شخصیت میں جمع ہو جانے سے اس فرقے میں بدعتیں شروع ہو گئیں۔

۱۸۷۰ء میں ارمنی قدامت پسندوں نے رومہ سے اپنے الحاق کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے ام ہاسون کو مردود قرار دیا اور اپنے مفاد کے لئے کلیساؤں پر اور ان کی آمدنیوں پر اپنے فرقے کے حقوق کا مطالبہ کیا۔ دوسری طرف یہ سوال اتنا ہی روپیے سے متعلق تھا جتنا کہ اصول مذہب سے۔ پوپ نے اسکزم کے حامیوں کو، ان سے اطاعت کرائے بغیر، برادری سے خارج کر دیا۔ ۱۱ مئی ۱۸۷۲ء کو باب عالی نے ام ہاسون سے اس کا فرمان تقرر واپس لے لیا اور ایک ہفتے کے بعد نیو اسکزمیٹکس نے ام کپیلیان کو بطریق منتخب کر لیا اور شاہی حکومت نے اس کی تصدیق کر دی۔ ہاسونیوں سے نہ صرف ان کی مذہبی اور سول عمارتیں ہی چھین لی گئیں، جو اُن کے فرقے کی مملوکہ تھیں بلکہ وہ عمارتیں بھی ضبط کر لی گئیں، جو انھوں نے خود اپنے صرفے اور یورپ کے کیتھولک لوگوں کے چندے سے تعمیر کرائی تھیں۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ حکومت نے پبلک کو اس امر پر بھی مجبور کرنے کی کوشش کی کہ وہ کپیلیانیوں کو جنھیں پوپ نے مردود قرار دیا تھا، سچے کیتھولک سمجھے۔ ترکی جرائد کو یہ حکم مل چکا تھا کہ وہ اسکزمیٹکس کا ارمنی کیتھولکس کے

عنوان سے تذکرہ کریں ۔ ام ہاسون کی جلاوطنی میں اس کے دشمنوں کی فتح میں اور بھی چار چاند لگ گئے لیکن ان کی یہ فتح دیر تک قائم نہیں رہی ۔ اپریل ۱۸۷۹ء میں ام کیوپلیان یکایک قسطنطنیہ سے اس لئے چل پڑا کہ پوپ کے قدموں پر اپنے گناہوں کا اعتراف کرے ۔ کچھ روز کے بعد فرمان تقرر ام ہاسون کے حوالے کر دیا گیا ۔ اسکزمیٹکس کی تعداد بتدریج گھٹنے لگی اور ۱۸۸۸ء میں انھوں نے ام ازاریان کی، جو ام ہاسون کا جانشین تھا ۔ ماتحتی میں ایک معاہدہ منظور کر لیا اور ارمنی یونی ایٹس بطریق کے زیر اقتدار ایک متحد قوم بن گئے ؛

کیتھولک یونی ایٹس اور شاہی یونی ایٹس دنیوی معاملات میں ارمنی کیتھولک بطریق کے تابع ہیں ؛

ارمنی پروٹسٹنٹس کا ایک تیسرا فرقہ بھی ہے ۔ اس صدی کے ابتدائی نصف حصے میں انگریزی اور ارمنی پادریوں نے کئی ہزار ارمنیوں کو پروٹسٹنٹ بنا دیا ۔ ۱۸۵۰ء میں سینٹ جیمس کی کابینہ اور عمارت سپید کے شدید مطالبوں نے باب عالی کو ان کے تسلیم کر لینے پر مجبور کر دیا ۔ برطانوی حکومت نے معاہدۂ برلن کے بعد سے ارمنیوں میں پروٹسٹنٹزم کی اشاعت کے لئے بہت کچھ روپیہ صرف کیا ہے ۔ انجیلی انجمنوں نے مدارس، گرجا، دواخانے، وغیرہ قائم کئے ہیں لیکن نتیجہ ان کوششوں سے کوئی نسبت نہیں رکھتا ۔ گرجستانی ارمنی پروٹسٹنٹزم کی ترغیبات کے مقابلے میں ہمیشہ باغی بنے رہے ہیں ؛

کرد ۔ کردوں کے متعلق بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ وہ زینی نون کے کاردوک ہیں اور بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ لوگ اس ملک کے اصلی باشندے نہیں ہیں جہاں کہ وہ آباد ہیں بلکہ رومی فتوحات کے بعد یہاں آئے تھے، اسی نسل اور قوم سے تعلق رکھتے ہیں جس سے کہ ارمنیوں کا تعلق ہے ۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ وہ اب تک خانہ بدوش ہیں اور ارمنی ایک جگہ بس گئے ہیں اور یہ کہ ارمنیوں نے عیسائیت کو قبول کر لیا ہے اور کرد یا مسلمان ہو گئے ہیں یا اپنی پرانی بت پرستی پر قائم ہیں ۔ ان دونوں قوموں میں اسی اختلاف کی بنا پر شدید دشمنی ہے، جس میں ایک قوم دوسرے کا شکار ہو جاتی ہے ؛

چونکہ کردی قبائل ہمیشہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رہتے ہیں اور ایران و ترکی میں ان کی آمد و رفت کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے اس لئے ان کی صحیح تعداد کا معلوم کرنا بھی اتنا ہی مشکل ہے جتنا کہ ان کی قومیت کا پتہ چلانا ۔ ریٹر (Ritter)

نے ان کی تعداد (۳) ملین بتائی ہے، جس کے منجملہ نصف عثمانی کرد ہیں، جو ولایت ہائے ماموریۃ العزیز، دیاربکر، بطلس، فان، ارض روم اور سواس میں پھیلے ہوئے ہیں، جہاں وہ ارمنیوں سے اس قدر مل جل گئے ہیں کہ ان میں یوروپین ڈپلومیسی کی جیسی خواہش ہے، اس کے مطابق کوئی تفریق نہیں کی جاسکتی ہے۔

ان لوگوں کے تین طبقے ہیں:۔ تورہ م یعنی شرفاد؛ رعایا یعنی سپاہی اور کاشتکار؛ اور زرزہ یعنی ادنیٰ طبقے کے لوگ۔ ہر قبیلے پر ایک موروثی سردار حکمراں ہوتا ہے، جس کے اختیارات محدود ہیں۔ قدیم زمانہ کے اسکاٹش سرداروں کی طرح وہ میدانوں کے باشندوں سے محاصل وصول کرتے ہیں اور کوئی شخص ان کی ادائی سے انکار کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ عثمانی حکومت کے اخباروں کی زبان بندی کرنے سے پہلے ارمنی جرائد ان کے مظالم کی داستانوں سے بھرے ہوئے ہوتے تھے لیکن اگرچہ دیوان نے واقعات کی پردہ پوشی کرنے کی کوشش کی، تاہم ارمنیوں کی مصیبتوں سے تمام لوگ واقف تھے۔ کرد ہمیشہ عیسائیوں کے پہلو کا کانٹا بنے رہے اس لئے کہ ان کو کردوں کی آزادی کا کامل یقین تھا اور وہ جانتے تھے کہ یہ لوگ باب عالی کی خفیہ تدابیر میں جو عیسائیوں سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتی تھی، امداد دیتے ہیں۔ حکومت اساسی ان کی تعداد میں تخفیف کے لئے بہت کچھ کر سکتی تھی۔

۱۸۳۶ء تک کرد باب عالی کے اقتدار سے آزاد تھے۔ کردوں کے سردار باب عالی کے اعلیٰ حکام کے ساتھ مساویانہ برتاؤ کرتے تھے۔ ۱۸۳۶ء میں رشید پاشا نے ٹارس اور گردبن کے کرد سرداروں کو زیر کیا۔ اور ۱۸۴۶ء میں عثمان پاشا کے کردوں کے خلاف حملے کے بعد جس کا نتیجہ بدرخاں اور خان محمود کی شکست پر ہوا کردوں کی بیشتر تعداد نے اطاعت قبول کرلی۔

دوسری مہموں کے ذریعے جن میں خصوصیت کے ساتھ ۱۸۵۱ء، ۱۸۵۹ء، ۱۸۶۵ء اور ۱۸۶۹ء کی مہمیں قابل تذکرہ ہیں تمام کردی قبائل کو بظاہر مطیع کر دیا گیا۔ لیکن ابھی ان کی مخالف فوجوں نے اچھی طرح بیٹھنے بھی نہیں موڑی تھی کہ ان بہانہ جو خانہ بدوشوں نے پھر شورش پیدا کر دی۔ ترکی اور روس کی جنگ کے بعد ان لوگوں نے ترکی افواج کے لئے والنٹیروں کی کثیر تعداد فراہم کی اور احمد مختار پاشا کی قابل جنگ فوجوں کو المضاعف کر دیا۔ جنگ کے ختم ہو جانے کے بعد ان تمام والنٹیروں نے اپنے اپنے قبائل کو واپس جانے کے بجائے، ارمنیوں کے

قتل وغارت کا سلسلہ شروع کر دیا اور اپنی شورش آفریں فطرت کے تقاضے سے مجبور رہ کر، انھوں نے اپنی قدیم خود مختاری کو دوبارہ حاصل کر لینا چاہا۔ پہلی بغاوت کو، جو بدرخاں کے بیٹوں نے اضلاع جزیرہ اور بوہدان میں پھیلائی تھی، ۱۸۴۷ء میں فرو کر دیا گیا۔ ایک دوسری بغاوت کے ۱۸۷۰ء میں فرو کرنے میں، جو شیخ عبید اللہ کے زیر قیادت اباغہ اور حقیاری کے کردوں نے برپا کی تھی، بہت زیادہ دقت اٹھانی پڑی۔ وزیر عدالت جودت پاشا نے شیخ کو اپنی حفاظت میں لے لیا اور وہ بغاوت کا نتیجہ بھگتنے سے بچ گیا۔ ۱۸۸۱ء میں ایرانی صوبہ جات آذربائیجان اور اردوبین کے کرد قبائل ایرانی گورنروں کے مظالم سے تنگ آکر شیخ عبید اللہ کی قیادت میں، جو ایران اور ترکی کو نقصان پہنچا کر اپنے حلقۂ حکومت کو بدل دینا چاہتا تھا، ایک ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے۔ ایک خونیں جنگ میں تباہ ہو کر، جس کے دوران میں ایک مرتبہ خود شاہ ایران کے تخت و تاج کے لالے پڑ گئے تھے، شیخ کو استنبول میں قید کر دیا گیا۔ دو سال کے بعد وہ قید سے نکل بھاگا اور حقیاری پہنچ کر اس نے تمام کردی قبیلوں کو مسلح ہو جانے کی دعوت دے دی۔ مگر اس کو دھوکے سے گرفتار کر کے مدینے میں جلا وطن کر دیا گیا۔ جہاں وہ بہت جلد مر گیا۔ اس وقت پھر کچھ ایسے آثار موجود تھے جن سے پایا جاتا ہے کہ کرد بغاوت کرنا چاہتے ہیں:

سامی گروہ

دروز:۔ وان ہیمر کا خیال ہے کہ دروز قدیم زمانے کے مردی (Mardes) لوگوں کی اولاد ہیں، جو بحر خزر کے شمالی ملکوں میں آباد تھے اور جن کو بازنطینی بادشاہوں نے چھٹی صدی میں شام میں منتقل کر دیا تھا۔ اس امر کا زیادہ امکان ہے کہ وہ کسی ایسے عربی قبیلے کی نسل ہیں، جس نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا اور جس نے مسلمانوں کے حملوں سے عاجز آکر اپنی آزادی کی حفاظت اور اپنے حسب دلخواہ پرستش اختیار کرنے کے لیے لبنان میں پناہ لے لی تھی۔ ان کا اصلی مرکز شوف ہے جو دمشق کے جنوب میں جزین کی طرف ہے۔ وہ شمال میں متن تک، جہاں وہ متولیوں اور مردینوں سے مل جل گئے ہیں، اور مشرق کی طرف انٹی لبنان میں رشیہ سے

بعلبک تک پھیلے ہوئے ہیں۔ ۱۸۶۱ء کی بیاض اصفر میں ان کی تعداد (۶۰،۰۰۰) بتائی گئی ہے، جو اصل تعداد سے بہت کم ہے اور جس میں اشوریوں کو بھی شامل کرنا چاہئے، جو جبل الاعلیٰ کے قریب قارص قلاسی سے قلیس تک پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کی تعداد (۲۰۰،۰۰۰) شمار کی گئی ہے۔

دروز اور اشوریوں کا مذہب ایک راز سربستہ ہے، اس لئے کہ یہ لوگ جس مذہب کے لوگوں سے ملتے جلتے ہیں اپنے کو اسی مذہب کا بتاتے ہیں۔ ترک ان لوگوں کو مسلمان سمجھتے ہیں مگر ان کے پاس ان کو مسلمان سمجھنے کے لئے اس سے زیادہ اور کوئی وجہ نہیں ہے جس کی بناء پر کہ وہ چنغانیوں کو اپنا ہم مذہب تصور کرتے ہیں۔

بیرن دے توت کا بیان ہے کہ: "ان لوگوں میں سے بیشتر تعداد کا جو مذہب ہے اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ یہ کوہستانی باشندے فاطمی خاندان کے خلیفۂ مصر، حاکم بامر اللہ کے مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ دروز نے اس خلیفہ کو اپنا خدا بنا کر صرف اس کے رسول دوزری کا نام قائم رکھا ہے۔ یہ اشتقاق، جو ان لوگوں کی مقدس کتابوں سے کیا گیا ہے، موسیو بیوتزو دے سین پیر کے اس نظریے کو غلط کر دیتا ہے کہ یہ لوگ درِ وز کی اولاد ہیں۔ یہ ابتدا اس قدر مہمل ہے کہ اس پر بحث بھی نہیں کرنی چاہئے۔ خلیفہ حاکم اور اس کا رسول کا مرتبہ بظاہر اس نفرت وحقارت کی وجہ سے بلند ہو گیا ہے، جس سے ان کے پیرو بنی نوع انسان کے مقابلے میں کام لیتے ہیں۔ ان لوگوں میں تین طبقے ہیں۔ مذہبی پیشوا، متبعین اور عام لوگ...... اس فرقے میں جن مذہبی رسموں کی پابندی کی جاتی ہے ان کو ظاہر نہیں ہونے دیا جاتا۔ یہ لوگ اپنی کتابوں اور بالخصوص مذہبی پیشواؤں کی ان کتابوں کی نہایت احتیاط کے ساتھ حفاظت کرتے ہیں، جو اصولی کتابیں ہیں اور ان کو حاصل کرنا قطعی ناممکن ہے"۔

آج بھی باوجودیکہ اس مسئلے پر کتابیں شائع ہو چکی ہیں صرف اتنا ہی علم لوگوں کو حاصل ہو سکا ہے جتنا کہ اس وقت حاصل تھا جبکہ بیرن دے توت نے مذکورۂ بالا الفاظ قلمبند کئے تھے۔

اب رہے اشورمیئن یا نصیریئین تو یہ لوگ اپنے لئے دروز کا نام اختیار کرنے کی خاطر ان دونوں ناموں سے انکار کرتے ہیں۔ "ان میں سے ایک کثیر تعداد سورج کو پوجتی

ہے۔ سورج کے طلوع ہوتے ہی یہ لوگ تین رکوع کرتے ہیں اور بظاہر یہ چاہتے ہیں کہ اپنے
کو پاک کرنے کے لئے آفتاب کی پہلی شعاعوں کو ہاتھوں میں لے کر اپنے جسم پر مل لیں۔
ایک دوسرا فرقہ چاند کی پرستش کرتا ہے۔ یہ لوگ (حضرت) علیؓ ابن ابی طالب کی بھی خاص طور
پر پرستش کرتے ہیں۔ ربانیت علی کے وجود میں آخری مرتبہ اپنا جلوہ دکھا کر غائب ہو گئی اور
آفتاب میں چھپی ہوئی ہے لیکن اب بھی (دنیا میں) اس کا وجود ایک قسم کی شراب میں پایا جاتا
ہے، جس کی اقام عبادت کی تقریبوں میں تطہیر کرتا ہے۔ نیک لوگوں کی روحیں مرنے کے
بعد ستاروں میں چلی جاتی ہیں اور گناہگاروں کی زندہ اجسام میں، جہاں وہ ارتقا کے
مدارج اس وقت تک طے کرتی رہتی ہیں جب تک کہ پاک نہ ہو جائیں اور اس کے بعد
یہ بھی ستاروں میں چلی جاتی ہیں[1]؛

یہ لوگ چار طبقوں پر منقسم ہیں؛ شمسی یعنی سورج کو پوجنے والے؛ قمری یعنی چاند
کی پرستش کرنے والے؛ قلزری اور اشناہ۔ آخر الذکر دو طبقوں کے متعلق کوئی معلومات بہم نہیں
پہنچ سکتی ہے؛

ابتداً یہ لوگ ڈاکو اور قزاق تھے اور ان سے ہر شخص کو خطرہ رہتا تھا لیکن سنہ ۱۸۴۰ء
سے انھوں نے گلہ بانی اور محنت مزدوری کرنا شروع کر دیا ہے؛

عرب:- عرب ولایت ہائے بصرہ؛ بغداد؛ موصل؛ حلب اور شام میں
پھیلے ہوئے ہیں اور عرب کی پوری آبادی انھیں پر مشتمل ہے۔ ان لوگوں کے دو طبقے ہیں؛
ایک جالس عرب اور دوسرے خانہ بدوش عرب یا بدو۔ اصلی اور خالص عربوں کی
تلاش بدوؤں ہی میں کرنی چاہئے۔ بدو ترکوں کے ایسے دشمن ہیں جن سے ان کا کبھی
میل نہیں ہو سکتا۔ اور ہمیشہ پاشاؤں سے برسر جنگ رہتے ہیں۔ ان لوگوں کو اکثر
سزائیں دی جاتی ہیں مگر یہ لوگ کبھی اطاعت نہیں کرتے اور ہمیشہ مسلح رہتے ہیں قافلوں کو پا
تو یہ لوگ لوٹ لیتے ہیں یا ان سے فدیہ طلب کرتے ہیں اور ترکی افواج مستحفظ کو ہمیشہ پریشان
کرتے رہتے ہیں۔ عرب میں ترکوں کا سواحل اور چند قلعہ بند مقامات کے اور کسی جگہ تسلط
نہیں ہے۔ مکہ اور مدینہ کے دروازوں پر بدرقوں کو لوٹ لیا جاتا ہے۔ ہر سال سلطان ان
عربی سرداروں کو پہلے سے زیادہ رقم ادا کرنے پر مجبور رہے۔ یہ لوگ جدہ سے مکہ تک

---

[1] بیرون دے توت تذکرہ۔

راستہ کو مسدود کرتے ہیں تاکہ قافلۂ مبارک کے ہدایا، جو روضۂ اطہر میں پیش کئے جانے والے ہیں، راستہ میں نہ لوٹ لئے جائیں۔

عرب کے باہر خاص خاص قبیلے یہ ہیں:- اہل الجبل حوران میں، حماری شام میں، خالدی عراق میں، موکیفی (Mautipis) بغداد اور بصرہ وغیرہ میں - وہابی جن کی تعداد (۱½) ملین ہے اور جو نجد میں آباد ہیں ترکوں کے اقتدار سے بالکل آزاد ہیں، گو باب عالی ان کے ملک کو سلطانی مقبوضات ہی میں تصور کرتی ہے۔ عربوں کی تعداد لامعلوم ہے۔ ۱۹۰۵ء کی ترکی مردم شماری میں ان کی تعداد طرابولی اور عرب کے اس حصے میں جو سلطان کا مطیع ہے (۷،۳،۰۰،۰۰۰) بتائی گئی ہے۔ اس میں عورتوں کی تعداد شامل نہیں ہے۔

مرونی:- مرونی لبنان کے تمام جنوبی حصے پر طرابولی سے نہر القلب تک، جو بیروت کے شمال میں ہے، قابض ہیں۔ اس شہر کے باہر سعیدہ تک یہ لوگ دروز اور متولیوں سے مل جل گئے ہیں۔ پھر طرابولی اور انطاکیہ کے مابین ان کا ایک علیحدہ گروہ بن گیا ہے، جو دمشق تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ لوگ لبنان کے سب سے قدیم باشندے ہیں۔ آٹھویں صدی کے بعد سے ان لوگوں کا شام کے خونین انقلابوں کے باوجود ایک علیحدہ گروہ قائم رہا ہے اور انھوں نے اپنی خود مختاری اور کیتھولک عقیدے کو برقرار رکھا ہے۔ عثمانی تسلط میں ان کو شاہ فرانس کے زیر حمایت سول اور مذہبی اختیارات خود انتظامی حاصل رہے ہیں۔ صلیبی لڑائیوں میں، جبکہ ان کوہستانی باشندوں نے "باطن میں مذہب اور ظاہر میں آگ سے مسلح ہوکر" فرانسیسی فوجوں کے شریک ہوکر لڑائی لڑی، مرونیوں نے جو خدمتیں انجام دی تھیں ان کے صلے میں سینٹ لوئی نے انھیں ایک منشور عطا کیا تھا (۱۲۵۰ء) جس کی رو سے اس نے اپنے اوپر یہ ذمہ داری لی تھی کہ وہ ان کی ہر موقع پر اسی طرح امداد کرے گا کہ گویا وہ فرانسیسی باشندے ہیں۔ خاندان ولوا اور سب سے زیادہ خاندان بوربن کے زمانے میں فرانسیسی بادشاہوں اور مرونیوں کے دوستانہ تعلقات میں اور بھی اضافہ ہوگیا۔ جب کبھی مرونیوں کو باب عالی کے خلاف کسی قسم کی شکایت کرنے کی ضرورت پیش آئی تو فرانس نے ایسے تمام موقعوں پر ان کے واسطے اور وسیلے کا کام دیا۔ ۱۸۴۲ء میں انھوں نے خاندان شہاب کے استرداد کے متعلق مطالبہ کرنے کے لئے فرانس ہی کو مخاطب کیا تھا اور

اسی طرح سنہ ۱۸۶۰ء میں بھی کشت وخون کے خلاف انھوں نے فرانس ہی سے استمداد کی تھی۔ سنہ ۱۸۶۱ء کی خراب پالیسی کے باوجود جبکہ امپائر نے انگریزوں اور ترکوں کو خوش کرنے کے لئے جوزف کرام قربان کردیا تھا اور سنہ ۱۸۷۰ء کے بعد بھی، جبکہ فرانسیسی قونصل مرونی پادریوں کی زجر و توبیخ میں سرگرم رہتا تھا، شیر یک حال ہوگیا تھا، یہ مرونی ہی تھے، جنھوں نے لبنان اور شام سے فرانسیسی اثر کو مفقود ہو جانے سے باز رکھا۔

لیمارٹین کا بیان ہے کہ "مرونی لوگوں کی مشرق میں ایک علیحدہ قوم ہے۔ ان کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ ایک یوروپین نو آبادی ہے، جو کسی حادثے کی بنا پر ریگستان کے وسط میں واقع ہوگئی ہے۔ ایسی صورت میں کہ ان کے گرد وپیش کی تمام چیزیں انحطاط یا ضعف کی بنا پر تباہ ہو رہی ہیں صرف یہی لوگ ایسے ہیں کہ جو روز بروز جوان سے جوان تر بنتے جارہے ہیں اور جن میں نئی توانائی اور قوت پیدا ہو رہی ہے۔ جب شام ویران ہو جائیگا تو یہ لوگ پہاڑوں سے میدانوں میں اتر آئیں گے، تجارتی شہر سمندر کے قریب آباد کرینگے؛ ان زرخیز میدانوں میں کاشت کریں گے جہاں آج صرف گیدڑ اور ہرن رہتے ہیں اور اس ملک میں جہاں پرانی سلطنت تباہ ہو جائے گی ایک نئی حکومت قائم کرلیں گے۔۔۔۔۔ اگر اس خیال کو عملی جامہ پہنا دیا گیا تو اس سے خود یورپ کو فائدہ پہنچے گا اور یہ ایک پہلے ہی تیار نو آبادی کی حیثیت رکھے گی جس پر یورپ کو اس خوبصورت ملک میں اقتدار حاصل ہوگا۔ اس کا مستقبل مصر سے بھی زیادہ عظیم الشان ہے۔ مصر میں صرف ایک شخص تھا، لبنان میں ایک قوم ہے"۔

مرونیوں کی تعداد سلطنت کی دوسری قوموں کی طرح مختلف بتائی گئی ہے۔ یہ لوگ پانچ لاکھ سے ۲۰ لاکھ تک بتائے جاتے ہیں۔ ان لوگوں کا ایک علیحدہ فرقہ ہے، جس پر ایک بطریق، بطریق انطاکیہ کے نام سے حکمراں ہے اور آٹھ بشپ یا آرک بشپ اس کے ماتحت ہیں۔ بطریق کا انتخاب اسقف کرتے ہیں اور روما سے اس کے متعلق منظوری صادر ہوتی ہے۔ اب رہے اسقف تو ان کا انتخاب ہر گرجے کے تین امیدواروں کی فہرست سے بطریق کرتا ہے اور یہ لوگ پادریوں اور مشاہیر میں سے منتخب کئے جاتے ہیں۔ سیکولر پادری اور پجاری شادیاں کرتے ہیں۔ مرونی پادریوں نے ہمیشہ سے تمام قسم کی نیکیوں کی ایک مثال قائم کی ہے۔ "اگر کوئی شخص اس عیسائیت کو دیکھنا

چاہیے، جس کا کہ ابتدائی زمانے میں تصور قائم کیا گیا تھا اور اگر کوئی شخص اس امر کا خواہاں ہے کہ اس سچے مذہب کی سادگی اور گرم جوشی؛ رہبوں کی پاکیزگی؛ منتظمین خیرات کی بے لوثی؛ بغیر کسی بدعنوانی کے مرشدانہ اثرات کی ہمہ گیری۔ اقتدار بلا تسلط؛ گداگری سے آزاد مفلسی؛ غرور سے بے تعلق خودداری؛ زہد؛ پاکبازی؛ شب بیداری؛ اور عبادت و اعمال کا تماشا دیکھے تو اس کو مرونیوں کے پاس جانا چاہیے۔ سخت سے سخت فلاسفر کو بھی پادریوں کی خانگی اور پبلک زندگی میں اصلاح کرنے کا کوئی موقع نہیں مل سکتا۔ یہ پادری لوگوں کے لئے نمونہ؛ مشیر اور خادموں کا کام دیتے ہیں؛

متولی:۔ یہ قوم، جس کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ فاطمی فتوحات کے بعد شام کو چلی گئی تھی، ابتداً وادی بعلبک پر قابض تھی۔ یہاں سے یہ لوگ ٹمن اور جزین کے اضلاع اور صور اور اربل کی وادیوں میں پھیل گئے اور کچھ لوگ بکعہ کے میدان کی طرف چلے گئے۔ ان کی تعداد تقریباً (۳۰،۰۰۰) ہے؛

اسماعیلی: یہ ان لوگوں کے پانچسو یا چھ سو خاندان جبل القدموس (Kadmus) اور جبل الراشوت (Irashout) میں آباد ہیں؛ جو نصیری دروز کے قریب لطاکیہ (Latakieh) سے ایک دن کی مسافت پر واقع ہیں۔ یہ لوگ قدیم زمانے کے حشیشین کے آخری نام لیوا ہیں، جو صلیبی لڑائیوں کی تاریخ میں قاتلوں کے نام سے مشہور رہیں اور جن کا تاتاریوں نے استیصال کیا تھا؛ جبل القدموس کے مشرق میں ایک چھوٹی سی قوم اور آباد ہے، جس کو قدامس کہتے ہیں۔ یہ لوگ مشرک ہیں اور عورتوں کی پرستش کرتے ہیں؛

یزیدی:۔ فان ہیمر نے یزیدیوں کو کردی الاصل بتایا ہے گر یہ لوگ یقیناً عربی الاصل ہیں۔ یہ لوگ سنجار میں آباد ہیں، جو عراقی ریگستان کے وسط میں موصل اور نصیبین (Nissebin) کے بیچ میں ایک پہاڑی علاقہ ہے۔ یہ لوگ زرتشتی مذہب کے پیرو ہیں، ان میں کچھ مانویہ مذہب کے لوگ بھی ہیں۔ اور مسلمانوں کی مذہبی تعلیم سے بچنے کے لئے پہاڑوں میں بھاگ آئے ہیں۔ ۱۸۳۷ء تک یہ لوگ خودمختار رہے اس کے بعد انھوں نے باب عالی کی اطاعت قبول کر لی مگر اپنے خاص قوانین اور سرداروں کو برقرار رکھا۔ ان کی تعداد تقریباً (۲۰،۰۰۰) ہے[1]؛

[1] Borce: Corrospondence & Memoirs of an Eastern traveller.

کلدانی یا شامی :- یہ دونوں قومیں زمانۂ قدیم کی اس جنگجو قوم سے تعلق رکھتی ہیں، جس نے بابل اور نینوا کو آباد کیا تھا اور کسریٰ کی فتوحات سے قبل تمام مغربی ایشیا پر حکمراں تھی۔ پہاڑوں کی طرف ہٹ کر کلدانیوں نے اب تک اپنی جنگجو اور وحشی فطرت کو بدلا نہیں ہے اور شامیوں نے یونانیوں اور رومیوں کے تسلط میں ایک قابل تذکرہ مذاق تہذیب کا اظہار کیا ہے مگر یہ لوگ نازک مزاج واقع ہوئے ہیں۔ کلدانیوں کے پاس تمام قسم کے ہتھیار موجود ہیں۔ ان کی زندگی لڑائی پر بسر ہوتی ہے اور وہ موت کے خوف سے ناواقف ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان قبائل نے اپنے پہاڑوں کی پناہ میں اپنی خودمختاری کو اب تک برقرار رکھا ہے۔ میدانوں کے باشندے زراعت کرتے ہیں۔ یہ لوگ آرام کی زندگی بسر کرنے کے عادی ہیں اور اپنے محاصل وقت پر ادا کرتے ہیں۔ ان کو ترک رعایا کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور دوسروں کو وہ اسی نام سے پکارتے ہیں جس سے کہ کردوں کو یعنی ان کے علاوہ باقی لوگوں کو اخریت (acherete) (جو اخریت بمعنی خراج کا مشتق ہے) کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ نسطوری مذہب کے پابند ہیں، جس میں حضرت عیسیٰ سے دو شخصیتیں منسوب کی جاتی ہیں۔ ان کا بطریق کوہانی (Kouhanne) میں رہتا ہے۔ دیوانی معاملات میں وہ ارمنیہ کے گرجستانی بطریق کے تابع ہیں۔

۱۸۹۲ء میں بیوفاس (Beauvais) کے مذہبی حلقے کے اخبار نے بریط (Beryte) کے اسقف اعظم، ام مان تیٹی، ایرانی کلیسائی وفد کے ایک خط کی بناء پر یہ اعلان کیا کہ کلدانی بطریق نے کیتھولک مذہب اختیار کر لیا ہے۔ اس واقعے کے ایک ماہ قبل اس نے کلدانی یونیٹیٹ آرک بشپ آف ارمیہ، ام اندن کے مواجہ سے شرک سے توبہ کی تھی۔ اس بطریقی خط میں یہ پیشین گوئی کی گئی تھی کہ یہ تمام قبیلہ عنقریب تبدیل مذہب کرے گا۔ یہ توقع بہرحال پوری نہیں ہوئی۔ صرف بطریق ہی نے شرک سے توبہ کی ہے اور نسطوری اسی طرح اپنے عقیدے پر قائم ہیں۔

شامی بھی، جن کو جیکب لنگاتی کے نام سے، جس نے ان لوگوں کو یوٹی کینز کے ملحدانہ مذہب میں تبدیل کیا تھا (۵۴۱-۵۷۸ء) جیکوبی بھی کہا جاتا ہے، اسی طرح دنیوی حیثیت سے ارمنی بطریق کے ماتحت ہیں۔ ۱۸۷۳ء میں جیکوبی بطریق ام بدراتہ نے باب عالی سے ایک فرمان تقرر حاصل کر لیا، جس کی بناء پر جیکوبی کلیسا کو سول حیثیت

حاصل ہوگئی ، لیکن اس کے پیروؤں کی ایک کثیر تعداد نے اس کو تسلیم نہیں کیا - یہ بطریق مردان کے قریب خانقاہِ زیران میں رہتا ہے ؛

یہود :- ان لوگوں کی سلطنت عثمانیہ میں سکونت کا پتہ اس وقت سے چلتا ہے جب سے کہ یہ لوگ فلپ دوم اور فلپ سوم کے عہد میں ہسپانیہ اور پرتگال سے نکالے گئے تھے - عام طور پر یہی کہا جاتا ہے کہ چارلس پانزدہم کا یہ فعل اس حیثیت سے ہسپانیہ کے زوال کا باعث تھا کہ ان لوگوں کے اخراج سے یہاں کی صنعت و حرفت تباہ ہوگئی - لیکن اسرائیلیوں نے ترکی میں پناہ لے کر صنعت و حرفت میں کوئی ترقی نہیں کی - یہ لوگ مزدور نہیں بلکہ مفت خورے بنے رہے ہیں - یہ لوگ چار گروہوں میں منقسم ہیں :- (۱) تالمودی (Talmudigts) جو تعداد بے انتہا ہے - (۲) مامین (Mamins) یہ لوگ سات یا آٹھ ہزار کے قریب ہیں اور خاص طور پر سالونیکا میں آباد ہیں - بظاہر یہ لوگ اسی طرح اسلام کے پابند ہیں ، جس طرح کہ ان کے آباؤ اجداد ہسپانیہ میں عیسائیت کا دعویٰ کرتے تھے - (۳) قرائطی (Caraites) جن کی تعداد تقریباً ایک ہزار ہے - یہ لوگ تلمودی اور ربانی قوانین کو تسلیم نہیں کرتے اور صرف انجیل کو مانتے ہیں ؛

فرقۂ یہود کے سردار ، خاخم باشی کی امداد کے لئے دو کونسلیں ہیں - ان میں سے پہلی کونسل مذہبی قانون کی ، جو ترکوں کی طرح دیوانی قانون سے خلط ملط ہے ، حفاظت کرتی ہے اور دوسری کا تعلق مالیات سے ہے اور عدالت صلح کی بھی حیثیت رکھتی ہے - فرقۂ یہود میں ربیوں کو کامل اقتدار حاصل ہے اور وہ لوگوں پر نہایت ہی شدید ظلم کرتے ہیں - یونانی اسقفوں کی اپنے معتقدین سے زیادہ ستمانیاں ان کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں بالخصوص اس لئے کہ ربی صرف ایسے غریب اور مفلس لوگوں ہی کو لوٹتے ہیں جو اپنی روزی بھی مشکل سے پیدا کر سکتے ہیں - لیوانٹ کے یہودیوں کے حالات میں ایک نہایت ہی عجیب و غریب کتاب لکھی جا سکتی ہے - ان لوگوں کی زبان قدیم زمانے کی بگڑی ہوئی ہسپانوی زبان ہے ؛

بائیسواں باب

نظم و نسق

حکومت اور نظم و نسق ۔ حدود نظم و نسق ۔ رعایت یافتہ صوبجات ۔ زیتون ۔ کوزن ۔ لبنان ۔ ممالکِ خراج گزار مصر ۔ بیماس ۔
مالیات ۔ قرضۂ عامہ ۔ عارضی قرضہ ۔ جمع و خرچ ۔ محاصلِ دربارۂ قرض عامہ عثمانی ۔ شاہی تمباکو (Regie) اور تجارتِ ممنوعہ ۔ جندرمہ ۔
عدالت ۔ تعلیمات ۔ مختلف تعلیم ۔ مدرسۂ قوقانیہ غلطہ سرائے ۔ فرانسیسی مدارس ۔ آزادی تعلیم ۔

حکومت اور نظم و نسق

معزولی عبدالحمید کے بعد ہی ترکی میں نیا بنتی دور شروع ہوتا ہے چنانچہ جب دستور مدحت پاشا کے متعلق عام خیال یہ تھا کہ اس کی جڑیں مضبوط ہوگئیں اور جبکہ پارلیمنٹ کا پہلا انیا

اجلاس ہوا تھا اس وقت بھی سلطان کے اختیارات غیر محدود تھے۔ آج یہ حالت نہیں ہے۔ تمام ترکی میں پارلیمنٹ کا تسلط ہے۔

۱۸۷۶ء کے دستور کی جو ۲۳ جولائی ۱۹۰۸ء کے انقلاب سے دوبارہ وجود میں آیا تھا پارلیمنٹ نے جون ۱۹۰۹ء میں ترمیم کی تھی لیکن پارلیمنٹ کی یہ تجاویز ابھی مجلسِ اعیان کے زیرِ غور تھیں کہ اس اثناء میں پارلیمنٹ برخواست کر دی گئی اور اس کی اکثر تجاویز قبول نہ ہوئیں چنانچہ ایک تجویز مجلسِ اعیان میں سوال کرنے کے حق سے محرومی کی تھی لیکن ۱۸ ڈسمبر ۱۹۰۹ء کے اجلاس میں نئے دستوری قانون میں ایک دفعہ کا اضافہ کیا گیا جس کی رو سے مجلسِ اعیان کو یہ اختیار حاصل ہو گیا۔

سلطان مملکتِ عثمانیہ کا بادشاہ اور خلیفۃ المسلمین تھا۔ وہی شخص سلطان بننے کا مستحق ہو سکتا تھا جو خاندانِ عثمان کا سب سے بڑا شہزادہ ہوتا تھا۔ یہ پابندی زمانۂ قدیم کے احکام کے مطابق تھی (یہ دستور ۱۸۷۶ء کی تیسری دفعہ تھی جو ترمیم کے بعد بھی قائم رہی اور دفعہ (۴) بن گئی۔

تخت نشینی پر سلطان کے لئے لازم تھا کہ وہ پارلیمنٹ جائے اور شریعت اور دستور کے احکام پر عمل پیرا اور قوم و ملک سے وفادار رہنے کی قسم کھائے۔ اگر زمانۂ تخت نشینی میں پارلیمنٹ کھلی نہ رہے تو پارلیمنٹ کے اجلاس ہونے پر اسے یہ قسم کھانی ہوگی (اضافہ در ترمیم)

دستور کی دفعہ ۵ میں لکھا تھا۔ "اعلیحضرت بغیر ذمہ دار ہیں اور ان کی ذات محترم ہے"۔ ترمیم کی دفعہ ۶ میں یہ دفعہ اس طور پر رکھی گئی۔ "مسندِ خلافت اور اس کے شاہانہ اختیارات ناقابلِ تغیر اور مقدس رہیں گے۔ امورِ مملکت کی ذمہ داری وزراء پر رہے گی۔

دستور مرمہ کی آٹھویں دفعہ سے جو دستورِ قدیم کی ساتویں دفعہ کے معاوضے میں تھی سلطانی اختیارات کی اس طرح تشریح کی گئی تھی۔ "اسے تمام قسم کے قوانین کی ہدایت کا حق رہے گا۔ صدر اعظم کا وہی انتخاب کرے گا۔ یہ انتخاب پارلیمنٹ کے اطمینان کے موافق ہوگا۔ اور باستثنائے شیخ الاسلام جسے وہ خود مامور کرے گا دیگر وزراء کے اختیارات کی منظوری جنھیں صدر اعظم نامزد کرے گا اس سے لی جائے گی۔ وہ فوجی خدمات عطا کرے گا۔ امتیازی صوبوں کے سرداروں کی تولیت بحیثیت عطائے اختیارات اس کی ہی طرف سے عمل میں آئے گی۔ وہی سکہ جاری کرے گا۔ مساجد میں اسی کے نام

کا خطبہ پڑھا جائے گا۔ اسے ہی معاہدات صلح و تجارت، سپردگی و تبادلہ ممالک سلطنت کا اختیار ہوگا۔ وہ معاہدات بھی اسی کی طرف سے ہوں گے جو عثمانیوں کے اساسی اور شخصی حقوق سے متعلق ہوں اور ان معاہدات میں بھی وہ حصہ لے گا جو اخراجات ملکی پر مشتمل ہوں بشرطیکہ پارلیمنٹ ایسے معاہدات کو منظور کرے۔ وہ جنگ کی منظوری دے گا۔ بحری اور بری فوجوں کی سرداری وہی کرے گا۔ احکام و قانون شریعت کی تعمیل وہی کرائے گا۔ ملکی نظم و نسق کے قواعد اسی کی طرف سے مرتب ہوں گے۔ پارلیمنٹ کی منظوری پر عدالت ہائے فوجداری کی سزاؤں میں کمی بیشی اور معافی اسی کی جانب سے عمل میں آئے گی۔ سیاسی مجرموں کو بھی وہی معاف کرے گا۔ دستور کے مقرر کردہ اوقات میں وہی پارلیمنٹ کا افتتاح اور اسے برخواست کرے گا۔ اگر کوئی غیر معمولی ضرورت پیش آئے تو وہ پارلیمنٹ کا قبل از وقت اجلاس مقرر کرے گا۔ اور ایسی ہی ضرورت اگر واقع ہو تو وہ پارلیمنٹ کو قبل از وقت برخواست کر دے گا۔ بشرطیکہ جدید انتخابات تین ماہ کے اندر عمل میں آئیں۔"

بادشاہ کا سرکاری خطاب "پادشاہ ہے"۔ لفظ "خان" جو نام کے بعد آتا ہے اور تاتاری زبان کا لفظ ہے اعلیٰ اور مقتدر حاکم کا مفہوم ادا کرتا ہے سلطان کا خطاب جو پہلے تمام ارکان خاندان شاہی کے لئے عام تھا اب صرف پادشاہ اور اس کی اولاد کے لئے مخصوص رہے گا۔

دستور میں شخصی آزادی کی صیانت کا بھی اعلان تھا۔ طبع اول میں لکھا تھا "بغیر جواز قانون نہ کسی شخص کو گرفتار کیا جائے گا اور نہ اسے کسی قسم کی سزا دی جائے گی ......" ترمیم شدہ قانون میں "بغیر جواز شریعت" کے الفاظ بڑھائے گئے تھے۔ یہ اضافہ ۱۳ اپریل کی بغاوت کا نتیجہ تھا۔ مختلف مذہبی فرقوں کو جو امتیازی حقوق دئے گئے تھے وہ علیٰ حالہ باقی ہیں۔[۵]

اخبارات کو قانونی حدود تک آزادی ہے اور وہ کسی طرح سنسر کے تحت نہیں آسکتے۔

۵۔ پارلیمنٹ میں اس بارے میں بہت کچھ مخالفت ہوئی۔ بریں ہم یہ تجویز دولت کے غلبے سے جو ترمیم دستور کے لئے ضروری تھا منظور کی گئی۔

ترک قانونی حدود تک جلسے منعقد کر سکتے ہیں اور اسی طرح انہیں درخواست دینے کی بھی اجازت تھی۔

تعلیمی آزادی ہے۔ "تمام مدارس سلطنت کی نگرانی میں رہیں گے۔ تمام عثمانیوں کے لئے ایک ہی قسم کی تعلیم کے دیئے جانے کی تدبیروں پر غور کیا جائے گا لیکن اس سے مختلف فرقوں کی مذہبی تعلیم پر اثر نہ پڑے گا" (دفعہ ۱۶ دستور ۱۸۷۶ء جو ترمیم کی اسکیم میں دفعہ ۱۸ رہ گئی) اس دفعہ پر استنباط کر کے حکومت نے غیر مسلم فرقوں کے مذہبی مدارس کو بند اور ان کی جگہ سرکاری مدارس قائم کرنے کی کوشش کی۔ قانون کے آگے تمام عثمانی برابر ہیں۔ حقوق و فرائض میں کسی قسم کا امتیاز نہیں لیکن ملکی خدمات کے حصول کے لئے ترکی زبان سے واقفیت ضروری ہے۔

جائداد منقولہ وغیر منقولہ مکفول ہے۔ مکان کو کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ ضبطی اسباب، جبری محنت، جرمانے، سزا دے کر دریافت کرنا اور تکلیف وہ سزا ممنوع ہے۔

جیساکہ اوپر ذکر ہو چکا سلطان کے اختیارات میں صدراعظم اور شیخ الاسلام کا تقرر ہے۔ دستور کی دفعہ ۲۷ میں لکھا تھا کہ "دیگر وزرا کا تقرر بذریعہ فرمان سلطانی (ارادہ) ہوگا۔" دستور مرممہ کی دفعہ ۲۹ میں اس کی اصلاح اس طرح پر ہوئی ہے "صدراعظم وزراء کا انتخاب کرے گا اور بذریعہ فرمان سلطانی (آئریڈ) وہ مامور کئے جائیں گے۔"

جب مدحت پاشا کے بنائے ہوئے دستور کا دوبارہ نفاذ ہوا تو اخبارات نے عہدہ صدارت عظمیٰ کی موقوفی اور اس کی بجائے وزارت اول قائم کرنے کا مسئلہ چھیڑا۔ ان کی کوشش بارآور نہ ہوئی لیکن یہ جھگڑا محض تبدیلی الفاظ کا نہ تھا۔ بلکہ دستوری اصول کی تعمیل کے لئے تھا اور اس لحاظ سے اس تبدیلی کی معقول وجہ بھی تھی۔ ۱۸۷۸ء میں صدراعظم کی خدمت موقوف اور اس کی جگہ احمد وافق پاشا وزیر اول بنایا گیا لیکن جب پارلیمنٹ کا سابق صدر نشین (احمد وافق بے) معزول ہوا تو صدراعظم کی خدمت بدستور قائم ہوگئی۔

وزارت کے اس درہم برہم ہونے کے بعد جبکہ صدراعظم خیرالدین پاشا کی معزولی واقع ہوئی صدراعظم کی موقوفی کا نظریہ دوبارہ کامیاب ہوا۔ (جولائی ۱۸۷۹ء) آخر اس طرح قائم، موقوف اور پھر قائم ہو کر وزیر اول کا عہدہ ۲ر دسمبر ۱۸۸۲ء کو احمد وافق پاشا کی آخری وزارت کے بعد جو صرف دو دن ہی رہی یک لخت اٹھا دیا گیا۔ سرسری نظر میں تو یہ ایک لچر سا سوال معلوم ہوتا ہے کیونکہ ترکی ایک مطلق العنان اور مذہبی سلطنت ہے اس لحاظ سے یہ بحث

فضول ہے کہ حکومت سلطانی کا صدر رصدر اعظم کہلائے یا وزیر اول لیکن بات یہ تھی کہ صدر اعظم صرف بادشاہ کو جواب دہ تھا اور بادشاہ جواب دہ تھا خدا کو جس کا اس زمین پر وہ نائب تھا۔ صدر اعظم کی بجائے وزیر اعظم کو مقرر کرنے کی صورت میں دستور کے وہ الفاظ جن سے سلطان کو صدر اعظم کے تقرر کا اختیار حاصل تھا باقی نہ رہتے تھے۔ چونکہ پارلیمنٹ باقی نہیں رہی تھی اس لئے وزرا براہ راست قوم کے سامنے ذمہ دار گردانے گئے تھے۔ قانون اساسی کی ترمیم کے بعد وزرا کی ذمہ داری کو صاف طور پر ظاہر کر دیا گیا۔ اس بارے میں سابق کی دفعہ ۳۰ مبہم تھی۔ "وزرا اپنے افعال و کردار کے ذمہ دار ہیں"۔ ترمیم کے الفاظ یہ تھے۔ "حکومت کی عام پالیسی کے وزرا مجموعی طور پر پارلیمنٹ کے جواب دہ ہیں۔ ہر وزیر اپنے صیغے کی کارروائی کا پارلیمنٹ کو جواب دے گا۔ وہ اس ذمہ داری کو شاہی حکم کے محاذی دستخط کرتے وقت قبول کرتا ہے"۔ (دفعہ ۳۰)

ایک اہم ترین ترمیم برخواست پارلیمنٹ کی تھی پینتیسویں[۳۵] دفعہ میں یہ شرط تھی کہ جب پارلیمنٹ کسی ایسے قانون کو جو مجلس اعیان کا مجوزہ ہو اور جس پر مجلس اعیان کو اصرار ہو نا منظور کرے تو سلطان تبدیلی مجلس وزارت کا حکم دے گا یا بصورت دیگر برخواست پارلیمنٹ کا۔ مرمہ دستور کی دفعہ ۳۷ میں لکھا تھا کہ

"اگر پارلیمنٹ ایک خاص ووٹ کے ذریعے اس مسودۂ قانون کو نامنظور کرے جس کی منظوری کو مجلس وزارت ضروری سمجھتی ہے اور جس کے منظور کئے جانے پر وہ مصر ہے تو ایسی صورت میں مجلس وزرا کو چاہیئے کہ پارلیمنٹ کی تجویز کو قبول کرلے یا نہیں تو مستعفی ہو جائے مستعفی ہونے کی صورت میں جو نئی مجلس وزرا قائم ہو گی اگر وہ بھی اپنے پیشرو کے مطابق اس مسودۂ قانون کے منظور کئے جانے پر اصرار اور پارلیمنٹ بدستور انکار کرے تو اعلیحضرت سلطان المعظم اپنے اختیارات کو کام میں لا کر تبدیلی مجلس وزرا کا حکم دیں گے یا برخواستِ پارلیمنٹ کا۔ مگر پارلیمنٹ ایسی صورت میں برخواست ہو گی جبکہ سینیٹ کے دو ثلث ارکان کو سلطان سے اتفاق ہو اور جبکہ نمایندوں کے جدید انتخابات قانون کی مقررہ مدت میں عمل میں آئیں۔ اگر جدید پارلیمنٹ اپنی پیش رو پارلیمنٹ سے اتفاق کرے تو اس فیصلے کو بے چون و چرا قبول کرنا ہو گا۔"

اس ابہام کو دور کرنے کے لئے جسے کامل پاشا نے ۱۳ فروری کو پیدا کرنا چاہا تھا

قانون مرمہ کی دفعہ ۴۰ میں دستور کی دفعہ ۳۸ کو علیٰ حالہ رکھکر حسب ذیل فقرہ ایزاد کیا گیا تھا۔ "اگر استیضاح کے بعد ارکان غلبہ آرا سے نفرین کا ووٹ دیں تو وزیر معزول ہوگا۔ اگر یہ ووٹ صدرِ اعظم کی نفرین پر ہو، تو پوری مجلس وزرا برخواست کر دی جائے گی۔"

مجوزہ ترمیم کی دفعہ ۵۶ مثل دستور ۱۸۷۶ء کی دفعہ ۵۴ کے سلطان کے حق نامنظوری کو تسلیم کرتی ہے۔ سلطان کو اختیار رہے کہ مسودۂ قانون کو نامنظور کر دے لیکن اس فیصلے پر دو ماہ کے اندر غور کر لینا ہوگا۔

قومی نیابت کی دو مجلسیں ہیں ایک مجلس امرا یا سینیٹ دوسری مجلس نمایندگان یا پارلیمنٹ۔ ان ہر دو مجلسوں کے اجلاس دعوت اجتماعی کے بعد ۱۴ نومبر کو شروع ہوتے تھے اور ۱۔۱۴ مارچ کو ختم ہوتے تھے۔ دفعہ ۴۳ سے ترمیم یہ کی گئی تھی کہ ہر دو مجلسیں بغیر دعوت اجتماعی دیئے جانے کے ۱۔۱۴ اکتوبر کو شروع ہو جائیں اور ۱۔۱۴ جون کو ختم ہوں۔

ابتداءً ارکان مجلس وزرا کا انتخاب راست احکام سلطانی سے ہوتا تھا۔ اور ان کی تعداد ارکان پارلیمنٹ کے ایک ثلث حصے سے بڑھ نہ سکتی تھی۔ مجوزہ ترمیم سے ایک ثلث ارکان کا تقرر سلطان کی طرف سے عمل میں آئے گا باقی دو ثلث کمیشن کے تجویز کردہ طریقے پر منتخب کئے جائیں گے ارکانِ پارلیمنٹ اب ارکان مجلس اعیان کا انتخاب نہیں کر سکتے۔ رکنیت سینیٹ کے لئے چالیس سال کی عمر ضروری ہے نیز انتظامی، عدالتی یا فوجی خدمات کو امیدوار نے خاص امتیاز کے ساتھ انجام دیا ہو یا ایسی خوبیاں رکھتا ہو جو ایک رکن مجلس اعیان کے لئے ضروری ہیں اور عوام کو اس پر اعتماد بھی ہو۔ مدت نشست نو سال ہے۔ ہر تیسرے سال ایک ثلث ارکان کی تجدید ہوتی ہے۔ کابینہ کو قانون نافذ کرنے کا حق ہے لیکن قانون مرمہ کی رو سے سوال کرنے کا اب اسے حق حاصل نہیں رہا۔

پارلیمنٹ کے لئے پچاس ہزار باشندگان ذکور سے ایک نمایندہ انتخاب کیا جاتا ہے۔ طریق انتخاب ایک خاص قانون کی رو سے متعین کیا جائے گا حسب ذیل اشخاص انتخاب سے باہر ہیں جو ممالک غیر میں برسر خدمت اور خاص قواعد کے زیر اثر امتیازی حقوق رکھتے ہیں۔ جنھیں ترکی لکھنا پڑھنا نہیں آتا۔ جن کی عمر تیس سال کے اندر ہے۔ وہ یونانی جو کسی کے ملازم ہیں۔ دیوالیہ شدہ۔ بدمعاش۔ جو غیر ملک کے شہری ہوں وغیرہ وغیرہ۔ مدت نشست چار سال ہے۔ سابق میں میر مجلس اور دو نائب میر مجلس کی خدمت کے لئے تین تین

امیدوار ارکانِ پارلیمنٹ کی طرف سے انتخاب کرلئے جاتے تھے اور پھر ان امیدواروں میں سے سلطان متذکرہ عہدہ داروں کا انتخاب کرتا تھا۔ قانون مرمہ سے ارکان بھی غلبۂ آراسے ان کا انتخاب کرسکتے تھے چنانچہ نومبر ۱۹۰۸ء کی نشست پارلیمنٹ میں اسی طریقے پر عمل کیا گیا حالانکہ قانون مرمہ پر ابھی سلطان کے دستخط نہ ہوئے تھے اور سینیٹ نے بھی منظور نہ کیا تھا۔ حسب ذیل شرائط سے دستور کی ترمیم کی جاسکتی تھی۔ تجویز ترمیم کے لئے ضروری تھا کہ وہ پہلے پارلیمنٹ میں پیش کی جائے۔ اگر پارلیمنٹ کے دوثلث ارکان غلبۂ آراسے اس تجویز کو منظور کرلیں تو وہ مجلس اعیان میں پیش کی جائیگی۔ اگر مجلس اعیان بھی اس کو منظور کرلے تو منظوری کے لئے پیشگاہ سلطانی میں گزرانی جائے گی۔

سابق میں صدرِ اعظم، شیخ الاسلام، وزرا، مشیر یا مددگار وزیر سلطنت میر مجلس و نائب میر مجلس کونسل آف اسٹیٹ (مجلس حل وعقد) صدر ناظم محصول بلاواسطہ، ناظم سجلا، پریفکٹ قسطنطنیہ، اور چار ارکان مجالس اعلیٰ "مجلس خاص" کے رکن ہوتے تھے۔ اراکین وکلائے سلطنت، نمایندگان اعلیٰ اور ارکان پرائویٹ کونسل کے نام سے موسوم تھے۔ اس مجلس خاص کو دیوان کہتے تھے۔ خاص حالات میں غیر معمولی دیوان کا اجلاس منعقد کیا جاتا تھا جس میں تمام وزرا اور وزرائے سابق، اعلیٰ افسرانِ فوجی، اور افسران سول جو مشیر کی حیثیت کے ہوتے تھے۔ عہدہ داران انتظام مملکت اور خاص خاص علماد موجود رہتے تھے۔ دستوری حکومت کے بعد دیوان کا وجود باقی نہ رہا۔ ۱۸۸۲ء میں مجلس اصلاحات کو جو عبدالعزیز کے زمانے سے قائم تھی۔ اصلاحی کمیشن سے بدل دیا گیا۔ اس کمیشن کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ پہلے کو کمیشن اصلاحات علّی کہتے تھے۔ اس کے تفویض چندرمہ کی ترتیب اور عہدہ داران سلطنت کی تنخواہ وقت پر تقسیم کرنے کا انتظام تھا۔ دوسرے کو "کمیشن تعمیرات" کہتے تھے۔ شاہراہیں، نہریں اور ریلوے قائم کرنے کا کام اس کمیشن کے سپرد تھا۔ لیکن ان دونوں کمیشنوں کا وجود بیکار تھا اور انھوں نے خصوصاً کمیشن اول نے کوئی کام پبلک کی توجہ کے قابل نہ کیا۔ ۲۴ جولائی ۱۹۰۸ء کے انقلاب سے پیشتر ہی وہ معطل تھے۔

آئین دور قدیم میں صرف کونسل آف اسٹیٹ (مجلس مملکت) ہی باقی رہی ۱۸۶۸ء میں یہ فرانسیسی طرز پر قائم اور اس کی پانچ شاخیں کی گئی تھیں۔

مختلف تبدیلیوں کے بعد ۱۸۶۸ء میں دوبارہ مرتب ہوئی اور اس کی صرف تین شاخیں رکھی گئیں ۔ عہد عبدالحمید میں ان کو بڑھا کر سات کر دیا گیا جو حسب ذیل تھیں ۔ واضع قانون، دیوانی، مالیاتی، عدالت مرافعہ، صدر عدالت العالیہ مجلس جواز عدالت مواخذہ ماقبل تین صیغوں کے ارکان کی تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی تھی ۔ عدالت مرافعہ میں چھ ارکان تھے جو ممبران کونسل سے انتخاب کئے جاتے تھے ۔ صدر عدالت العالیہ میں برائے نام ۲۱ ارکین اور دو مددگار تھے جو مواخذہ میں ہی حصہ لیتے تھے اور نہ مرافعہ میں ۔ اس کا صدر نشین خود مجلس مملکت کا صدر نشین ہوتا تھا ۔ مجلس جواز کا کام عدالت ہائے دیوانی اور صوبجات کی انتظامی کونسلوں کے جھگڑوں کا تصفیہ تھا ۔ مجلس مملکت کا صدر نشین اس کا بھی صدر نشین ہوتا تھا ۔ اور تین ارکین مجلس مملکت کے اور تین ارکین صدر عدالت العالیہ کے اس کے ممبر ہوتے تھے ۔ عدالت مواخذہ میں تین رکن اور ایک مددگار تھا ۔ انقلاب جولائی ۱۹۰۸ء کے وقت مجلس مملکت میں ایک پریزیڈنٹ، پانچ نائب پریزیڈنٹ، ایک صدر معتمد، چونتیس ممبران کونسل، مختلف طبقوں کے انیس مددگار، تین سرکاری وکیل، اور تین قائم مقام اور ایک مفتش مجسٹریٹ تھا ۔

نئے دور میں افسروں کی تخفیف جب ہوئی تو مجلس مملکت میں بھی تخفیف کی گئی چنانچہ حسب ذیل افسر بحال رکھے گئے ۔ ایک پریزیڈنٹ اور ایک معتمد، ۱۰ ممبر وضع قوانین، دیوانی اور مالیاتی صیغوں کے لئے، تین پریزیڈنٹ صدر عدالت العالیہ، عدالت مرافعہ اور تحتی عدالتوں کے لئے ۔

جنگ، توپخانہ، انجینئرنگ، تعلیمات، محاسبی، تجارت، زراعت، تعمیرات، پولیس، محصول بلاواسطہ، ڈاک تلغراف، حفظان صحت کے لئے جو خاص مجلس وزارت و انتظام مملکت تھی اور جو گورنمنٹ کا اہم جزو معلوم ہوتی تھی وہ صرف اہل یوروپ کو خوش کرنے کے لئے ایک نمائشی چیز تھی ۔

سلطنت کے اوائل ایام میں یورپ اور ایشیا کی علیحدہ علیحدہ حکومتیں قائم تھیں اور بیلربیر ہر ایک حکومت کا صدر حاکم ہوتا تھا ۔ ان دونوں سلطنتوں کو سنجقوں میں تقسیم کیا گیا تھا جن پر ایک طرۂ کا اعزاز رکھنے والے پاشا حکمراں ہوتے تھے ۔ ۱۵۷۴ء میں مراد ثالث نے سلطنت کو کئی ایلات میں تقسیم کیا اور پھر ان ایلات کے کئی سنجک بنائے گئے ۔

حاکمانِ ایلات تین طرے کا اعزاز رکھنے والے پاشا اور مرتبے میں وزیر کے برابر ہوتے تھے۔ سنجک پر دو طرہ کا اعزاز رکھنے والے امرا مامور کئے جاتے تھے۔ ۱۸۳۴ء میں محمود نے سلطنت کو ۲۸ صوبوں ۱۳۱ سنجکوں، اور ۹۵۴ حکومت خود اختیاری رکھنے والے تعلقوں میں تقسیم کیا۔ تنظیمات کی علاوہ ہی کے بعد ایالات کی تقسیم پھر بحال ہو گئی۔ ایلات کو سنجک یا لیوا اور لیوا کو قضا اور قضا کو ناحیہ میں تقسیم کیا گیا تھا۔

۱۸۶۴ء میں شاہی بے اور جودت آفندی کو یورپین صوبجات کی تنقیح کا اور احمد وافق آفندی اور رضا آفندی کو تر کی صوبجات کی تنقیح کا کام سپرد ہوا۔ ان لوگوں نے اپنی مرتبہ رپورٹ میں موجودہ طریقہ حکومت کی سخت شکایت کی تھی۔

انھوں نے لکھا تھا کہ "عمال محاصل کو بیدریغ چیٹ کر رہے ہیں۔ رعایا مصیبت میں ہے اور مثل ایک حبشی کے جو قمچی کی مار کھاکھا کر کام کرتا ہے وہ محنت کرتے ہیں۔ ان کی آنکھیں استامبول پر لگی ہوئی ہیں۔ سرکار کو اصل واقعات معلوم ہونے چاہئیں۔ جھوٹ کی حکمرانی ہے۔ محاصل کی جتنی کچھ رقم ہوتی ہے وہ سرکاری خزانے میں جمع ہونے کے بجائے عمال میں بانٹ لی جاتی ہے۔"

اسی رپورٹ کی بناء پر ولایات کا طریقہ قائم ہوا جو ابھی تک قائم ہے۔ مقامی حکومتیں حتی الوسع اپنی احتیاج آپ پوری کر لیتی ہیں۔ ہر ولایت میں گورنر جنرل یا والی صدر حاکم ہوتا ہے جسے خود سلطان انتخاب کرتا ہے وہ صوبے کے بڑے شہر میں رہتا ہے اور سوائے عدالت اور فوج کے جملہ امور کا حاکم مجاز ہوتا ہے۔

۱۸۸۰ء میں حکومت نے اس قانون کو بدلنے کا ارادہ ظاہر کیا جس کی رو سے والی تین سے پانچ سال تک کے لیئے مامور کئے جاتے اور باستثنائے خاص حالات کے جن کی اطلاع قبل از قبل انھیں دی جاتی وہ اپنی خدمت سے نہ ہٹائے جاتے۔ اس منصوبے کی تحریک انگریزی سفارت کی طرف سے ہوئی تھی لیکن اس کا نتیجہ یہی ہوا کہ سلطنت میں کئی وائس آنسلیاں قائم ہو گئیں۔ سفارت برطانیہ کا مطلب تو یہ تھا کہ اس سے اصلاحات کی عمل پیرائی ہو گی لیکن نتیجہ خلاف نکلا۔ حکامان سیاسی کے ایک جگہ ٹھیر سے رہنے سے عدم مرکزیت میں اضافہ ہو گیا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ترکی میں اگر اصلاحات کوئی کر سکتی ہے تو وہ مرکزی حکومت ہی ہے۔

اس انتظام کا شام میں تجربہ کیا گیا جہاں مدحت پاشا کو نارضامندی کے ساتھ اس طریقے کو کام میں لانے کی اجازت دی گئی لیکن جلد ہی اس کو حرم سرائے سلطانی کے ساتھ شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا جس کی وجہ سے شام سے وہ سمرنا روانہ ہوا۔ یہاں اس کے لئے وہ دام بچھایا جا رہا تھا جس میں وہ ایک دن پھنسنے والا تھا۔ اس کے بعد وہی سابقہ حالت قائم رہی۔

ولایت کا بڑا شہر صرف والی ہی کا مستقر نہ تھا بلکہ معاون یا نائب گورنر، دفتردار، ناظم مالیات، مکتوب جی، صدر معتمد جس کے ذمے سرکاری مراسلات تھی، حاکم پولیس، اور صوبے کی جندرمہ کا سردار غرض یہ کہ تمام انتظامی افسر یہیں رہتے تھے۔ لیوا پر متصرف کی حکومت ہوتی ہے جو مثل والی کے فرمان سلطانی (آئریڈ) کے ذریعے مقرر کیا جاتا ہے قازہ پر قائم مقام مامور کیا جاتا ہے جس کا تقرر وزیر کے حکم سے ہوتا ہے۔

وہ تمام مواضعات جن میں اقل درجہ دو سو مکان ہوں قریہ کہلاتے ہیں۔ بستی پر مدیر، معاوم جو باشندوں کی طرف سے انتخاب کیا جاتا ہے اور مختار یا میر بلد کی جو گورنمنٹ کی طرف سے مامور ہوتا ہے حکومت ہوتی ہے۔ مشترکہ مواضع میں جو گروہ تعداد میں سب سے زیادہ ہوتا ہے وہ مدیر کا انتخاب کرتا ہے اور معاوم کو گھٹی ہوئی جماعت انتخاب کرتی ہے۔ مدیر کے ذمے عام انتظامی امور، پولیس اور گاؤں کا مالیہ ہے۔ خاص انتظامی امور کا تعلق مختار سے ہے۔

قسطنطنیہ اور اس کے مضافات ایک علیحدہ ولایت ہیں جس کا تعلق راست وزیر داخلی سے ہے۔ بلدیہ کے نقطۂ نظر سے دار الخلافت پریفیکٹ کے تحت ہے جس کے دس میونسپل حلقے ہیں۔

انتظامی تقسیم

جنگ روس و ترکی کے آغاز میں جو ۱۸۷۷ء میں ہوئی تھی سلطنت ۲۹ ولایتوں میں تقسیم کی گئی تھی جن میں سے دس ولایتیں یوروپ میں تھیں سولہ ایشیا میں دو عربستان میں اور ایک افریقہ میں۔ معاہدہ برلن سے سلطنت کے انتظامی اضلاع میں جو ۲۲ ولایتوں

اور پانچ خود مختار متصرفوں پہ مشتمل تھے کئی تبدیلیاں ہوئی تھیں۔ دراصل ولایت اور متصرف میں صرف نام ہی کا فرق تھا۔ یورپ کے ولایات حسبِ ذیل ہیں :۔

۱۔ استانبول مع ہر دو سواحل باسفورس جزائر الامیر (Prince's Islands) خلیج نکومیڈیا، اضلاع کرتال، گوبنر اور چائل واقع نکومیڈیا ایشیا میں اور کوچک چکمہ جو مارمورا کے یورپین ساحل پر۔

۲۔ ادرنہ۔ صدر مقام ایڈریانوبل ہے۔

۳۔ سلانیک۔ صدر مقام سالونیکا ہے۔

۴۔ یانینیہ۔ صدر مقام یانینیہ جھیل یانینیہ پر واقع ہے

۵۔ مونستر۔ صدر مقام ابطولیا یا مونستر قرہ سو کے قریب ہے۔ جسے یونانی ارگین اور بلغاری زرنا کہتے ہیں۔

۶۔ کوسووو۔ صدر مقام پرشٹینا۔

۷۔ سقودرہ۔ صدر مقام سقوطری البانیا ہے جو جھیل سقوطری پر واقع ہے۔

۸۔ غربیت (اکریت) صدر مقام کانیا ہے جو قدیم زمانے میں سائڈونیا تھا استانبول اور ایڈریانوبل کو چھوڑ دیا جائے تو یورپین ترکی میں صرف یہی ایک باقی رہ گیا ہے۔

ایشیا کے ولایات حسبِ ذیل ہیں :۔

۱۔ خدا وندگیر۔ شہر خاص بصرہ ہے جو پہاڑ الپیس کے دامن میں واقع ہے۔ بڑے شہر۔ غلاک اور موڈنیہ جو خلیج موڈینیہ پر واقع ہیں۔ بیدک اور پندرمہ خلیج مارمورا پر۔ اسنگ قدیم نائسیا جھیل اسنگ پر۔ یوالیک اس نہر پر واقع ہے جو برِ اعظم کو جزیرہ ہیٹلن سے علیحدہ کرتی ہے۔

۲۔ انگورہ۔ خاص شہر انگورہ۔ بڑے شہر۔ یوزغط اور قیساریہ۔

۳۔ عیدن۔ صدر مقام سمرنا خلیج سمرنا پر پہاڑ پاکس کے دامن میں واقع ہے۔ بڑے شہر۔ فوسی وہانہ ہرموس پر۔

نی فوسی فوسی سے ڈھائی گھنٹے کی بحری مسافت پر واقع ہے۔ تیرھویں صدی میں بائزنطیوں نے اسے بنایا تھا۔ مینمن سمرنا سے ۳۲ کلومیٹر پر علا شہر سو کلومیٹر پر اور کسابہ

۹۳ کلومیٹر پر واقع ہیں ۔ عیبدن، پرغاس، مغنیشیا جبل سائپیل کے دامن میں، ونزلی افیسوس، وورلہ اور بین دیر۔ یہ سب بڑے شہر ہیں۔

۴۔ کونیا ۔ صدر مقام کونیا۔ بڑے شہر عدلیہ خلیج عدلیہ پر اور نجدی دامن مینڈیز واغ میں۔

۵۔ کستاموفی ۔ صدر مقام کستامبول قدیم شہر کستامونیا کے کھنڈر پر بنایا گیا تھا۔ دریا سے ۱۸ کلومیٹر پر واقع ہے۔ بڑے شہر۔ آئینی بولی بندرگاہ کستامبول اور سانئوپ واقع دریائے اسود۔

۶۔ تربیزون ۔ صدر مقام تیر بیزند دریائے اسود پر واقع اور آرمینیا اور ایران میں واسطۂ تجارت ہے ۔ بڑے شہر۔ اردو، سامون جو بغداد کی ڈاک کا مرکز ہے۔ فراسند، تائیر بیولی جو بحر اسود پر واقع ہے۔ بغرہ قزل ارماق پر سامون سے سات کلومیٹر پر۔

۷۔ سیواس ۔ صدر مقام سیواس قدیم زمانے میں سباستوس کہتے تھے قزل ارماق پر واقع ہے۔ اناطولیہ کو راستہ یہیں سے جاتا ہے۔ بڑے شہر۔ اصیسیا اور توضط۔

۸۔ ارض روم ۔ صدر مقام ارض روم آرمینی غامین میں واقع ہے۔ بڑے شہر ارض بخبین قریب دریائے فرات و بایزید۔

۹۔ وان ۔ ان اضلاع میں سے ہے جو ارض روم سے لئے گئے ۔ صدر مقام وان جھیل وان پر واقع ہے جو اسی میل لمبی اور چالیس میل چوڑی ہے ۔ یہ شہر ایک بڑی چٹان کے دامن میں آباد ہے۔

بڑے شہر ۔ نار یگ، ارجیہ اور تادور۔

۱۰۔ بطلیس ۔ یہ ولایت ارض روم اور دیار بکر کے اضلاع سے بنی ہے ۔ صدر مقام۔ بطلیس، دریائے دجلہ کی مغربی شاخ بطلیس شاہی اور بوہدن سو کی مشرقی شاخ کے درمیان واقع ہے۔ بڑا شہر موش قرہ سو کے دو سرچشموں کے درمیان واقع ہے۔

۱۱۔ دیار بکر ۔ صدر مقام دیار بکر۔ قدیم زمانہ میں امیدہ کہتے تھے دریائے فرات کے داہنے جانب واقع ہے ۔ بڑے شہر۔ مردین اور ارغانی مدینی ہیں ارغانی مدینی میں تانبے کی کانیں ہیں۔

۱۲۔ ماموریۃ العزیز ۔ یہ ولایت قدیم ولایات ارض روم اور دیار بکر کے اضلاع سے

بنائی گئی ہے۔ صدر مقام ماموزۃ العزیز۔ بڑے شہر۔ خارپط، عرب جور، اگمین واقع بر دریائے فرات، ملیشیا، قوزت۔

۱۳۔ موصل۔ قدیم ولایات حلب و بغداد کے کچھ اضلاع پر مشتمل ہے۔ بڑے شہر کرخوک یا تبیر زور اور سلیمانیہ ہیں۔

۱۴۔ حلب۔ صدر مقام حلب، بڑے شہر۔ اسکندریۃ بحر متوسط پر واقع ہے۔ عین تاب، انطاکیہ دریائے اورنتیس پر واقع ہے۔

۱۵۔ سور۔ صدر مقام دمشق (شام)

۱۶۔ بیروت۔ پہلے یہ ولایت شام میں شامل تھا۔ بڑے شہر۔ سعیدہ جو قدیم زمانے میں سیڈن سے موسوم تھا۔ طرابلس الشام سینٹ جان آف ایکر (عکہ) حیفہ، جبل قرمل کے دامن میں، لطاکیہ بحر متوسط پر۔

۱۷۔ عدنہ۔ صدر مقام عدنہ دامن طارس میں واقع ہے۔ بڑے شہر طارس، مرسیدہ ساحل پر عدنہ سے ۶۰ کلومیٹر پر واقع ہے۔

۱۸۔ بغداد۔ صدر مقام بغداد دریائے فرات کے بائیں جانب واقع ہے۔ بڑے شہر حل اور کربلا ہیں۔

۱۹۔ بصرہ۔ صدر مقام بصرہ شط العرب کے دہنے جانب واقع ہے۔ بڑا شہر فاؤ بندرگاہ بصرہ ہے اور خلیج فارس پر آباد ہے۔

۲۰۔ جزائر۔ صدر مقام روڈز ہے۔ اس میں جزائر خیو زارہ، ناگساریا، پیراس، کلمناس، کوس، روڈز، کارپیتھاس، ساموس، کیسس، ہیٹیلین، نیڈیاس، پلومری، ناسکومہنا، ملناس، امبراس، اور ٹینیڈاس شامل ہیں۔ باستثنائے امبراس و ٹینیڈاس اور جزائر ڈوڈیکانیس (جزائر اثنا عشر) جو ابھی سرکاری طور پر ترکی کے علاقے میں ہیں، بحر ایجین کے تمام جزیرے ترکی کے تسلط سے خارج ہیں۔ ولایات عربستان۔

۱۔ حجاز۔ صدر مقام مکہ۔ بڑے شہر۔ جدہ بحر قلزم پر واقع اور مکہ کی بندرگاہ ہے۔ مدینہ اور طیف۔

۲۔ یمن۔ صدر مقام ثنا۔ بڑے شہر۔ کنفدہ۔ حدیدہ۔ تیفض۔ برط۔ اور فاتح۔

ولایات افریقہ ۔

۱ - طرابلس الغرب ۔ صدر مقام ۔ طرابلس

۲ - بن غازی ۔ صدر مقام بن غازی ۔ اس کا قدیم نام ہینیس تھا ۔ بحر متوسط پر واقع ہے ۔ اطالیہ نے اسے ترکی سے اپنے قبضے میں کر لیا ہے ۔ خود مختار متصرف ۔ ان کا تعلق وزارتِ داخلی سے ہے ۔

متصرف یورپ ۔

۱ - چٹلجہ ۔ صدر مقام چٹلجہ ۔ بڑے شہر بیوک چکمہ جی اور سلوبری ہیں ۔

متصرف ایشیا ۔

۱ - اسمت ۔ صدر مقام اسمد ۔ نکومیڈ یا خلیج پر واقع ہے ۔ بڑے شہر ۔ قرہ موصل ۔ اوابازار ۔ کندیر ۔ غیو ۔

۲ - بیغہ ۔ صدر مقام ۔ درہ دانیال جوز کی کالیٔہ سلطانیہ میں واقع ہے ۔ بڑے شہر پلیساکس ۔ یہ ہلیسپانٹ پر واقع ہے ۔ بیغہ ۔ غرانیکا پر واقع ہے ۔

۳ - زور ۔ صدر مقام دیرالزور ۔ فرات پر واقع ہے ۔ بڑے شہر تاڈمور ۔ پالمیرا کے کھنڈروں کے قریب آباد ہے ۔

۴ - یروشلم ۔ ۱۸۸۸ء میں ولایت سمرنا سے اس کا تعلق منقطع کیا گیا ۔ صدر مقام ۔ یروشلم ۔ بڑے شہر ۔ جافہ ۔ یہ بحر متوسط پر واقع ہے ۔ غازہ ۔ جبرا‌ن ۔

خاص صوبجات

دول غیر کے ساتھ جو سیاسی معاہدات کئے گئے تھے اور خود ملک میں بھی جو باہمی شرائط طے ہوئے تھے ان کی رو سے بعض اضلاع بلکہ بعض صوبجات میں خاص تنظیم کی گئی تھی جس سے کم و بیش مکمل آزادی ان علاقوں کو دی گئی تھی حکومت عبدالحمید نے خاص طور پر اس بارے میں ان صوبجات کے امتیازی حقوق کو منسوخ و کالعدم کرنے اور انھیں ایک عام ضابطہ کے تحت لانے کی کوشش کی تھی ۔ جنگ بلقان کے بعد ان صوبجات میں سے مرویت، کریت، سیماکس اور ماؤنٹ ایتھاس ترکی کے قبضے سے نکل چکے ہیں ۔ باقی جو ہیں وہ مثل زیتون

اور کوزن کے اپنے حقوق و مراعات سے محروم کر دیئے گئے ہیں۔

زیتون۔

جب خلفائے مصر کے حملے سے آرمینیائے کوچک تباہ ہوا تو جو باشندے بچ گئے انھوں نے طارس کی گھاٹیوں کو اپنی پناہ گاہ قرار دیا۔ یہ چھوٹی سی نوآبادی بہت جلد ایک چھوٹی سی علداری بن گئی اور روز بروز بڑھنے لگی۔ اس نوآبادی کی وجہ تسمیہ زیتون کے وہ جنگل ہیں جو اس خطے میں جہاں آرمینیوں نے پناہ لی تھی بکثرت پائے جاتے ہیں۔ لینگلولی کے مطابق زیتون کی آبادی ۱۸۵۶ء میں ایک لاکھ پچاس ہزار تھی۔ اس کے تین ضلع غیا اور، داغ، اور ہاجین تھے اور ہر ایک میں پچیس ہزار سے تیس ہزار تک باشندے تھے۔

عبدالعزیز کے زمانے تک زیتون چار اشخاص (موروثی) کے تحت خود مختار رہا۔ ۱۸۶۲ء میں والی مراش عزیز پاشا باشی بزوک کے لشکر کے ساتھ آرمینی قبائل پر حملہ آور ہوا۔ قصبہ الابش بالکل تباہ کر دیا گیا۔ راہب قتل اور کتوں کے ساتھ دفن کئے گئے۔ گرجا میں لوٹ لی اور عورتوں کی عصمت دری کی گئی۔ اس معرکے کے بعد عزیز پاشا زیتون کو روانہ ہوا۔ ڈیڑھ سو شیوخ یا ملا مفتی کے تحت اس دستے سے پیشتر روانہ ہوئے۔ زیتونی ان کے مقابلے کے لئے آگے بڑھے۔ ان کے آگے قسیس صلیب اور انجیل ہاتھ میں لئے ہوئے مزامیر استغفار پڑھ رہے تھے۔ عزیز کی بیقاعدہ فوج کو شکست ہوئی (۱۴ اگست) ایم ہاسون آرمینی کاتھولی بطریرک نے سفارت خانۂ فرانس سے مداخلت کی درخواست کی۔ باب عالی نے ایک کمیشن مقرر کرنے پر رضامندی ظاہر کی جس میں ایک مسلمان افسر ایک آرمینی بشپ، ایک گریگوری بشپ اور ایک پراٹسٹنٹ آرمینی شریک تھے۔

اس اثنا میں زیتونیوں نے قحط اور اجتماع افواج سے گھبرا کے اطاعت اختیار کی اور مدیر کی حکومت کو قبول کیا جس کی تنخواہ نو ہزار قرش ان کے ذمے رکھی گئی۔ اس کے سوا بارہ ہزار قرش سالانہ خزانے میں جمع کرنے کے لئے بھی انھیں راضی ہونا پڑا۔ اشیر پاشا نے جو عزیز پاشا کی جگہ مقرر ہوا تھا زیتونیوں کی رخصتی مدارت میں چار اشخاص کو دھوکے میں لا کے گرفتار کیا اور انھیں بغاوت کے جرم میں پھانسی کی سزا سنائی۔ باب عالی نے

اس حکم کو فوراً منسوخ کر دیا اور ان کی رہائی کا حکم دیا لیکن انہیر نے ان مصیبت زدوں کو رہا نہ کیا۔ ایک سال کے بعد بھی وہ ہتکڑی اور بیڑی میں مبتلا تھے اور ان میں سے دو تو مذہبی تسلی کے بغیر تہ خانوں میں ہلاک ہو گئے۔

زیتون کے نظم ونسق کے لئے جو مدیر مامور ہوتے تھے وہ عموماً بد ذات ہوتے تھے اور ان کی رشوت وزیادہ ستانی سے مخلوق تنگ رہتی تھی۔ مدیر داؤد افندی کے ظلم وتعدی اور ٹکس کو بارہ ہزار قرش کی بجائے پچاس ہزار کر دینے سے ۱۸۷۸ء میں رعایا نے بغاوت کر دی۔

کونک میں چوری ہوئی تو مدیر نے آرمینی خدمتگار پر شبہ کر کے اس سے اقبال کرانے کے لئے سخت تکلیف دی۔ جب اس نے اقبال نہ کیا اور اپنی بے گناہی پر مصر رہا تو خود اس نے اس بے گناہ کا گلا دبا ڈالا۔ پبلک نے جب اس پر سخت غصے کا اظہار کیا تو مجبوراً زیتون ومراش کی عدالت میں اس کا مقدمہ پیش کیا گیا جس نے اسے پھانسی کی سزا دی۔ حلب کی عدالت مرافعہ نے اس فیصلہ کو منسوخ کر کے اسے بری کر دیا۔ اس کے کچھ زمانے کے بعد وہ بصرہ کا سرکاری وکیل بنایا گیا۔ آرمینیوں نے اس ناانصافی سے مشتعل ہو کر بغاوت کی۔ کامل پاشا اور رضی پاشا نے اس بغاوت کو فرو کیا لیکن ایک سردار بابک نامی نے گوریلی جنگ (بے قاعدہ جنگ) سے لڑائی کو جاری رکھا۔ مجبور ہو کر باب عالی نے ان کی داد رسی کی اور ایک آرمینی کو مدیر کا مددگار بنایا۔

جب یہ وعدے پورے نہ کئے گئے تو تین سال کے بعد ایک جدید بغاوت ہوئی۔ سفارت فرانس وانگلستان کی دخل دہی پر باب عالی نے زیتونیوں کا انصاف کیا۔ ۱۸۹۱ء میں اہالی مراش کے خود سرانہ حرکات سے دوبارہ بغاوت ہوئی لیکن جلد رعایا کا اطمینان کر دیا گیا۔ اکتوبر ۱۸۹۵ء میں آرمینیوں کا قتل ہوا اور اناطولیہ میں خون کی ندی بہی۔ مے خان کیلی کے فرستادوں کی اشتعالک پر پہاڑی باشندوں نے قوم مے خان کی خود مختاری کے لئے بغاوت کی۔ اس کے فرو کرنے کے لئے ایک بڑی فوج بھیجی گئی۔ جنوری ۱۸۹۶ء میں مدافعت کا خاتمہ ہوا۔

زیتونیوں کی خود مختاری بدستور برقرار رہی۔ اور دول یورپ نے اس خود مختاری کو قائم رکھنے کا ذمہ لیا۔ اس زمانے سے حالات میں تبدیلی ہوئی ہے

گورنمنٹ نے بغیر تشدد کے آہستہ آہستہ ہوشیاری کے ساتھ دست درازی کر کے اس پہاڑی علاقے کی خود مختاری کو غصب کر لیا ہے۔ سیاہ لیشیا میں قتل عام کے بعد اپریل ۱۹۰۹ء میں حاجین یکلخت تباہ کر دیا گیا اور اسکی تمام آبادی قتل کر دی گئی ستمبر ۱۹۰۹ء میں زیتونیوں کو دوسری جگہ منتقل کر کے ان کی جگہ گردوں، ترکمانوں، سرکاشیوں اور ترکوں وغیرہ کو آباد کرنے کا مسئلہ پیش ہوا۔

کوزن ۔ یہ خلیج اسکندریہ کے شمال مغرب میں انٹی طارس میں واقع ہے اور پہلے ولایت عدنہ میں شامل تھا۔ کردی قبیلۂ فرسخ کے سردار کے نام پر یہ موسوم تھا۔ اس سردار نے شاہ اسمٰعیل کے مقابلے میں سلیم اول کو اپنی جنگی خدمات سے خوش کیا تھا جس کے معاوضہ میں سلیم نے ایک معمولی خراج مقرر کر کے اس کو اس علاقے کا حاکم بنا دیا تھا۔ بہت جلد یہاں کے پہاڑی باشندوں نے ترکی حکومت کا جوا اپنے کندھے سے اتار پھینک دیا۔ عزیز پاشا کی کوشش سے برائے نام ان باشندوں نے اطاعت قبول کی۔ ۱۸۶۵ء میں یہ لوگ بغاوت میں اپنے ہمسایہ زیتونیوں کے شریک ہوئے اور ان کا بھی وہی حشر ہوا جو زیتونیوں کا ہوا۔ تقریباً پچاس ہزار کردی اور کچھ ترک اور آرمینی یہاں آباد ہیں۔ آج مرکزی حکومت کے مسلسل اغتصاب سے ان کے امتیازی حقوق تقریباً ناپید ہو گئے ہیں۔

لبنان ۔ ۱۸۶۰ء کی خونریزی اور شام کی فرانسیسی مہم کے بعد ۱۸۶۱ء میں یوروپین کمیشن نے ایک قاعدہ مقرر کیا اور تین سال کے بعد ترمیم کی شرط رکھی۔ ۱۸۶۴ء میں قسطنطنیہ کانفرنس نے اٹھارہ دفعات میں ایک باضابطہ قانون مدون کیا جو فرمان کی صورت میں تشہیر کیا گیا۔

اس قانون کی رو سے لبنان ایک عیسائی گورنر کے تحت رکھا گیا۔ جسے پانچ سال کے لئے سلطان مامور کرتا۔ اس کی حیثیت منشیر کی سی تھی۔ اور اس کے تقرر کے لئے دول سے منظوری حاصل کرنے کی شرط تھی فرانس نے گورنر ملکی رکھے جانے کا مطالبہ کیا تھا لیکن انگلستان نے فرانس سے حسد کے باعث اس تجویز کی مخالفت کی اور باب عالی کو اس تحریک کو قبول نہ کرنے کے لئے زور دیا۔ حکومت فرانس کو مجبوراً اس تصفیہ کو ماننا اور لبنان کے اصول خود مختاری سے ہاتھ دھونا پڑا جو پہاڑی باشندوں کے

دنیاوی قانون پر مبنی تھا۔

گورنر دیر القمر قیسران میں رہتا ہے۔ مسلح فوج اُس کے تحت رہتی ہے۔ انتظامی وعدالتی تقررات اُسی کی طرف سے ہوتے ہیں۔ محاصل وغیرہ بھی وہی مقرر کرتا ہے۔ ایک ہزار سپاہیوں کی ایک مشترکہ ملکی ملیشیا لبنانی کرنل کے تحت ملک میں امن وامان قائم رکھتی ہے۔ گورنر کے بعد مرکزی مجلس ہے جس کا کام محاصل کا تصفیہ اور خرچ کی نگرانی ہے۔ اس کے اختیارات برائے نام ہیں۔ اس کی حیثیت مشیرانہ ہے اور گورنر کے استفسارات کرنے تک اُسے منتظر رہنا پڑتا ہے۔ اس میں بارہ اراکین ہیں اور ہر دو سال میں ایک ثلث اراکین کی تجدید ہوتی ہے۔

لبنان سات انتظامی حلقوں میں منقسم ہے۔ ہر حلقہ ایک سب گورنر کے تحت ہے جسے گورنر مقرر کرتا ہے اور جو جماعت غالب میں سے انتخاب کیا جاتا ہے۔ یہ حلقے حسب ذیل ہیں:-

۱- کورا۔
۲- قیسران کا کچھ حصہ جو جبل، بصرہ، رادیہ، بلاد بطرون پر مشتمل ہے۔
۳- قیسران خاص جو نہر الکلب کی حد تک ہے۔
۴- زحل اور اُس کا علاقہ۔
۵- متن، خطہ اور ہولیما۔
۶- شوف جو جزین کو جانے والے دمشقی راستے میں جنوب کو واقع ہے۔
۷- جزین اور طفہ۔

انتظامی کونسل میں کورا کی طرف سے مشرقی گرجا کا ایک یونانی ممبر مقرر ہوتا تھا۔ قیسران کے ہر دو اضلاع کی طرف سے ایک ایک مارونیتی شریک ہوتا تھا۔ زحل سے ایک کاتولی یونانی بھیجا جاتا تھا۔ متن سے ایک مارونیتی، ایک دروزی، ایک متاولی اور ایک مشرقی گرجا کا یونانی منتخب کیا جاتا تھا۔ شوف سے ایک دروزی اور جزین سے ایک مارونیتی، ایک دروزی اور ایک مسلمان ممبر منتخب ہوتے تھے۔

قانون ۱۸۶۴ کی دفعہ ۱۶ سے دوبارہ مردم شماری باعتبار کمیون ومذاہب کی جانی چاہیے تھی۔

اس حکم کی تعمیل نہیں ہوئی - یہ پہاڑی باشندے تقریباً ایک لاکھ یا اس سے زیادہ ہیں -

سنہ ۱۸۸۳ء میں رستم پاشا (کونٹ مارینی) کی بجائے البانی کاتولی وصی پاشا فرمان سے پانچ سال کے لئے دوبارہ مامور ہوا - یہ اطالوی تھا لیکن اس نے عثمانی حقوق حاصل کر لیے تھے - اس کی حکومت لبنان کے لئے ایک آفت تھی - لبنانی اساقفہ اور مارونیتی پادریوں کو اس نے بے حد تکلیف پہنچائی - اور فرانس کے خلاف پیہم سازشیں کرتا رہا - سنہ ۱۸۹۲ء میں اس کا انتقال ہوا - اس کی جگہ نعوم پاشا مامور ہوا جو لبنان کے سابق گورنر جنرل فرانکو پاشا کا بیٹا تھا - نعوم پاشا نے جس کا انتقال بحیثیت ترکی سفیر پیرس میں ہوا دس سال تک لبنان پر حکومت کی - اس کے زمانے میں لبنان نے بہت ترقی کی سنہ ۱۹۰۲ء میں نعوم پاشا کی جگہ مظفر پاشا (کونٹ زبکودسکی) گورنر ہوا - یہ پولینڈ کا باشندہ تھا لیکن سلطنت عثمانیہ کے شہری حقوق اسے دئے گئے تھے - اس کی حکومت ننگ و عار کا باعث رہی سنہ ۱۹۱۲ء سے کاتولی آرمینی کوجعیس لبنان کا گورنر جنرل ہے -

باجگزار ممالک

مصر - مصر کو سلطنت ترکی سے محمد علی نے علحدہ کیا اور اب یہ اس کے خاندان میں براہ راست اولاد ذکور کے قبضے میں چلا آتا ہے - عبدالعزیز کے زمانے میں خدیو وقت نے ایک حد تک مصر کو ترکی کے قبضے سے نکال لیا تھا - سالانہ خراج اور زمانۂ جنگ میں پندرہ ہزار کی فوج فراہم کرنے کی حد تک ترکی سے تعلقات باقی رہ گئے تھے -

اسمٰعیل پاشا اور دول یورپ کے باہمی جھگڑوں سے فائدہ اٹھا کے دیوان نے ایک فوری چال سے سنہ ۱۸۷۳ء کے فرمان کو کالعدم اور مصر کو عثمانی ولایت قرار دیا - فرانس اور انگلستان نے باب عالی کو اپنے نمایندے بھیجے اور حکومت ترکی کے اپنے ارادوں پر اڑے رہنے کی صورت میں مصر کی کامل خودمختاری کو تسلیم کرنے کی دھمکی دی - باب عالی نے اپنے منصوبے سے دست برداری اختیار کی - لیکن اس فرمان سے جو توفیق پاشا کے خدیو بنائے جانے کے متعلق تھا اس کے بعض مخصوص اختیارات اسے

واپس مل گئے۔

ملکی قانون کی اشاعت سلطان کے نام سے ضروری تھی۔ اب خدیو کو حق باقی نہ تھا کہ سکہ جاری کرے یا عام عہدہ داروں کے تقررات کرے یا موجودہ مالی حالت کو درست کرنے کے سوا اور کسی قسم کا قرضہ لے۔ زمانۂ امن میں مصری فوج اٹھارہ ہزار آدمیوں سے زائد نہیں رہ سکتی تھی۔ ترکی اگر کسی سلطنت سے جنگ کرے تو مصری فوجوں کے لئے سلطنت کی حمایت لازمی تھی چنانچہ بصورت ضرورت فوجوں میں اضافہ ہو سکتا تھا۔ مصر کو بحریہ رکھنے کا حق باقی نہ تھا۔ ایک لاکھ اسی ہزار کا خراج اس کے ذمے حسب دستور رہا۔ سیاسی نقطۂ نظر سے یہ ضروری تھا کہ خدیو کی طرف سے جتنے معاہدے اور شرائط کئے جائیں ان کی اطلاع استانبول کو دی جائے۔ ۱۸۸۲ء میں جب عربی پاشا نے خدیو سے بغاوت کی تو برطانیۂ عظمیٰ نے مداخلت کی اور مصر پر انگریزوں کا قبضہ ہوا۔ اس زمانے سے نہ صرف باب عالی کی سیادت ہی بلکہ خود خدیو کی حکومت بھی محض دھوکے کی ٹٹی ہے۔ اور باوجود انتہائی بے غرضی کے دعوؤں کے سلطنت برطانیہ نے وادئ نیل میں اسکندریہ، قاہرہ اور اسوان پر قبضہ کیا اور فراعین مصر کے قدیم ملک کو اپنے تصرف میں رکھنا چاہتی ہے۔

محمد علی کے جانشینوں خصوصاً اسمٰعیل پاشا کے عہد میں مصریوں نے نیل ابیض کا تمام خطہ بڑی استوائی جھیلوں تک اپنے قبضے میں کیا۔ اکثر صورتوں میں تو یہ قبضہ نام ہی نام کا تھا لیکن بایں ہمہ دول نے اسے تسلیم کیا تھا۔ یہ تمام فتوحات اس مذہبی انقلاب کے بعد ہاتھ سے نکل گئیں جس سے تمام سوڈان مصریوں اور ترکوں سے باغی ہو گیا تھا۔ جزیرۂ البا کے ایک شیخ محمد احمد نامی نے اپنے مہدئ موعود (مسیح) ہونے کا دعویٰ کیا۔ پانچ سال کی لڑائی کے بعد (جولائی ۱۸۸۱ء۔ اپریل ۱۸۸۶ء) اس نے مصری اور انگریزی فوج کو پسپا کر دیا جو جنرل گارڈن کی رہائی کیلئے جو خرطوم میں محصور تھا بھیجی گئی تھی مصری حدود وادئ حلفہ تک رہ گئیں جو پہلے خط استوا تک تھیں۔ اور اس طرح اکیس درجے عرض بلد شمال پر ہٹ آئیں۔ اس خط کے نیچے صرف سواکن ہی مصری قبضہ میں رہا۔ اس کا بھی عثمان دغنہ نے محاصرہ کیا جو مہدی کا ایک خاص لفٹننٹ تھا۔ مسودہ کی اطالویوں نے حفاظت کی۔ آثار سے پایا جاتا ہے کہ وہ اسے کبھی اپنے قبضے سے نہ دیں گے۔

ایتھوپیا (بلاد الحبشہ) کی اطالوی مہم کے ناکام نتیجے کے بعد انگریزوں کو خوف ہوا کہ کہیں فاتح مینلک وادی نیل بیفس پر نہ اتر آئے اس لئے انھوں نے مصری سوڈان کو واپس لینے کی تیاری کی۔ نہایت ہوشیاری کے ساتھ مہم کا سامان کیا گیا۔ ایک ریلوے لائن فوجوں کو سامان رسد پہنچانے کی غرض سے تیار ہوئی اور تجارتی سامان انگریزی و مصری دستوں کے قبل روانہ کیا گیا۔ یہ دستے دشواری و محنت کے بعد اول ڈنگولا اور اس کے بعد کسالا پہنچے۔ جون ۱۸۹۸ء میں انھوں نے اپنے سفر کی آخری منزل شروع کی۔ جولائی میں لارڈ کچنر درویشوں کو امو رمان میں شکست دے کے خرطوم میں فاتحانہ داخل ہوا۔ اس طرح مصری یا دوسرے معنی میں انگریزی حکومت مشرقی سوڈان میں دوبارہ قائم ہوگئی بلکہ بحر الغزل اور بڑی جھیلوں تک جن پر مصر کی برائے نام سیادت تھی حدود کی توسیع ہوگئی۔

جزیرہ نمائے سینا کے سرحدی مسئلے میں ترکی و انگلستان میں معاملہ جنگ کی حد تک پہنچ گیا تھا جس میں مصر پر بھی آفت آ گئی تھی کیونکہ مصری حدود کی حفاظت کے لئے انگلستان نے مداخلت کی تھی۔

جب معاہدہ لندن سے سائیلیشیا، اکریت، شام، اور حجاز محمد علی کے قبضے سے سلطان کے قبضے میں دے دئے گئے۔ تو سینا مصر کے علاقے میں ہی رہا یہ خلیج عقابہ کی جو بحر احمر پر واقع ہے آخری سرحد پر رفاہ بحر متوسط پر واقع ہے چنانچہ عقابہ سے رفاہ تک جو علاقہ ہے وہ حجاز کو فلسطین و شام سے جدا کرتا ہے۔ صحرائے سینا کے قبضے کو ترکوں نے کوئی اہمیت نہیں دی اور اس لئے اس کی طرف سے بے پروا رہے۔ اس طور پر حکومت عثمانیہ نے حکومت مصر کو خلیج عقابہ کے مشرقی علاقے پر جو حجاز سے متصل ہے فوجی قبضے کی اجازت دی۔ اسی طرح بحر احمر کے چند ساحلی مقامات مثل معیلہ وغیرہ کے مصر کو دے دئے گئے تاکہ مکہ سے مدینہ کو جو مصری حجاج جائیں ان کے راستے کی حفاظت ہو۔ یہ حالات اسی نہج پر ۱۸۹۲ء تک رہے۔ ۱۸۹۲ء میں موجودہ خدیو کی تخت نشینی پر عقابہ اور ان مقامات حجاز کے استرداد کا مطالبہ کیا گیا جہاں مصری فوج رکھنے کی اجازت دی گئی تھی۔

جواد پادشاہ کے تار میں سینا کی سابقہ حالت برقرار رکھی گئی تھی۔ باب عالی کی

اس حجت کا سنہ ۱۹۰۶ء تک کوئی تصفیہ نہیں ہوا۔ سنہ ۱۹۰۶ء میں جب حجاز ریلوے جاری ہو رہی تھی تو اس کی ایک شاخ معن سے عقابہ تک قائم کرنے کی تجویز ہوئی لیکن عقابہ مصری سرحد کے قریب تھا۔ اگر مورچہ بندی کی جاتی تو تعبہ کی مصری چوکی سے جو خلیج کی مغربی جانب بھی ہے عقابہ پر آسانی سے حملہ کیا جا سکتا تھا۔ اس سے بچنے کے لئے ترکوں نے تعبہ پر قبضہ کر لیا اور یہ دلیل پیش کی کہ سینا عارضی طور پر مصر کو دیا گیا تھا۔ نیز چونکہ مصر سلطنت عثمانیہ کا ایک صوبہ تھا اس لئے اس میں اور دوسرے عثمانی صوبجات میں حدود بندی نہیں کی جا سکتی۔

اگر انگلستان اس فیصلہ کو قبول کرتا تو مشرق میں بیس سال کی سیاست کے جو نتائج حاصل ہوئے تھے وہ ملیا میٹ ہو جاتے مسئلۂ مصر جس کا ۸ راپریل سنہ ۱۹۰۴ء کے انگریزی فرانسیسی معاہدے سے خاتمہ کر دیا گیا تھا پھر تازہ ہو جاتا۔ اور وہ تمام سرزمین جو عربستان میں حاصل کی گئی تھی ہاتھ سے نکل جاتی۔ مصر کے بعض مسلمانوں میں شورش کے آثار پائے جا رہے تھے۔ اخبار "اللوا" نے جو مصطفیٰ پاشا کامل صدر مصری قومی جماعت کے زیر نگرانی تھا اور جسے سلطان اور جرمن سے امداد ملتی تھی انگلستان کے خلاف تحریک پھیلانی شروع کی۔ اس اتحاد بین المسلمین کے عقیدے نے مسلمانوں کے مذہبی جوش کو اکسا دیا۔ یہ ضروری تھا کہ برطانیۂ عظمیٰ کی طرف سے ترکی کی ریشہ دوانیوں کا خاتمہ کیا جاتا جن سے اس کے مصری تسلط کے متزلزل ہونے کا اندیشہ تھا۔ خدیو کی فہمائشوں کا جب کوئی نتیجہ نہ نکلا تو انگلستان نے خود اپنے کو خدیو کا قائم مقام بنا لیا چنانچہ حکومت مصر اور اپمپریل ہائی کمشنر میں گفت و شنید شروع ہوئی۔ لندن میں محکمۂ خارجہ اور ترکی سفیر کے اور قسطنطنیہ میں سر نکولس اوکنر اور باب عالی کے درمیان اس بارے میں مراسلت ہوئی۔ آخر جب اس گفت و شنید کا خاتمہ ہی نظر نہ آیا تو برٹش گورنمنٹ نے ۳ رمئی سنہ ۱۹۰۶ء کو مقامات سینا کے تخلیے کے لئے الٹیمیٹم دے دیا اور صرف دس دن کی مہلت دی۔ اس کے بعد بھی اگر ترکی فوجوں کا مقامات مذکورہ سے تخلیہ نہ ہو تو انہیں انگریزی فوجیں وہاں سے ہٹا دیں گی۔

ترکی نے انگلستان سے جنگ کرنے کا خیال جرمنی کے بل بوتے پر کیا تھا جو انگلستان کو سینا کا مسئلہ چھیڑ کے پریشان کرنا چاہتا تھا۔ بلاشبہ جرمن اچھی طرح سے جانتے تھے کہ سلطان انگلستان سے جنگ نہیں کر سکتا۔ ان سے بڑھ کر اس بارے میں کوئی واقف

نہ تھا کیونکہ جرمن اعلیٰ عہدہ داروں سے جو جنرل سروس میں تھے سلطنت عثمانیہ کے چپے چپے کی انھیں معلومات تھی۔ جرمن کا ارادہ ترکوں کو عملی حیثیت سے مدد دینے کا نہ تھا لیکن اسے خیال تھا کہ یہ مسئلہ فیصلے کے لئے عدالت ہیگ میں لایا جائے گا۔ یہاں پیش ہونے کے بعد ۱۸۴۱ء کے معاہدے سے اس مسئلے پر روشنی ڈالنا ممکن تھا جو سر ڈرمنڈ وولف کی طرف سے طے کیا گیا تھا۔ اور محکمۂ خارجہ کے ان اعلانات کو بھی پیش کیا جاسکتا تھا جو مصر سے انگریزی فوجیں ہٹا لیئے جانے کے متعلق تھے۔ اس طرح سینا کی حد بندی کا سوال انگریزوں کے تخلیۂ مصر کا باعث ہو جاتا لیکن یہ تمام شاطری انگلستان کی فوجی قوت کے مقابلے میں جس سے وہ کام لینا چاہتا تھا بے سود ہوئی۔

۱۱ مئی کو توفیق پاشا ترکی وزیر خارجہ نے سر نکوس اوکنر کو اپنی گورنمنٹ کا جواب دیا۔ اس جواب میں یہ بتایا گیا تھا کہ تخلیہ تبعہ پر غور کرنے کے پہلے باب عالی مشترکہ ترکی اور مصری کمیشن کی وساطت سے ترکی اور مصری حدود کے تصفیے پر رجوع ہوگا۔ ترکی کی سرحد بجائے الرفاہ اور عقابہ کے خط مستقیم کے الارمیح سے جو الرفاہ سے کسی قدر جنوب میں واقع ہے شروع اور مغرب کی طرف مڑکر سویز پر ختم ہوگی۔ اس لحاظ سے قریب قریب تمام سینا ترکوں کے علاقے میں آجاتا۔ اور نہر سویز پر بھی وہ آسانی سے حملہ کرسکتے تھے۔ ساتھ ہی ترکی جواب میں مصر کے متعلق بھی یہ وضاحت کی گئی تھی کہ وہ سلطنت عثمانیہ کا صوبہ سمجھا جائے گا۔ چنانچہ سلطان کے حقوق سیادت محفوظ قرار دئے گئے تھے۔ نیز چالاکی کے ساتھ انگریزوں کے قبضۂ مصر کے بارے میں بھی استفسار کیا گیا تھا۔ انگریزی سفیر نے ان تجاویز کو ناقابل قبول بتایا۔ دوسرے دن نائب قونصل انگریزی پائیریس روانہ ہوا تاکہ لارڈ چارلس بریسفورڈ بحر متوسط کے بیڑے کے افسر کو ہدایات پہنچائے۔ سفیر نے الٹی میٹم کی مہلت گزرنے کے ساتھ ہی روانہ ہونے کے لئے تیاری کی۔ ۱۴ کو مہلت ختم ہونے کے کچھ ذرا پہلے توفیق پاشا سفارتخانہ انگریزی میں آیا اور اطلاع دی کہ سلطان نے سابقہ حالت کو برقرار رکھنے کی شرط منظور کی ہے۔ تبعہ کا تخلیہ کردیا جائے گا اور خط الرفاہ و عقابہ ترکی اور مصر کی سرحد قائم رہے گا۔ ساتھ ہی یہ بھی صراحت کردی کہ اس مقررہ خط کی ٹھیک طور پر حد بندی ایک مشترکہ مؤتمر سے کی جائے گی جس میں برطانیہ، ترکی اور مصر کے نمایندے شریک رہیں گے۔

عبدالحمید کے تمام دور میں سلطان، خدیو اور انگریزوں میں تمثیل مضحک کا کھیل ہو رہا
تھا جو رفتہ رفتہ برطانیہ عظمیٰ کی حالت میں عیاری، فریب اور مکاری کی جنگ میں متبدل ہو گیا
سلطان نے خدیو کو انگلستان سے لڑانے کی ہمہ تن کوشش کی۔ مصری قومیت پسندوں
کے سوا اتحادِ مسلمانان کا کوئی حامی نہ تھا۔ ان کے پروگرام کی بڑی تجویز مصر سے برطانیہ
عظمیٰ کا تخلیہ تھی۔ عباس حلمی نے ایک طرف اپنے انگریز سرپرستوں کو خوشنود رکھنے کی کوشش
کی تو دوسری طرف اپنے فرمانروا سلطان کو رضامند رکھنے کی لیکن روز بروز صورتِ حال میں
پیچیدگی بڑھتی جا رہی تھی اور خدیو کو بجائے دونوں کو راضی رکھنے کے کسی ایک کی طرف
فیصلہ کرنا پڑا۔ مصطفیٰ پاشا کامل کی طلاقتِ لسانی سے متاثر ہو کر اس نے ایک بڑی
قومیت پسند جماعت ترتیب دینے کے نظام العمل کو بحال رکھا تاکہ مصر کو غیر ملکیوں کی
حکومت سے نجات مل سکے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دسمبر ۱۹۰۶ء میں لارڈ کرومر نے حسبِ ذیل
شرائط کا الٹی میٹم روانہ کیا۔ مصطفیٰ پاشا کامل اور بعض خدیوی عمائدین کا اخراج۔ مصری
افواج کی تخفیف اور برطانوی افواج کی بیشی۔ ساتھ ہی مصری افسروں کا تناسب بحساب
دس افسر سات قرار دیا گیا۔ خدیو اور حکومتِ عثمانیہ میں بالراست خط و کتابت کی موقوفی
جو آئندہ سے مصری وزیرِ خارجہ کے توسط سے کی جائے گی۔ (جو انگریزوں کے ہاتھ میں تھا)
عثمانی ہائی کمشنر غازی مختار پاشا کی واپسی جس نے اخبار اللوا کی تحریک اشاعت تعصب
میں جو اتحادِ مسلمانان کے پردے میں کی گئی تھی زبردست حصہ لیا تھا۔ خدیو نے مقدم الذکر تین
شرائط قبول کئے۔ چوتھی شرط کا تعلق اس سے نہ تھا۔ سلطان نے صاف جواب دے دیا
کہ وہ کبھی احمد مختار پاشا کو خدمتِ ہائی کمشنری سے علحدہ نہ کرے گا۔ انگریزوں نے اصرار
نہیں کیا اور خدیو کے متذکرہ شرائط منظور کرنے کو ہی کافی سمجھا۔

سیماس۔ گو سامیوں نے یونانی جنگِ خود مختاری میں ترکوں کے خلاف
جنگ کی تھی لیکن اس پر بھی ۱۸۳۰ء میں سیاستِ یورپ نے انھیں عثمانی تسلط میں ہی
رکھا چنانچہ جزیرہ سیماس کے ساتھ الجزائر کے اور یونانی جزیرے بھی باستثنائے
سائکلیڈیس ترکی کے قبضے میں رہے۔ لیکن جب سامیوں نے ہتھیار رکھنے سے انکار
کیا تو بابِ عالی نے فرانس اور روس کی وکالت پر اس جزیرے کو خود مختاری دی۔
(۱۰ دسمبر ۱۸۳۲ء) سیماس کی حیثیت انگلستان، فرانس اور روس کی ذمہ داری میں ایک ریاست کی سی ہو گئی جو ترکی

کو خراج ادا کرتی ۔ ترکوں کا اس جزیرے میں دخل باقی نہ رہا ۔ ترکی کو صرف گورنر کے تقرر کا اختیار تھا جس کے لئے شرط یہ تھی کہ وہ یونانی اور مشرقی گرجا کا پیرو ہو ۔ نیز چار ہزار ترکی پاؤنڈ وہ اس جزیرے سے بطور خراج وصول کر سکتی تھی ۔

۱۸۳۵ء میں سیماس کو یہ امتیازی حقوق عطا ہوئے اور اسٹیفانکی بے وگوریڈیس اس جزیرے کا گورنر بنایا گیا ۔ اس بلغاری نژاد یونانی اور اس کے مددگار کیرئیل افندی کرسٹو ویچ کے خراب نظم ونسق سے ۱۸۵۰ء میں پھر ایک عام بغاوت ہوئی ۔ باب عالی نے ایک شخص مصطفیٰ پاشا کو جو کسی قدر فاتح اہرام مصری کے مشابہ ہونے کی وجہ سے بوناپارٹ کے نام سے مشہور تھا دس ہزار کی فوج کے ساتھ سیماس پر بھیجا لیکن ترک شدید نقصانات کے ساتھ پسپا ہوئے ۔ دول ضامن کی مداخلت سے جنگ موقوف ہوئی ۔ اسٹیفانکی بے خدمت سے علیحدہ کر دیا گیا لیکن باب عالی نے قانون کی خلاف ورزی کر کے متحفظ فوج کو جزیرے کے صدر مقام واتھی میں رکھ چھوڑا ۔

یہاں کا گورنر جنرل پرنس کہلایا جاتا تھا ۔ اور عاملانہ اختیارات اسکو حاصل تھے ۔ اس کی اعانت کے لئے ایک سنیٹ تھی جس میں چار رکن ہوتے تھے جنھیں وہ اضلاع کے آٹھ پیش کردہ امیدواروں سے انتخاب کرتا تھا ۔ اس کی سالانہ تنخواہ ڈیڑھ ہزار ترکی پاؤنڈ تھی ۔ پاسپورٹ کی آمدنی بھی وہی لیتا تھا جو ڈیڑھ سو سے دو سو ترکی پاؤنڈ کے قریب تھی ۔

قانونی اختیارات کا تعلق مجلس نمایندگان سے تھا ۔ سینتیس گاؤں کے سینتیس نمایندے منتخب کئے جاتے تھے ۔ اور دو ثلث کے غلبۂ آرا سے ان کا انتخاب عمل میں آتا تھا ۔ ہر کمیون سے باعتبار اس کی اہمیت کے تین سال کے لئے چند نمایندوں کا انتخاب ہوتا تھا جو ہر سال میونسپل کونسل، میر بلد، اور نمایندے کا تقرر کرتے تھے ۔ ان فرائض کی قابلیت کے لئے انھیں کچھ لگان مقرری ادا کرنا پڑتا تھا ۔

عبدالحمید نے جس کا اصول ان امتیازی حقوق کو مٹانا تھا مداخلت کی کوشش کی لیکن سامیوں کا رام ہونا مشکل تھا ۔ از روئے دستور پرنس کے تقرر کے لئے یہ لازمی تھا کہ وہ یونانی اور مشرقی گرجا کا پیرو ہو لیکن باب عالی کی بدظنی یونانیوں سے بڑھتی جا رہی تھی جس کی وجہ سے یونانی سرکاری خدمت کو قبول نہ کرتے تھے ۔ نتیجہ یہ تھا کہ

انتخاب کے لئے میدان تنگ تھا۔ حکومت عثمانیہ واقعی کو ان یونانیوں کو بھیجتی تھی جو تن آسان اور اس کے کٹ کھنوں پر چلنے والے ہوتے تھے تاکہ ان کے ذریعے سے اس جزیرے کے امتیازی حقوق کو تہس نہس کیا جائے لیکن سامی بھی غافل نہ رہتے تھے۔ جلد مجلس میں جو دستور کی پابندی چاہتی تھی اور نزاع فرمان پرنس میں جھگڑا ہو جاتا جس میں پرنس کو اپنی ہار ماننی پڑتی۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ حکومت اس کو واپس طلب کرلیتی۔ اگر کسی صورت میں پرنس اور مجلس ایک ہو جاتے تو باب عالی کی طرف سے وہ پہلے ہی موقع پر برطرف کردیا جاتا۔

اس جزیرے کے ایک آخری گورنر کتا کی بے کراتھیا ڈوری نے جس کا تقرر جولائی ۱۹۰۶ء میں ہوا تھا اپنے فرائض کی بجا آوری میں نہایت مستعدی اور تن دہی کا اظہار کیا اور سیاس کی خود مختاری کو مستحکم کرنے کے لئے اس جزیرے کی سیاسی و اقتصادی ترقی کی کوشش کی۔ من جملہ اور تجاویز کے جو اس نے مجلس سے منظور کرائے ایک تجویز اسٹیٹ بنک قائم کرنے کی تھی جس کا تعلق ایتھنس کے بنک سے ہوتا۔ باب عالی نے اس تجویز کو نامنظور کردیا۔ اور جب کراتھیاڈوری کے منشور جزیرے کی حجت پیش کی تو ستمبر ۱۹۰۷ء میں وہ برطرف کردیا گیا۔ اس کا جانشین عدالت العالیہ کا ایک گمنام جج جاپجیا دیس افندی ہوا جس کے متعلق حکومت کے فرماں بردار ہونے کا خیال تھا۔ وہ سامیوں کی مخالفت کی وجہ سے صرف تین ماہ ہی برسرِ حکومت رہا۔ اس کے بعد انڈری کوپاسس افندی ممبر کونسل آف اسٹیٹ سیاس کا گورنر ہوا۔ یہ گرانڈ چرچ کا بہت بڑا مقرر تھا اور کرائسٹا فر کلمبس کی تاریخ لکھکر یونانی ادبیات میں بہت شہرت حاصل کی تھی۔ سنیٹ اور مجلس نے اس کا بہت جوش کے ساتھ خیر مقدم کیا لیکن باشندے اس کے استبداد سے بہت جلد اس کے مخالف ہوگئے۔ اس نے آتے ہی سنیٹ کی مدد کو غیر ضروری سمجھ کر اس کو برخواست کردیا اور تنہا ہی انتظام مملکت کی طرف متوجہ ہوا۔ حکومت کو اب مدّت کے بعد اپنے ڈھب کا آدمی ملا جس کے ذریعے سے وہ سامیوں کی آزادی پر حملہ کرسکتی تھی۔

جب تمام باشندوں نے اس کے متعلق اپنی ناخوشی کا اظہار کیا تو کوپاسس نے ڈر کر مئی ۱۹۰۸ء میں اپنی حفاظت کے لئے سمرنا سے فوج طلب کی۔ دو سو آدمی اس کی حفاظت کے لئے بھیجے گئے لیکن ان کے ساحل پر اترتے ہی چند رمہ اور سامیوں نے ان پر بندوقوں سے فائر کیا جس کی وجہ سے انھیں ایک ہمسایہ کو نک میں پناہ لینی پڑی یہاں ان کا محاصرہ

کر دیا گیا۔ ایک جنگی جہاز اور ایک تارپیڈو کشتی قسطنطنیہ سے اور توپخانہ اور پانچ دستے پیدل کے سمرنا سے بھیجے گئے۔ کوپاسس افندی کے قول کے مطابق "امپیریل گورنمنٹ کی جنگی قوت وعظمت سے ساموں کی مدافعت کا آسانی سے خاتمہ ہو گیا۔ ان کی توپیں بحری توپوں کے مقابلے میں ہیچ تھیں۔ واتھی پر بمب باری کی گئی اور قریب قریب وہ جلا دیا گیا۔ اکثر عائدین فوجی عدالت میں پیش کئے گئے۔ ان کی خوش قسمتی تھی کہ وہ پھانسی کی سزا کے پیشتر ہی فرار ہو گئے۔ صدر نشین سینیٹ یونان بھاگ گیا اور دوسرے لوگ ملک کے اندرونی حصے میں فرار ہو گئے۔ کوپاسس افندی ترکی فوج کی حفاظت میں من مانے حکومت کرتا رہا ستمبر ۱۲ ۱۹۱۲ء میں کانیا میں کسی نے اسے مار ڈالا۔ اس کا جانشین بگرس بے ساموں کے اعلان خودمختاری پر بھاگ گیا۔[1]

مالیات۔ قرضۂ عامہ۔ قرضۂ جاریہ۔ جمع و خرچ۔ قرضۂ عثمانیہ کو عطا کئے ہوئے مداخل۔ ٹوبیکو رجی۔ تجارتِ ممنوعہ۔ جندارمہ۔

وزارتِ مالیہ کا قیام ۱۸۳۸ء میں عمل میں آیا تھا اور پہلا باقاعدہ موازنہ جس کے متعلق ۱۸۵۵ء کے قانون ترکیبی میں حکم دیا گیا تھا، ۱۸۶۱ء میں ترتیب دیا گیا تھا۔ سلطنتِ عثمانیہ کی عظمت اور شان و شوکت کے شباب کے زمانے میں بھی اس کے مالیات مشکل سے اس قابل تھے کہ ان کو ترتیب و باقاعدگی کا نمونہ کہا جا سکے۔ رعایا ہمیشہ حکام کی غارتگریوں اور سلاطین کی لوٹ مار کا شکار بنی رہی۔ سترھویں اور اٹھارویں صدی میں ایک سے زیادہ مرتبہ تبدیل زر کی تباہی خیز فوری ضرورت سلاطین کو پیش آئی اور اس طرح انھوں نے خطرناک بغاوتوں کو پھوٹ پڑنے کا موقع دیا۔ لیکن یہ مالی بدنظمیاں محدود تھیں۔ سلاطین صرف موجودہ ذرائع آمدنی کے ہضم کر جانے ہی پر اکتفا کرتے تھے اور مستقبل کے ذرائع میں دست اندازی نہیں ہونے تھے۔[2]

---

[1] دول نے اس جزیرے کو یونان کے علاقے میں دے دیا ہے۔

انیسویں صدی میں یہ محسوس کر کے کہ روز افزوں کمی کے تکملے کے لئے کافی روپیہ نہیں ہے، ترکوں کے لئے صرف یہی ایک چارہ کار تھا کہ وہ روپیہ قرض لیں۔ ۱۸۵۴ء سے ۱۸۷۵ء تک ترکی نے (۱۱) مختلف قرضے حاصل کئے اور ۱۸۷۶ء میں اس کا دیوالہ نکل گیا۔ کروڑہا روپیہ جو اس نے یورپ سے حاصل کئے تھے، بغیر کسی منافع کے ایک عمیق غار میں غائب ہو گئے تھے۔ اور ان کا کوئی پتہ نہ تھا۔

قرضۂ عامہ:۔ ۱۸۸۱ء میں حاصل کیا گیا اور سلطنت کے بعض مداخل خانگی اشخاص کے فائدے کے لئے حکومت کی حاصل کی ہوئی رقم کے معاوضے میں منتقل کر دئے گئے۔ قرضۂ عامہ میں حسب ذیل قرضہ جات شامل ہیں:۔

۱۔ **قرضۂ عام**۔ جس سے ۱۸۵۴ء تا ۱۸۷۴ء کے قرضہ جات مراد ہیں۔ ان قرضوں میں، جن کی میزان (۲۱،۸۴،۳۶،۵۱۰) پاؤنڈ اسٹرلنگ تھی ترکی کے لاٹری بونس، سلطنت میں تعمیر کی جانے والی ریلوے لائنوں پر، جن کی ترکی حکومت نے گارنٹی دی تھی، فی کلو میٹر (۱۴،۰۰۰) فرانک کی سکہ پی نے لائزیشن شامل تھا۔ ۱۸۷۶ء میں ترکی کے دیوالیہ ہو جانے کے بعد اس وقت تک جو ادائیاں عمل آئی تھیں، ان کی رو سے قرضے کی تعداد پوری (۱۹،۲۴،۸۸،۰۸۵) پاؤنڈ اسٹرلنگ تھی۔

۱۱ر جولائی ۱۸۷۸ء کے برلن کانگریس کے اجلاس میں ترکی کے نمائندوں نے جو اعلانات کئے تھے، باب عالی نے جب ان کی تعمیل میں اپنے قرضخواہوں کے ساتھ ۲۰ر دسمبر ۱۸۸۱ء کے مالی انتظامات کئے تو اس وقت عثمانی قرضے کی میزان، ستمبر ۱۸۷۶ء کے بعد سے بقایائے سود کے بابتہ (۶،۱۸،۰۳،۹۱۵) پاؤنڈ اسٹرلنگ کو شامل کر کے (۲۵،۴۲،۹۲،۰۰۰) پاؤنڈ اسٹرلنگ تھی۔ ۲۰ر دسمبر ۱۸۸۱ء کے معاہدے کی رو سے اس قرضے کو گھٹا کر (۱۰،۶۴،۳۷،۲۳۳) پاؤنڈ اسٹرلنگ قرار دے دیا گیا۔ اس کا سود (۱) فیصدی تھا، جس میں بہ لحاظ حالات ۴ فیصدی تک اضافہ ہو سکتا تھا۔ ان مداخل کا (۴/۵) حصہ جو قرضے میں استعمال کئے جاتے تھے، سود کے لئے منسوب کر دیا گیا اور (۱/۵) انفکاک کے لئے۔ لیکن تاوقتیکہ سود ادا نہ ہو جائے، اصل کی ادائیگی کے لئے کوئی سوال نہیں اٹھایا جا سکتا تھا۔

اس منتقلہ اور تخفیف یافتہ قرضے کو ترکی کے تمسک رکھنے والوں کو ذیل کے محاصل عطا کر کے محفوظ کر لیا گیا تھا اور یہ تصفیہ ہوا تھا کہ یہ لوگ ان محاصل کا خود ہی انتظام کریں گے:۔

(ا) چھ بالواسطہ محاصل ؛ تمباکو ؛ نمک ؛ ریشم ؛ اسٹامپس ؛ اسپرٹس اور فشریز کی ڈیوٹیاں۔

(ب) سلطنت کے مداخل سائرات کی بیشی، جو تجارتی معاہدات کی نظرِ ثانی کی صورت میں محاصل کی اصلاح سے نتیج ہو۔

(ج) مداخل کی بیشی، جو اس مد کی سابقہ آمدنی کے مقابلے میں (جبکہ قانون نہایت ہی ناقص طریقے پر نافذ تھا) قانون پیٹنٹ کے نفاذ تعمیمی سے حاصل ہو۔

(د) ریاست بلغاریہ کے خراج کا، جس کے لئے اس وقت تک جب تک کہ معاہدۂ برلن کی دستخط کنندہ طاقتیں اس کو معین و مشخص نہ کریں (۱,۰۰۰,۰۰۰) لیرا قرار دیدیا گیا ہے، تمباکو کے (۱۰) فیصدی محصول کی بیشی پر سب سے پہلا خرچ عائد کیا جائے۔

(ہ) جزیرۂ قبرس کی مالگزاری کی بیشی کو ان صورتوں میں جہاں ترکی حکومت کو اس پر کوئی اختیارِ تمیزی حاصل نہ ہو، (۱,۳۰,۰۰۰) ترکی پونڈ سے بدل دیا گیا اور یہ طے ہوا کہ تمباکو کے (۱۰) فیصدی محصول کی بیشی پر سب سے پہلے اس کا بار عائد کیا جائے گا یا صدر نظامت سائرات پر ڈرافٹ جاری کرکے اس کی سبیل کی جائے گی۔

(و) مشرقی رومائلی کا مقررہ لگان (Quit-rent) جس کی تعداد (۲,۴۰,۰۰۰) ترکی پونڈ مقرر کی گئی تھی اور اس میں صوبے کے تمام سائر کے ناکوں کے خالص سالانہ مداخل کا اضافہ کیا گیا تھا جس کا تخمینہ (۵,۰۰۰) ترکی پاؤنڈ تھا۔

(ز) تمباکو کی آمدنی (۵۰,۰۰۰) ترکی پاؤنڈ کی حد تک جس کو صدر نظامت سائرات پر عائد کرکے منتقل کرلیا گیا تھا۔

(ح) وہ تمام رقومات، جو سربیہ، قرہ طاغ، بلغاریہ اور یونان سے قرضۂ عثمانیہ کے امدادی حصص کی حیثیت سے، معاہدۂ برلن اور ۲۴ مئی ۱۸۸۱ء کے معاہدۂ قسطنطنیہ کے فقرہ (X) کے تخمینوں کے مطابق، امپیریل گورنمنٹ کو واپس کی جائیں۔

عنوان "الف" کے تحت مندرجہ چھ بالواسطہ وسائل آمدنی کو ۲۲ نومبر ۱۸۷۹ء کے بعد غلطہ کے مہاجنوں کے پاس رہن کر دیا گیا تھا، جن کی ریاست (۸۵,۹۰,۰۰۰) ترکی پاؤنڈ کی قرضدار تھی۔ ۲۸ دسمبر ۱۸۸۱ء کے معاہدے کی رو سے، جو ولیوں اور حکومت عثمانیہ کے مابین منعقد ہوا تھا، (۷,۴۲,۲۷,۲۰۰) پاؤنڈ پر بذریعۂ اقرار نامہ جات

(۵) فیصدی سود و (۲) فیصدی بے باقی کی شرح سے ان کا فک الرہن کرالیا گیا اور ان کو قرضۂ عامہ کے دوسرے تمام نوٹس پر فوقیت دیدی گئی۔ ترکی کے قرضخواہوں کے لیے جو محاصل مختص کردئے گئے تھے ان میں سے (۵,۹۰,۰۰۰) ترکی پاؤنڈ کی ایک رقم تفوق یافتہ قرضوں کی، جن کو "اولیہ" کہا جاتا تھا، بے باقی اور سود کے لئے سالانہ علیحدہ کردی جاتی تھی۔

۳۰ اپریل ۱۸۹۰ء کو مجلس انتظام قرضۂ عامہ کے انگریزی نمائندے، ام کیلارڈ، فرانسیسی نمائندے، ام آبرے اور آٹومان بنک کے ڈائرکٹر جنرل، سرایڈگرونسنٹ نے "اولیات" کو منتقل کردیا، جن سے اس وقت اس قدر سنسنی پھیل گئی تھی۔ اس عمل سے قدیم اولیات کی جگہ (۳,۹۱,۳۶۳) جدید بانڈس نے لیلی، جو مالکان بانڈس کو بحساب (۵۰۰) فرانکس فی بانڈ ادا کئے جانے والے تھے اور جن کی قیمت اجرا (۴۱۱) فرانک (۴۰۵) بشرح سود (۴) فیصدی تھی اور جو (۴۴) سال یعنی ۱۹۳۴ء میں مساوی قیمت پر ادا کئے جانے والے تھے۔ اسی کے ساتھ سالانہ شش ماہی وصولیابیوں کے ذریعے سے اولیات کو منسوخ کردیا گیا۔ جدید بانڈس کی بے باقی کے لئے صرف (۴,۳۰,۵۰۰) ترکی پاؤنڈ کی ضرورت تھی اور اس لئے (۱,۶۰,۵۰۰) ترکی پاؤنڈ یا (۱,۴۶,۹۶۰) پاؤنڈ اسٹرلنگ کا فرق آتا تھا۔ چنانچہ یہی رقم قابل بے باقی بن گئی تھی۔ مجلس قرضہ نے (۱,۴۵,۰۰۰) پاؤنڈ اسٹرلنگ کو قرضے کے چاروں سلسلوں میں لگادیا اور (۱,۹۶۰) پاؤنڈ اسٹرلنگ جو باقی بچے، ان سے جدید بانڈس کے مختلف قرضہ جات میں کام لیا جانے والا تھا کیونکہ مجلس کا بیان تھا کہ "یہ سلسلہ وار ہی ہیں، جو مذکورۂ بالا منتقلی سے سب سے پہلے منقطع ہوں گے"۔

اس کے برخلاف فیناشیل سنڈیکیٹ نے، جس نے اس کی سربراہی کی ذمہ داری لی تھی، (۴,۹۹,۹۹,۵۰۰) ترکی پاؤنڈ کا ایک فرضی قرضہ جاری کیا جسے اس وقت "قرضۂ مجتمعہ" اور آجکل "قرضۂ عثمانیہ" کہا جاتا ہے اور جس کا نصف قرضۂ جاریہ کی یکجائی کے لئے مخصوص تھا۔ دوسرے نصف میں سے جو خزانۂ عثمانی کو ادا کیا جاتا تھا، آٹومان بنک (۱۰۶) کی معینہ شرح سے (۱۳,۶۲,۵۰۰) ترکی پاؤنڈ لے لیتا تھا اور بقیہ کو ۱۳ ارسے ۱۳ دسمبر تک خزانہ جس طرح چاہتا تھا استعمال کرتا تھا۔

ان دونوں معاملتوں کا ایک دوسرے سے گہرا تعلق تھا۔ ”اولیات“ کی منتقلی لون کی لازمی شرط تھی۔ سوائے بانڈ ہولڈرس کے، جن کو اس کے تمام اخراجات برداشت کرنے پڑتے تھے، تمام دنیا کو اس سے فائدہ تھا۔ ۱۹۰۶ء میں قرضۂ عامہ دوبارہ (۵،۹۰،۰۰۰) ترکی پاؤنڈ کے سالیانہ میں داخل ہوگیا کیونکہ ”اولیات کی منتقلی سے اس پر (۴،۳۰،۵۰۰) ترکی پاؤنڈ کا بار عائد ہوگیا تھا۔ ۱۲ جولائی ۱۹۰۶ء کو ایک اور منتقلی عمل میں آئی، جس نے متحدہ قرضۂ منتقلہ کی میزان میں ”اولیات“ کی تعداد (۸۹،۷۰،۰۰۰) پاؤنڈ اسٹرلنگ قرار دے دی۔

اصل میں ستمبر ۱۹۰۳ء میں ہی قرضۂ متحدہ کے سلسلوں کا اتحاد عمل میں آچکا تھا، جس سے تینوں سلسلوں کی وہی (۴) فیصدی کی نوعیت ہوگئی تھی اور جس کی بنا پر (۶۶،۱۹،۳۰،۸۰) کے اس تاریخ تک کے اصل میں (۲،۹۷،۹۲،۵۲۰) پاؤنڈ اسٹرلنگ کی حد تک تخفیف ہوچکی تھی۔

از تا ۱۴ مارچ ۱۹۰۹ء کو قرضۂ متحدہ کی میزان بشمول ”اولیات منتقلہ“ تین کروڑ اڑسٹھ لاکھ چھ ہزار سات سو پاؤنڈ اسٹرلنگ تھی۔ اسی تاریخ کو ترکی بانڈس کا اصل تقریباً (۳۳۴۳۰۵،۰۰۰) فرانک تھا اور مجریہ بانڈس کی تعداد (۱۸،۴۲،۴۸۵۰) تھی۔

عثمانی قرضۂ عامہ کی مجلس انتظامی کے بیان کے مطابق ۱۹۰۷ء اور ۱۹۰۸ء کی دو معاملتوں کی خالص میزان، جو قرضے کے لیے استعمال کی جاسکتی تھی، علی الترتیب (۳۳۰۸۴۶۵۵۷) اور (۳۳۵۸۴۶۱۱۵) ترکی پاؤنڈ تھی۔ اس میزان کی تقسیم ذیل کے طریقے پر کی گئی تھی:۔

۱۹۰۷ء-۱۹۰۸ء

متحدہ قرضۂ منتقلہ کا سود بحساب (۴) فیصدی = ... (۱۶،۹۱،۰۳۰) لیرا اور (۸۸) پیاسٹر

قرضۂ متحدہ کے معمولی انفکاک کا حصہ = ... (۱،۹۹،۳۴۴) لیرا اور (۷۴) پیاسٹر

ترکی بانڈس کو واجب الایصال معینہ سالیانہ = ... (۲،۷۰،۰۰۰) لیرا

بچت = ... (۱۱،۵۱،۰۸۹) لیرا اور (۲۷) پیاسٹر۔

بچت کی تقسیم اس صورت سے کی گئی تھی کہ (۷۵) فیصدی یعنی (۸،۶۳،۳۱۷) لیرا اور (۲۹) پیاسٹر حکومت کا حصہ تھا اور (۲۵) فیصدی قرضۂ عامہ کا، جس کے منجملہ $\frac{2}{5}$

یعنی (۱,۱۵,۱۰۸) لیرا اور (۹۷) پیاسٹر ترکی بانڈس کے لئے تھے اور ۳/۵ یعنی (۱,۷۲,۶۶۳) لیرا اور (۴۶) پیاسٹر متحدہ قرضۂ منتقلہ کے غیر معمولی انفکاک کے لئے؛

۱۹۰۸ء ۔ ۱۹۰۹ء

متحدہ قرضۂ منتقلہ کا سود بحساب (۴) فیصدی = ... (۱۶,۹۱,۰۳۰) لیرا + (۸۸) پیاسٹر۔

قرضۂ مذکورہ کے معمولی انفکاک کا حصہ = ... (۲,۴۰,۶۶۶) لیرا + (۰۴) پیاسٹر۔

ترکی بانڈس کو واجب الایصال سالیانہ معینہ = ... (۲,۷۰,۰۰۰) لیرا۔

بچت = ... (۱۴,۱۰,۵۸۰) لیرا + (۸۰) " ۔

بچت کی بٹوتی :- امپیریل گورنمنٹ، (۱۰,۵۰,۸۱۴) لیرا + (۳۵) پیاسٹر ترکی بانڈس، (۱,۴۰,۱۰۸) لیرا + (۵۸) پیاسٹر متحدہ قرضۂ منتقلہ کا غیر معمولی انفکاک، (۲,۱۰,۱۶۲) لیرا + (۸۷) پیاسٹر؛

۲۔ **مختلف قرضہ جات** :- (۴) فیصدی کا عثمانیہ قرضہ، جو ۸ تا ۱۲ اپریل ۱۸۹۱ء کو آٹومان بنک کے ساتھ طے ہوا تھا۔ اس کا اصل بائیس بائیس لیرا کے (۲,۲۷,۲۵۰) حصص میں (۴۹,۹۹,۵۰۰) لیرا تھا۔ (۲,۴۹,۹۷۵) لیرا کا سالیانہ بشرح سود (۴) فیصدی اور (۱) فیصدی برائے انفکاک۔ (۳,۱۱,۰۰۰) لیرا کی گارنٹی، جس کے منجملہ (۲,۳۱,۰۰۰) کا بار بروصہ، قرہ حصار، قراسی، قرشہریہ، قساریہ اور بزغات کی سنجکوں کے غلے کے محاصل پر تھا۔ اسی طرح سائرات کے مداخل پر (۸۰,۰۰۰) اور بھی تھا، جس کے ساتھ یہ شرط بھی لگائی گئی تھی کہ مداخل عشر کی کمی سے اگر کوئی فرق واقع ہوگا، تو اس سے ابن موخر الذکر میں اضافہ کر دیا جائے گا۔ (۵) فیصدی عثمانی قرضے کے حصص، جو ۲۹ اپریل تا ۱۲ مارچ ۱۸۹۶ء کو (۲۲) (۲۲) لیرا کے (۱,۴۸,۷۰۰) حصص میں (۳۲,۷۲,۷۲۰) لیرا کے اصل کے ساتھ آٹومان بنک کے ساتھ طے ہوا تھا۔ سود بحساب (۵) فیصدی انفکاک (½) فیصدی بذریعہ [illegible] لاٹسوں جس کے لیے (۱,۸۰,۰۰۰) لیرا کے سالیانہ کی ضرورت تھی۔ (۲,۰۰,۰۰۰) لیرا کی گارنٹی، جس کے منجملہ (۱,۲۰,۰۰۰) ولایت ہائے ایدین، خداوندگار، اور سالونیکا کے مداخل اغنام پر تھا؛ اور (۸۰,۰۰۰) مختلف سنجکوں کے مداخل عبلیرسی (Vallersee)، افیون، اور روغن زیتون

پر۔ مداخل کے ناکافی ہونے کی صورت میں عثمانی حکومت تقسیم منافع کی تاریخ سے (۱۵) دن پہلے ادائیات کے کامل طور پر عمل میں لائے جانے کی غرض سے جس قدر رقم کی ضرورت ہوگی، اس کا انتظام کرے گی۔

سنہ ۱۹۰۳ء کا (۴) فیصدی کا قرضہ خاص خاص ضمانتوں کے ساتھ (یہ ۸ اکتوبر سنہ ۱۸۸۸ء کا سابقہ فقری لون ہے، جس کا اصل (۳۰) ملین مارک بشرح سود (۵) فیصدی اور (۲) فیصدی انفکاک بذریعہ لاٹری تھا) ۲۱ اپریل تا ۲ مارچ سنہ ۱۹۰۳ء کی منتقلیوں کے بعد (۶۰) ملین فرانک یا (۴,۸۹,۶۰,۰۰۰) مارک کا جدید اصل (۱,۲۰,۰۰۰) حصص میں تقسیم ہوگیا تھا، جن میں کا ہر حصہ (۵۰۰) فرانک یا (۴۰۸) مارک کے برابر تھا۔ سود (۴) فیصدی انفکاک (½) فیصدی بذریعہ ادائیات و لاٹری۔ (۲۷ لاکھ فرانک یا (۱,۱۸,۰۰۰) لیرا کا سالیانہ، جس کی گارنٹی (۱,۳۸,۰۰۰) لیرا سے کی گئی تھی، جن کے منجملہ (۱,۰۸,۰۰۰) کا بار قرضۂ عامہ کے لئے جن مقامات کو نامزد کیا جاچکا تھا ان کے علاوہ دوسرے تمام مقامات پر حسب تفصیل ذیل تھا حقوق ماہی گیری، اجازت ہائے شکار؛ اجازت ہائے فروخت تمباکو؛ اجازت ہائے ماہی گیری؛ محاصل ریشم؛ جدید قوانین اسٹامپ کے مداخل میں حکومت کا حصہ؛ اور سمرنا کی سنجک کے غلے کے محصول پر سب سے پہلے (۳۰,۰۰۰) کا خرچ اس شرط کے ساتھ کہ اگر مذکورۂ بالا پچھ مداخل سے (۱,۰۸,۰۰۰) کا تکملہ نہ ہوتا ہو تو جس قدر کمی ہوگی اسی تناسب سے اس (۳۰,۰۰۰) ترکی پاؤنڈ میں اضافہ کردیا جائے گا۔

سنہ ۱۹۰۱ء تا سنہ ۱۹۰۵ء کا (۴) فیصدی کا قرضہ۔ ۲۱ - ۴ دسمبر سنہ ۱۹۰۱ء کو آٹومان بینک کے ساتھ طے ہوا۔ اس کا اصل (۱۲,۵۴,۰۰۰) بشرح فیصدی سود و (۱) فیصدی انفکاک تھا۔ ایک جدید معاہدۂ منعقدہ ۶ - ۱۹ نومبر سنہ ۱۹۰۳ء کی رو سے اس قرضے کے اصل کو بڑھا کر (۲۶,۶۶,۶۶۴) ترکی پاؤنڈ بشرح (۴) فیصدی و (۱) فیصدی انفکاک کردیا گیا تھا —

۲۵ - ۸ مئی سنہ ۱۹۰۵ء کے ایک دوسرے معاہدے نے اصل کو بشرح (۴) فیصدی سود و (½) فیصدی انفکاک (۲,۶۶۶,۴۳۵) ترکی پاؤنڈ قرار دے دیا، جو بائیس بائیس لیرا کے (۲,۱۲,۴۲۰) حصص میں منقسم تھا۔ بذریعۂ انفکاک بقیمت مساوی یا لاٹری مع ادائی بہ قیمت مساوی۔

(۲,۳۸,۰۰۰) لیرا کا سالیانہ، جس کی گارنٹی (۲,۴۷,۰۰۰) لیرا سے کی گئی ہے۔ گارنٹی کی اس رقم کے منجملہ (۸۲,۰۰۰) کا بار منتشا کی سنجاک اور مختلف قضاۃ کے مداخل عشر

پر ہے؛ (۷۰۰،۰۰۰) کا محصول زائد اور (½) فیصدی پر، جس کو تمام مداخل عشر میں سے (جس کا انتظام حکومت کے ذمہ ہے) قرضۂ عامہ کے لئے حکومت کے نام سے قبل از قبل وضع کر لیا جاتا ہے؛ اور (۱،۲۲۰،۰۰۰) کا، قرضۂ سائرات کے متعلقہ سالیانہ کو وضع کر لینے کے بعد سالونیکا؛ ئشقودرا؛ ادرنہ؛ بروصہ اور بیروت کی سائرات پر۔

قرضۂ تجہیزات عسکریہ ۴ ۔ ۱۷ اپریل ۱۹۰۵ء کو ڈوئتشی بنک کے ساتھ طے ہوا؛ اصل مفروضہ (۶،۴۰۰،۰۰۰) لیرا منقسم بہ (۱،۲۰۰،۰۰۰) حصص بحساب (۲۲) لیرا فی حصہ؛ شرح (۴) فیصدی سود اور (½) فیصدی انفکاک؛ بذریعۂ انفکاک بہ قیمت مساوی وصولی لاٹس مع ادائیات بہ قیمت مساوی؛ سالیانہ؛ (۱،۱۸۰،۰۰۰) لیرا؛ گارنٹی بذریعۂ (۱،۲۰۰،۰۰۰) لیرا جن کے متعلقہ تجہیزات عسکریہ کا محصول زائد ان مداخل میں استعمال کیا جا سکتا ہے، جو کلو بلیٹرک گارنٹیوں اور مذکورۂ بالا قرضہ جات کے لئے عثمانی قرضۂ عامہ کے زیر انتظام ہیں؛ اور (۳۰۰،۰۰۰) دو آنے کے حقوق پر، جو تجہیزات عسکریہ کے سرمائے کے لئے وقف ہو چکے ہیں۔

ان تمام قرضوں کے متعلقہ کاروبار کو عثمانی قرضۂ عامہ انجام دیتا ہے، اور ان تمام مداخل کا بھی انتظام کرتا ہے، جو بطور گارنٹی علحدہ کر دئے گئے ہیں ۔ اس میں ۱۹۰۸ء اور ۱۹۰۹ء کا وہ قرضہ بھی شامل کیا جانا چاہئے جس کو "قرضۂ سائرات" کہتے ہیں ۔ اس کی سروس کو خود حکومت نے عثمانی قرضۂ عامہ کی وساطت کے بغیر متیقن کیا ہے۔

قرضۂ سائرات ۱۸۸۶ء میں طے ہوا تھا؛ اسی میں (۱) لاکھ (۴۷) ہزار (۷) سو (۲۷) ٹک کا مفروضہ سرمایہ فراہم ہو سکتا تھا؛ شرح (۵) فیصدی سود اور (۱) فیصدی انفکاک؛ گارنٹی بذریعۂ عام مداخل سائرات سلطنت؛ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو (۴) فیصدی سود اور (½) انفکاک کے قرضے میں منتقل ہوا۔

اصل مفروضہ (۸۶) لاکھ لیرا؛ (۸۰) یا جرا ہوا ۔ ۱۹۰۸ء کا قرضہ؛ اصل مفروضہ (۴،۷۱۱،۱۲۴) لیرا؛ منقسم بہ (۲،۱۴۸،۱۴۲) حصص بحساب (۲۲) لیرا یا (۵۰۰) فرانک فی حصہ؛ سود (۴) فیصدی؛ گارنٹی بذریعۂ عام محاصل سائرات ۔ (۲۲۰) لیرا کا سالیانہ؛ گارنٹی بذریعۂ (۲۴۰،۰۰۰) لیرا، جس کا صرفہ ان مداخل عشر اور دوسرے محاصل پر تھا۔ جن کا انتظام گارنیٹڈ کلوبلیٹرک سروس اور مداخل عشر اور مذکورۂ بالا محاصل کے لئے عثمانی قرضۂ عامہ کے ذمے تھا ۔ (۱،۸۰۰،۰۰۰) لیرا سائرات پر، جس میں سے (۵۰،۰۰۰) محاصل بالواسطہ کا

ڈائرکٹر جنرل آٹومان بنک کو ادا کر دیتا ہے، دبقیہ کو بنک سمرنا، سالونیکا، بیروت، ادرنہ اور بروصہ کی سائرات سے وصول کرتا ہے؛

۱۹۰۹ء کا قرضہ؛ ۳۱ اکتوبر کو طے ہوا؛ اصل مفروضہ (۷) ملین؛ شرح (۴) فیصدی سود اور (۱) فیصدی انفکاک؛ گارنٹی بذریعہ سالیانہ (۳,۵۰۰,۰۰۰) لیرا، جو معاہدہ برلن کی رو سے روس کے واجب الادا تاوان جنگ سے متعلق تھا اور جس کو ترکی، روس اور بلغاریہ کی مفاہمت باہمی نے اس تاوان کے تصفیے کے لئے قابل استعمال بنا دیا تھا، جو مشرقی رومانی میں ریلوں پر قبضہ اور بلغاری اعلان خودمختاری کے متعلقہ دوسرے مسائل کے متعلق اس آخرالذکر طاقت پر واجب الادا تھا۔ جن مداخل عشر کا تعلق ان (۳,۵۰۰,۰۰۰) پاؤنڈ سے ہے، اُن کا بغیر کسی بیرونی نگرانی کے حکومت عثمانیہ انتظام کرتی ہے۔ کمی واقع ہونے کی صورت میں حکومت اس کا تکملہ سائرات کے ان مداخل کے اضافے سے کرے گی، جو محاصل سائرات سے (۱۱) سے (۱۵) فیصدی کے اضافے سے واقع ہو گی۔ ۱۹۱۱ء کا قرضہ؛ اصل مفروضہ (۷,۰۴۰,۰۰۰) لیرا؛ شرح (۴) فیصدی سود؛ (۱) فیصدی انفکاک؛ گارنٹی بذریعہ اخراجات مختص بر سائرات قسطنطنیہ؛

۲۔ قرضۂ جاریہ: غلطہ کے مہاجنوں سے روزانہ حاصل کئے جانے والے قرضہ جات، ٹریژری نوٹس؛ وزارتوں کی مجریہ رسائد؛ مختلف حسابات میں حکومت کی ادا کردہ رقومات وغیرہ پر مشتمل ہے؛

قرضۂ جاریہ کا قریبی تخمینہ لگانا بھی ناممکن ہے۔ ۱۸۷۹ء میں امپیریل گورنمنٹ صرف غلطہ کے مہاجنوں کی (۸,۵۹۰,۰۰۰) ترکی پاؤنڈ کی قرضدار تھی۔ اس قرضے کا تصفیہ ۲۰ دسمبر ۱۸۸۱ء کے معاہدے کے ذریعے سے ہوا تھا۔ چار سال کے بعد اکتوبر ۱۸۸۵ء میں حکومت قرضۂ جاریہ میں (۷) ملین ترکی پاؤنڈ کی مقروض تھی، اس رقم سے آٹومان بنک کا قرضہ، جو ریاست پر تھا، خارج ہے۔ بنک اور حکومت کے مابین یہ انتظام حسابات ترکی کے لئے ایک قطعی فریب تھا۔ بنک (۷ ½) ملین کا دعویدار تھا درانحالیکہ اگاپ پاشا (Agop-Pasha) وزیر علاقہ تصرف خاص (Civil List) کا بیان تھا، اور اس کے وجوہ بھی تھے، کہ ریاست پر زیادہ سے زیادہ صرف (۲ ملین) ترکی پاؤنڈ کا قرضہ ہے۔ وزیر اعظم کامل پاشا کی تائید کی بنا پر بنک کو کامیابی ہوئی۔ (۴ ½) ملین کا قرضہ تسلیم کر لیا گیا اور بنک کو اس امر کی اجازت دے دی گئی کہ وہ حصص کے (۶۵,۰۰۰,۰۰۰) ترکی پاؤنڈ کو

کو جاری کردے؛ جس کے منجملہ (۲) ملین پر خزانے کو اختیار تمیزی حاصل ہوگا اور جس کی محاصل سائرات پر صرفہ عائد کرکے گارنٹی کی جائیگی۔ ۲۷ راپریل ۱۸۹۰ء کے ایک ارادۂ سلطانی (فرمان شاہی) میں (۱۹,۵۶,۸۱,۵۰۰) فرانک کے ایک (۴) فیصدی کے قرضۂ مقدم کے جاری کرنے کی اجازت دے دی گئی۔ اس کی گارنٹی ان مداخل سے کی گئی تھی جو قرضۂ عامہ کو عطا کئے گئے تھے اور حصہ داروں کے منشاء کے مطابق پریمی یا رقی بانڈس کی منتقلی یا ادائی کے لئے مخصوص تھے۔ یہ قرضہ (۳,۹۱,۳۶۴) حصص پر منقسم تھا، جو بحساب (۵۰۰) فرانک (۸۰) شش ماہہ قرعہ اندازیوں کے ذریعے سے قابل ادا تھا، اور جو (۴۱۱) فرانک (۵۰) پر اجرا کئے گئے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت کو بلا کسرات (۴۵) ملین کا فائدہ ہوا، جس میں کا کچھ حصہ خزانے میں داخل ہوگیا اور کچھ حصہ قرضۂ جاریہ کے ایک قلیل حصے کی منتقلی میں کام آیا۔ یہ قرضہ ۲۲ رمئی کو جاری کیا گیا تھا اور ۳ رجون کو ترکی جرائد میں ایک سرکاری مراسلت نے ایک جدید طریقۂ اجرا کی شرائط یعنی قرضۂ جاریہ کے مطالبات (قبالوں) کی جزوی منتقلی کا اعلان کردیا؛ شمس[1] (Shims) عام اس سے کہ وہ مبدلہ ہوں یا ددیدیہ (dedidies) موقتہ ہوں یا استقراض دہل طاہرلاتی[2] (Istikrazi Dahle Tahirlati)، جو حال کو قابل ادا اعثمانی بانڈس سے (۴) فیصدی سود اور (۱) فیصدی الغاک کے ساتھ تبدیل کئے جانے والے تھے۔ جملہ منتقل شدنی رقم معین ہوچکی تھی۔ منتقلہ اور جدید شمس[3] (Shims) کے لئے جو رقم معین کی گئی تھی وہ دس سال کے سود کے برابر تھا، جس کا شمار ان مالیتوں کی مسلمہ شرح پر لگایا گیا تھا۔ معمولی شمس (Shims) اور موقتہ کے لئے جو رقم معین ہوئی تھی، وہ آٹھ سال کے سود کے مساوی تھی قرضۂ داخلی کے لئے اصل موجودہ کے لحاظ سے تعین کیا گیا تھا۔

---

[1] ترکی میں شمس (Shims) کی وہی حیثیت ہے جو ۱۸۹۰ء سے قبل مختلف سررشتہ جات حکومت کے مداخل کے بانڈس کی تھی۔

[2] ایک جبریہ قرضہ جو جنگ روس و ترکی کے دوران میں اور اختتام کے بعد اندرون میں طے کیا گیا تھا۔

[3] یہ شمس (Shims) ۱۸۷۵ء ہی میں منتقل ہوچکے تھے جس کی بنا پر ان کو اصل ابتدائی میں (۵۰) فیصدی کا نقصان ہوا تھا۔ اس امر کو بھی ظاہر کردینا ضروری ہے کہ ان شمس میں سے کسی پر بھی کوئی سود ادا نہیں کیا گیا ہے۔ پبلک بنک ادائی محاصل کے طور پر ان بانڈس کو قبول کرلیتے ہیں اور (۵۰) فیصدی نقصان پر فروخت کردیتے ہیں۔

جولائی ۱۹۰۸ء کے انقلاب کے بعد جب عثمانی حکومت نے فرانس کے دفتر تنقیح کے صدر، ام لاڈین سے یہ اپیل کیا کہ وہ عثمانی مالیات کی گتھیوں کو آکر سلجھا دے تو اس نے سب سے پہلے وزیر مالیہ سے یہ کہا کہ ایک ایسے موازنے کے قیام کے لئے، جس کا جمع اور خرچ برابر ہو، سب سے پہلے خزانے کے قرضہ جات کے معلوم کئے جانے کی قطعی ضرورت ہے۔ قرضۂ جاریہ کی قریبی تعداد کے متعلق بھی کوئی علم نہ تھا۔ اس کا اندازہ (۱۵) ملین ترکی پاؤنڈ لگایا گیا تھا مگر صحیح حسابات کے موجود نہ ہونے کی صورت میں یہ محض ایک قیاس تھا۔

بہرحال ام لاڈین کی اسکیم کے مطابق ایک قسم کی ترتیب عمل میں آگئی، جو حسب ذیل ہے :-

قرضہ جات متعلقہ رعایائے غیر ملکی :- قرضہ جات محفوظ۔ قرضہ جات غیر محفوظ۔
قرضہ جات متعلقہ رعایائے عثمانیہ :- قرضہ جات منتقلہ و غیر منتقلہ۔

پہلی مد کے قرضہ جات کو، جو ایک حیثیت سے سفارتوں کی حفاظت میں تھے قرضۂ جاریہ میں شامل نہیں کرنا چاہیئے اور ان کو آئندہ لئے جانے والے قرضوں سے بالکلیہ ادا کر دیا جانا چاہیئے۔ اب رہے دوسرے قرضہ جات تو حکومت ہائے متعلقہ کو اس امر سے باز رکھنے کے لئے کہ اگر ان کی پالیسی اجازت دے تو وہ ان کو اپنی حفاظت میں لے لیں، حکومت کو تکمیل عہد کے لئے اپنے پر جبر کرنا چاہیئے۔ اس سے بہتر کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔ مگر ام لاڈین کو یہ بتانا یاد نہیں رہا کہ کونسے طریقے پر عمل کرنے سے ایسا ہو سکتا ہے۔ عبدالحمید کی سول لسٹ کا تصفیہ اس کے لئے اچھا شگون نہیں تھا۔ کثیر التعداد پردیسیوں کو، جو معاہدے کے ذریعے سے مختلف خدمات پر لئے گئے تھے مثلاً پولیس، یلدیز کی پروسیلین فیکٹری؛ پروفیسر؛ باغات قصر شاہی وغیرہ وغیرہ، ان کو تنخواہیں نہیں دی گئی تھیں۔ ان کے معاہدات کو تسلیم کرنے میں پس و پیش تھا اور ان کے قرضوں کا مشکل سے (۴۰) فیصدی حصہ ان کو پیش کیا گیا تھا۔ سول لسٹ کے جرمانی قرضخواہوں نے اپنے مطالبات کو ان رقومات پر محفوظ کر لیا تھا، جو عبدالحمید نے رائشبنک میں امانت رکھی تھیں۔

اب رہی عثمانی رعایا، جن کی ریاست مقروض تھی، تو ان کو اپنے اصل میں ایک کثیر تخفیف کو تسلیم کرنا پڑا۔ اس اصول پر کہ جن لوگوں نے ریاست کو قرضہ دیا ہے

ان کے روپیہ کی قیمت بہت ہی کم ہے، بلکہ اکثر ان کی قدر مفروضہ کی (۲۵) فیصدی قرار پائی ہے اور یہ وہ قیمت ہے جس پر کہ روپیہ دینے والوں نے ان کو منتقل کیا تھا۔ اس اسکیم میں یہ تجویز کی گئی تھی کہ اصل کا (۳/۴) حصہ تخفیف کر دیا جائے۔ بلا واسطہ قرضہ جات کے لئے "دیرینہ" قرضہ جات کے اصل پر حملہ کیا گیا، کیونکہ ایک جدید مالی نظریے کے مطابق ایسے قرضہ جات کی قیمت ان کی "دیرگی" کی مناسبت سے گھٹتی جاتی ہے۔

ریاست کے تمام قرضخواہوں کو دو مہینے کی مہلت دی گئی تھی (جس میں توسیع بھی ہوئی تھی) کہ وہ اس عرصے میں اپنے مطالبات کو پیش کر دیں ورنہ بصورتِ دیگر کوئی عذر مسموع نہ ہوگا۔ اس کارروائی کا نتیجہ اب تک معلوم نہیں ہوا ہے۔ حکومت اگرچہ امرائین کی اس اسکیم پر عمل کر رہی تھی لیکن قرضۂ جاریہ کی اس تعریف سے وہ کچھ بہت زیادہ خوش نہیں معلوم ہوتی تھی، جس میں ایسی تنخواہوں کو بھی شامل کر لیا گیا تھا، جن کی ادائی کی تاریخ بیت چکی تھی اور جن کو وہ چپ چپاتے خزانے میں داخل کر لینے کی متوقع تھی۔

۳۱ - معاہدۂ برلن کی رو سے روس کو واجب الادا تاوانِ جنگ:-

اس کے متعلق ۲-۱۴ مئی ۱۸۸۲ء کے معاہدے میں حسب ذیل تصفیہ ہوا تھا۔ بابِ عالی (۳،۵۰،۰۰۰) لیرا کے ایک سالیانے کے ذریعے سے، جو ایک سو سال کے اندر قابل ادا ہوگا، اپنے قرضے کی ادائی کرے گی، جس کی مقدار (۸۰،۲۵،۰۰،۰۰۰) فرانک یا (۳۵) ملین لیرا ہے۔ ولایت ہائے حلب، قونیہ، کستمونی، ادرنہ اور سیواس کے اعشار اور مداخل اس غرض کے لئے وقف کر دئے گئے تھے۔ ان مداخل کی میزان کا اندازہ (۲۷۰،۰۰۰) لیرا لگایا گیا تھا۔ لیکن بدنظمیوں اور قحط سالیوں کی وجہ سے، جو ایشیائے کوچک کو تباہ کر رہی تھیں، ۱۸۸۸ء میں بابِ عالی پر روس کے (۶،۰۰،۰۰۰) لیرا باقی تھے۔ ۳۱ مئی کو ام نیلی ڈاف، روسی سفیر متعینۂ قسطنطنیہ نے کامل پاشا کے نام ایک سخت یادداشت روانہ کی، جس میں بقایا کی ادائی کا تقاضا کیا گیا تھا۔ ۱۲ جولائی کو کرد سعید پاشا وزیر خارجہ نے اس امر کی ذمے داری لی کہ آئندہ سے سالیانہ باقاعدہ ادا کیا جائے گا۔ اور (۱،۰۰،۰۰۰) پاؤنڈ کی سالانہ ادائیوں کے ذریعے سے بقایا کا تصفیہ ہو جائے گا۔ لیکن ۱۸۸۹ء سالیانے میں ادائی کے بجائے (۱،۲۱،۱۱،۵۷۸) ترکی پاؤنڈ کی کمی تھی۔ جنوری ۱۸۹۰ء میں روسی سفیر نے دوبارہ یاددہانی کی اور بابِ عالی سے تاوانِ جنگ کی کامل ادائی

کا سخت تقاضا کیا۔ دو فریادیا دداشتوں کا بھی کوئی نتیجہ نہیں نکلا اور روس نے یہ دھمکی دی کہ وہ اس روپیہ سے اپنا تاوانِ جنگ وصول کرے گا جو حالیہ مالی مصروفیتوں کی بناء پر ترکی حکومت نے باہر پھیلا دیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر ترک پابندی کے ساتھ اپنی سالانہ قسطوں کو ادا کرتے رہتے تو روس کی تمام پیش بندیاں درہم برہم ہوجاتیں۔ اور بیانات میں جتنی زیادہ دیر ہوتی اتنی ہی زیادہ رعائتیں روس اس نفسی نفسی کے موقعے پر حاصل کر لیتا۔ یہی وہ طریقہ ہے جس پر کاربند ہو کر سنہ ۱۹۰۰ء میں ایم زینوویف نے سلطان سے "بحر اسود کی کھاڑی میں آمد و رفت کی تمام لائنوں کی تعمیر و تنفیذ کا حق شفع، انھیں شرائط پر جن پر کہ بغداد ریلوے کو دیا گیا تھا اور ان رعایتوں کی محفوظیت کے ساتھ، جو ان مقامات میں عطا کی جا چکی تھیں،" حاصل کر لیا۔

یہی وہ تاوانِ جنگ ہے جس نے روس کو بلغاری خود مختاری کے متعلق ترکوں کی مسالمت کا یقین دلا کر اور باقی چالیس سالیانوں کو انھیں عطا کرکے، جزیرہ نمائے بلقان میں اپنے کھوئے ہوئے اقتدار کو دوبارہ قائم کر لینے کا موقع دے دیا۔

۴۔ سنہ ۱۸۷۷ء کی لڑائی سے جن روسی تاجروں کو صدمہ پہنچا تھا ان کا تاوان:-

ابتداً اس تاوان کی رقم (۲،۶۷،۵۰،۰۰۰) فرانک مقرر کی گئی تھی بعد میں اس کو کم کرکے (۶۱،۸۶،۵۴۳) فرانک قرار دیدیا گیا تھا۔ مگر دونوں صورتوں میں یہ رقم فوراً قابلِ ایصال تھی۔ بابِ عالی کے مطالبے پر روس نے اسی امر پر اتفاق کر لیا تھا کہ (۵،۰۰۰) لیرا کی سالانہ قسطوں کے ذریعے اس کا تصفیہ کیا جائے۔ پہلی قسط جو سنہ ۱۸۸۱ء میں ادا کی جانی چاہیے تھی سنہ ۱۸۸۴ء میں ادا کی گئی۔ دوسری قسط سنہ ۱۸۸۹ء میں اور تیسری سنہ ۱۸۹۲ء میں۔ ۱۴ اپریل سنہ ۱۸۹۳ء کو (۷،۰۰۰) لیرا کی ایک اور رقم ادا کی گئی اور اکتوبر میں (۵،۰۰۰) لیرا کی ایک چوتھی رقم ایصال ہوئی۔ ۲۴ فروری اور ۲۶ مئی سنہ ۱۹۰۲ء کو آٹومان بنک نے روسی سفارت کو اطلاع دی کہ (۴۲،۴۴۸) لیرا کی ایک رقم اس کی اختیاری اس کے پاس ہے۔ اب صرف (۱،۵۳۹) لیرا اور باقی تھے۔ روسی سفارت نے اس کے جواب میں (۲۰) ملین فرانک کے سود مرکب کا مطالبہ کیا۔ باب عالی نے ثالثی فیصلے کی تجویز کی، جس کو روس نے منظور نہیں کیا۔ بالآخر یہ مسئلہ عدالتِ ہیگ میں

پیش کیا گیا اور ۱۱ نومبر سنہ ۱۹۱۲ء کو یہاں سے جو فیصلہ صادر ہوا، اس میں روس کے مطالبہ کو مسترد کر دیا ؎

جمع اور خرچ:- سنہ ۱۹۰۷-۰۶ء میں ترکی موازنے میں (۵) ملین ترکی پاؤنڈ کی بلا کسر انت کمی ظاہر کی گئی تھی۔ سنہ ۱۹۰۸ء کے موازنہ میں، جس میں سرکاری اعداد کے مطابق صرف (۰۰۰، ۵۰، ۲) لیرا کی کمی تھی، وقیت (Vakit) کے بیان کے مطابق، جو ایک نیم سرکاری پرچہ تھا، (۳) ملین لیرا کی کمی تھی مگر حقیقت یہ ہے کہ کمی اس سے کہیں زیادہ تھی۔ عبد الحمید کے عہد میں صرف ایک تفصیلی موازنہ شائع ہوا تھا اور یہ ۲۴ جنوری سنہ ۱۸۹۰ء کا موازنہ تھا۔ اس موازنے کا مقابلہ کرنے کے لئے کوئی دوسری چیز خیال میں نہیں آ سکتی۔ اس کی ترتیب و اشاعت کی صرف یہ غرض تھی کہ اس امر کو ظاہر کر کے عثمانی معاملات کس قدر امید افزا ہیں، یورپ سے قرضہ حاصل کیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ بجٹ مظہرہ محض ایک افسانہ تھی اور باوجودیکہ عہدوں اور اخراجات میں تخفیف کر دی گئی تھی پھر بھی موازنے میں معتدبہ کمی واقع ہوئی تھی ؎

سب سے پہلے محاصل تمباکو ہی کو لیجئے۔ اس آمدنی کو موازنۂ جمع میں دو مرتبہ بتایا کیا گیا تھا۔ اس آمدنی کو دو بالواسطہ کن ٹری بیوشنس اور مختلف محاصل میں" کے مد میں (۵۵,۰۰۰) لیرا بتایا گیا تھا اور "محاصل انتظامی" کے مد میں (۵۱،۷۷،۵) سر عسکرات: امارت بحر: سر رشتۂ توپخانہ: اور جبخانہ کے مداخل کو (۵،۳۲،۷۹۳) لیرا ظاہر کیا گیا تھا۔ سر عسکرات میں بدل عسکریہ (جنگی سبکدوشی کا ٹیکس) کے سوا اور کوئی آمدنی نہیں تھی اور اس کے متعلق پہلے ہی "مختلف محاصل و عشرات، و ٹیکسیز" کے مد میں (۸،۸۶،۲۱۰) لیرا درج موازنہ کئے جا چکے تھے۔ امارت بحری، قرہ خانی اور ازب کپو (Azap-Kapou) دو پلوں نیز جماعت جہاز رانی محسوسہ کی آمدنی وصول کرتی تھی۔ پلوں کی آمدنی میں کا کچھ حصہ تو قرضہ جات محصلہ کے سلسلے میں مہاجنوں کو ادا کیا جاتا تھا اور جو کچھ باقی بچتا تھا وہ یلدیز کی نذر کر دیا جاتا تھا۔ اب رہی محسوسہ تو اس کی آمدنی کے متعلق، جو اس کے اخراجات سے زیادہ تصور کی جاتی تھی، سول محکمہ جات کے حصے میں (۶۰،۱۸۹) لیرا ظاہر کئے جا چکے تھے۔ سر رشتہ جات توپ خانہ و جبخانہ کی کوئی آمدنی نہیں تھی سوائے اس اس کے کہ اول الذکر معادن اور شکار کے لئے بارود اور متروک الاستعمال بندوقین

فروخت کرتا تھا لیکن انھوں نے اپنے ہی مفاد کے لئے مختلف صوبہ جات میں جن کا نظم ونسق ان ہی کے ہاتھ میں تھا، کچھ محاصل مقرر کر لئے تھے۔ ان محاصل کو ان کے متعلقہ مدوں میں ایک مرتبہ شمار کر لینے کے بعد حکومت نے ان کو دوبارہ پھر کسی دوسری جگہ شمار کیا تھا"۔

مختلف خراجوں کے متعلق (۱۱,۳۶,۳۱۶) لیرا درج موازنہ کئے گئے تھے۔ اس رقم میں سے چند ہزار لیرا عثمانی خزانے میں داخل ہوتے تھے۔ مصری خراج تقریباً سب کا سب ان قرضہ جات کی ادائی میں دے دیا جاتا ہے جو قرضہ منتقلہ میں شامل نہیں ہیں یا مشرقی رومانلی کا مقررہ لگان عثمانی قرضۂ عامہ کا حکولہ ہے۔ باب عالی کو صرف (۲,۰۰۰) پاؤنڈ سموز اور (۶۲۰) پاؤنڈ اثینھاز سے ملتے ہیں"۔

ان مداخل کو خارج کر دینے کے بعد، جو دوبارہ استعمال کئے گئے ہیں (۱۸,۰۰۰) پاؤنڈ کی برائے نام کمی رہتی ہے"۔

ان قصائد سے زیادہ، جو ۲۶ مئی سنہ ۱۹۰۰ء کو ترکی جرائد نے سلطان کی عالی دماغی کے اظہار میں شائع کئے تھے، جس نے اپنی تخت نشینی کے بعد سے تقریباً (۱۱) ملین ترکی پاؤنڈ کا ہدیہ ملک کو دیا تھا، اور کسی چیز سے عبدالحمید کے زمانے کی مالیات عثمانیہ کا وضاحت سے پتہ نہیں چلتا۔ ذیل میں ان حسابات کا اندراج کیا جاتا ہے جو استنبولی جرائد نے ترتیب وار ثابت کئے تھے:۔

مالی اصلاحات کے لئے عطیہ .... (۴۳,۵۰,۰۰۰) لیرا۔
۱۲۹۶ھ سے، سول لسٹ کا ½ حصہ .... (۲۵,۸۰,۵۲۲) " ۔
" " املاک شاہی کی آمدنی سے .... (۲,۵۲,۰۰۰) " ۔
" " اخراجات خورد و نوش .... (۴,۲۰,۰۰۰) " ۔
۱۳۱۳ھ سے، سول لسٹ سے .... (۲,۰۰,۰۰۰) " ۔

میزان .... (۱,۰۸,۲,۰۰۰) لیرا۔

"لیکن" اقدام کے بیان کے مطابق" ان عطیات کے علاوہ، جن کی نظیر ہز مجسٹی کے آباؤ اجداد میں کہیں نہیں ملتی، ہز امپیریل مجسٹی دی سلطان نے اس وقت تک کار ہائے نمایاں

جنگی اداراتاسلحہ وسامان جنگ اور دوسرے مفیدِ عامہ کاموں کے لئے شاہی علاقہ اور سول لسٹ فنسٹری سے (۱۲۹، ۸۰، ۲۷، ۷) پیاسٹر عطا کئے ہیں۔

"علاوہ بریں اگرچہ تمام مہذب ممالک میں بیرونی بادشاہوں کی مہمانداری اور ایسے موقعوں پر جو تحفے تحائف دئے جاتے ہیں، ان سب کے اخراجات خزانے سے ادا کئے جاتے ہیں۔ لیکن ہز امپیریل میجسٹی دی سلطان بادشاہوں، ان کے خاندان کے ارکین اور ان کے ہمراہیوں کو جو تحفے تحائف دئے جاتے ہیں، ان کے اخراجات اپنی جیب خاص سے ادا کرتے ہیں۔

"بیرونی بادشاہوں کی مہمانداری کے اخراجات کا بار ریاست کے مداخل عامہ پر کبھی نہیں ڈالا جاتا۔ درانحالیکہ دوسرے ممالک میں یہ خزانے کا فرض ہے کہ وہ عہدہ داران کے خاندانوں کو وظائف ادا کرے، سلطان المعظم ان وظائف کو اور دوسرے تمام ایسے وظائف کو اپنے ذاتی خزانے سے ادا کرتے ہیں، جو ان لوگوں کو دئے جاتے ہیں، جو اپنی جانوں یا صحت کو امن اور انتظام کے قیام کے لئے قربان کر دیتے ہیں۔

"یہ تمام عطیات علاقۂ صرف خاص مبارک کے اعلیٰ نظم و نسق کا مشکور ہونا چاہیے کہ حاصل ہو چکے ہیں، جو یکے بعد دیگرے ان تمام قرضوں کو بھی ادا کر رہا ہے جو اس سلسلے میں کئے جاتے ہیں" ؎

۵۵ء کے مالیات کے قانون ترکیبی نے سول لسٹ (صرف خاص) کے لئے (۳۰) ملین فرانک مقرر کر دیئے تھے لیکن اس پر کوئی لحاظ نہیں کیا گیا۔ ترکی میں سلطان کا تلوّن اس وقت تک اعلیٰ قانون کی حیثیت رکھتا ہے، جب تک کہ مذہبی قانون، شریعت سے سلطان کے تلوّن کا تصادم نہ ہو۔ صورت مابعد میں نافرمانی تمام سچے مسلمانوں کا فرض ہے۔ جو سلطانی احکام ایک دن صادر ہوتے تھے، دوسرے دن ان کو رد کر دیا جاتا تھا۔ ایک دن جب کہ سلطان کا مزاج کچھ بحال ہوتا تھا وہ اس امر پر آمادگی ظاہر کرتا تھا کہ ریاست کے خزانے سے جو جی چاہے لے لینے کے حق سے دست بردار ہو جائے گا۔ چنانچہ ایک خاص رقم اس کے لئے معین ہو جاتی اور یہ قرار پاتا کہ اسی رقم میں سے خاندان شاہی کے شہزادوں اور شہزادیوں کے وظائف، قصر سلطانی کے اخراجات اور منتظمین خانہ داری کی تنخواہیں بھی ادا کی جائے گی۔ لیکن پہلے ہی موقع پر جب کہ سلطان کو

روپیہ کی ضرورت ہوئی تمام بنک ادارے دھواں بنکر اڑ جاتے تھے۔ چنانچہ عبدالمجید نے اپنی بیٹی کی شادی میں (۵۰) ملین فرانک سے زیادہ صرف کئے۔ ۱۸۶۱ء سے ۱۸۷۶ء تک عبدالعزیز نے محلوں اور کوشکوں کی بیکار تعمیر میں تقریباً (۲) ملین صرف کر دیئے۔ غلاموں، جواہرات، زیوروں، گھوڑوں وغیرہ کی خریداری میں جو روپیہ صرف ہوتا تھا اس کا تو کوئی شمار ہی نہیں کیا جاسکتا۔ عبدالحمید کے زمانے میں صرف حرم سلطانی کے اخراجات تقریباً (۲۰۰) ملین تھے۔ یہ معلوم ہوجانے کے بعد کہ صرف پسی ہوئی شکر حرم سلطانی کے لئے ہر تیسرے مہینے (۴،۰۰،۰۰۰) فرانک کی خریدی جاتی تھی، ان اعداد پر کوئی تعجب نہیں ہوتا۔ سول لسٹ کا تعلق صرف سلطان کے جیب خاص کے اخراجات سے تھا قصر سلطانی کے معمولی اور غیر معمولی اخراجات کی ترتیب مختلف وزرا کے ذمے تھی، جو کبھی تو خاموشی کے ساتھ ان کو منظور کر لیتے تھے اور کبھی موازنوں سے خارج کر دیتے تھے سلطان کی زبان سے نکلا ہوا ایک لفظ اس امر کے لئے کافی تھا کہ انتظامِ مملکت کی متعلقہ تمام دولت کو سلطان کے قدموں پر نثار کر دیا جائے۔"

ترکی کا سب سے پہلا باقاعدہ موازنہ ۱۹۰۹-۱۰ء کے بابتہ شائع ہوا تھا اس موازنہ کی ترتیب میں جو مشکلات پیش آئیں ان کا اندازہ جاوید بے نے ۱۹۱۰-۱۱ء کے موازنے کے جو اسباب و علل تحریر کئے؛ ان سے ہوسکتا ہے:۔

"اگر آپ ان جستجوؤں پر، جو ایسے اعداد کی دریافت کے لئے "معلومہ" رجسٹروں میں کی جانی لازمی تھیں، جن کو ہم اپنے کام کی بنا قرار دینے والے تھے؛ اس وقت پر، جو ان انکشافات کے لئے درکار تھا؛ اس احتیاط پر، جو ان عناصر کے انتخاب کے لئے ضروری تھی، جن سے ہم اپنے آئندہ مداخل کے تخمینوں کی بنیاد کا کام لینے والے تھے اور پھر سب کے آخر میں باقاعدہ حسابات و اعداد و شمار کی ناموجودگی پر غور کریں، جو بجائے خود انتظام مملکت کے روح درواں ہیں، تو آپ ہماری ان مشکلات کی وسعت کو تسلیم کرنے میں پس و پیش نہیں کریں گے، جن کا ہمیں مقابلہ کرنا پڑا ہے۔ ہم کو قطعی اعتراف کر لینا چاہئے کہ ہم ایک مشتبہ اور تاریک زمین پر گامزن تھے۔ ہم ماضی کی ابتریوں سے دوبدو تھے۔ ہمیں کبھی ایسی ایسی تعجب خیز باتیں معلوم ہوجاتی تھیں کہ ہم اس امر پر تعجب کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ایک ایسی زبردست طاقت، جیسی کہ ہماری ہے،

ایسی حالتوں میں قائم رہ سکی"۔

ذیل میں وہ موازنہ درج کیا جاتا ہے، جو ۱۴ نومبر ۱۹۱۱ء کو پارلیمنٹ کے افتتاح کے وقت اور قانون دستوریت کے فقرہ ۹۹ کے مطابق جاوید بے نے ترتیب دیا تھا اور جس کے جمع و خرچ کا موازنہ ما سبق سے مقابلہ کیا گیا ہے :۔

۱۹۰۸-۰۹ء میں :۔ مداخل زیر انتظام حکومت :۔ جمع (۱۰۰،۷۹،۶۱،۳۰،۲) پاؤنڈ خرچ (۹۲۴،۶۲،۲۸،۵۰،۸)۔ گنجایش ۱۹۰۹-۱۰ء :۔ جمع (۶۶۰،۹۶،۴۸،۴۸،۵،۲) پاؤنڈ۔ خرچ (۰۸۰،۸۰،۷۷،۲۰،۳) پاؤنڈ ؎

اگست ۱۹۱۲ء میں جب چیمبر برخاست ہوا تو اس وقت ۱۹۱۱-۱۲ء کے موازنہ پر بحث بھی نہیں ہوئی تھی اور صرف سال ماسبق کے موازنہ پر عمل کیا گیا تھا، جس پر اٹلی سے تصویب عمل میں آئی تھی۔ مارشل لا کے لئے سب درست ہے۔ خود مالیہ کے بیان میں جمع میں کمی کا اظہار کیا گیا تھا اور مالی سال ۱۹۱۲-۱۳ء میں خرچ میں ایک قابل لحاظ اضافہ ظاہر ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ اس کا سبب جنگ ہو۔ موازنہ میں مجموعی جمع کا اندازہ (۵۹۵،۸۰،۴۷،۹۷،۲) لیرا کیا گیا تھا درانحالیکہ حقیقی جمع صرف (۱۷،۵۰۰،۸۶،۲) لیرا تھی۔ اس میں (۴۰،۵۰،۹۳،۱۵) لیرا کا محصول جنگ بھی شامل تھا۔ گویا باوجود غیر معمولی آمدنی کے، جس کی سربراہی اس محصول سے ہوئی تھی، حقیقی جمع میں تخمینہ کردہ جمع کے مقابلے (۰۸۷،۵۷،۱۰) لیرا کی کمی تھی اور اگر محصول جنگ کو وضع کر دیا جائے تو (۳۹۲،۶۹،۲۸) لیرا کا فرق واقع ہوتا ہے ؎

بہرحال اس امر پر قطعی لحاظ کیا جانا چاہیے کہ ۱۹۱۲-۱۳ء میں کئی سنجکوں کی اس زمانہ کی مالگزاری ترکی کو وصول نہیں ہوئی تھی، جس کی وجہ یہ تھی کہ ان پر اطالوی، بلغاری، یونانی یا سربی افواج کا قبضہ تھا۔ ۱۹۱۱-۱۲ء میں اس مالگزاری کی مقدار (۱۴۲،۹۹،۲۵) لیرا تھی۔ اگر اس رقم کو ۱۹۱۲-۱۳ء کی جمع میں شامل کر دیا جاتا تو مجموعی تعداد میں اندازہ کردہ رقم سے بہت ہی کم کمی واقع ہوتی ؎

اس امر کو فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ ۱۹۱۲-۱۳ء میں جمع نے محصول جنگ سے فائدہ اٹھایا، جو حسب ذیل محاصل پر مشتمل تھا۔ جائیداد اراضی اور محاصل تمتع میں (۲۵) فیصدی کا اضافہ؛ ریاست کے تمام عہدہ داروں کی تنخواہوں پر (۳) فیصدی کا ٹیکس؛ فوجی خدمت سے استثنا پر (۱۰) لیرا کا اضافہ؛ نمک سرکاری قیمت پر فی کلوگرام (۱۰) پیرا کا اضافہ اور

اسپرٹس کے محصول میں سو فیصدی کی بیشی۔ سنہ ۱۲-۱۹۱۱ء کے سالِ ماسبق کے مقابلے میں مجموعی جمع میں (۱۲,۲۹,۹۹۶) لیرا کی کمی ظاہر ہوتی ہے لیکن اگر (۲۵,۹۹,۱۴۲) لیرا کی رقم سنہ ۱۲-۱۹۱۱ء کی مالگزاری کو ظاہر کرتی ہے تو پھر ایسی صورت میں سنہ ۱۹۱۳ء کی جمع میں (۱۱,۹۳,۰۰۷) لیرا کی بیشی واقع ہوتی ہے، جو تقریباً ان محاصل کے بالکل برابر ہے جو محصولِ جنگ کی حیثیت سے عائد کئے گئے تھے۔

یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اناطولی (ٹرکی ان ایشیا) کی مالگزاری جنگ وغیرہ کے نامناسب حالات کے باوجود تقریباً وہی ہے، جو سالِ ماسبق میں تھی۔ اگر یہ صورت نہ ہوتی تو جمع میں برابر اضافہ ہوتا رہتا جیسا کہ سنہ ۱۹۰۰ء سے ہوتا رہا ہے۔

سنہ ۱۳-۱۹۱۲ء کے قرضہ جات کی تعداد (۵,۶۷,۱۵,۸۳۷) لیرا تک پہنچ گئی، جس کے منجملہ (۳,۲۲,۴۰,۹۸۶) لیرا معمولی اخراجات کے لئے تھے، (۱,۹۱,۴۸,۸۸) غیر معمولی اخراجات کے لئے اور (۱,۳۲,۹۰,۷۶۳) ضمنی اخراجات کے لئے۔ اس کے مقابلے میں سنہ ۱۱-۱۹۱۰ء کے مجموعی قرضہ جات (۳,۹۳,۲۴,۶۱۱) لیرا تھے، جن کے منجملہ (۳,۵۳,۱۵,۴۸۳) غیر معمولی اخراجات کے لئے تھے اور صرف (۳۲,۲۹,۴۰۱) ضمنی اخراجات کے لئے۔

سنہ ۱۳-۱۹۱۲ء کے حقیقی خرچ کی میزان (۳,۷۰,۵۶,۴۱۰) لیرا تھی، جس کے منجملہ (۱,۵۸,۱۷,۹۶۴) وزارتِ حربیہ نے صرف کئے تھے۔ سالِ ماسبق میں یہ میزان (۲,۹۱,۵۰,۳۷۲) لیرا تک پہنچ گئی تھی، جس کے منجملہ (۱,۲۲,۹۱۷,۹۱) سررشتۂ جنگ کے صرفے میں آئے تھے۔ (۳,۷۰,۵۶,۴۱۰) لیرا کے خرچ کا (۲,۳۷,۶۵,۰۱۷) لیرا کی جمع سے مقابلہ کرنے سے سنہ ۱۳-۱۹۱۲ء میں (۸۳,۹۱,۳۹۳) کی کمی واقع ہوتی ہے لیکن گمان غالب یہ ہے کہ جب حساباتِ جنگ کو بند کیا جائے گا تو یہ کمی المضاعف ہو جائے گی۔ آخر میں نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مالی سال کے اختتام پر تقریباً (۱۷) ملین لیرا کی کمی واقع ہوگی۔

اگرچہ سنہ ۱۳-۱۹۱۲ء میں ظاہر طور پر کوئی جدید لون جاری نہیں کیا گیا تھا تاہم خزانہ نے ضروریاتِ حاضرہ کی سربراہی کے لئے قلیل المدت قرضہ جات سے کام لیا تھا۔ دوران سال میں اس صورت سے (۵۹,۳۱,۰۰۰) لیرا حاصل کئے گئے تھے، جن کے منجملہ (۸,۴۸,۵۷۰) لیرا ادا ہو چکے ہیں۔ (۵۸) لاکھ لیرا کی قیمت کے تمسکاتِ خزانہ کے اجرا کی اجازت دے دی گئی تھی مگر یہ سب کے سب جاری نہیں کئے گئے اور تقریباً ایک ملین لیرا ادائیات میں استعمال

ہو چکے ہیں۔ موجودہ سال میں تقریباً (۲۰،۰۰،۰۰۰) لیرا کے قلیل المدت قرضہ جات اجرا کیے گئے ہیں۔ بہرحال یہ قرضہ جات فوراً قابلِ وصول نہیں ہیں اور ان کو متوقعہ تحصیل مالگزاری سمجھنا چاہیئے۔

عثمانی قرضہ عامہ کو عطا کیے ہوئے وسائل آمدنی :-

جیساکہ اوپر ظاہر کیا جاچکا ہے کہ چھ بالواسطہ وسائل آمدنی یعنی تمباکو، نمک، اسپرٹس، ریشم اسٹامپس، اور فشریز، ۲۰ دسمبر ۱۸۸۱ء کے معاہدہ کی رو سے ترکی کے قرضخواہوں کو اس وقت عطا کیے گئے تھے جب کہ بابِ عالی اپنے دیوالیہ پن کو صاف کرنا چاہتی تھی۔ ذیل میں ان مداخل کی میزان درج کی جاتی ہے، جو مالگزاری کی مختلف شاخوں سے حاصل ہوئی ہے :-

تمباکو

۱۸۷۷ء کی جنگ سے پہلے ....(۹،۶۰،۰۰،۰۰۰) پیاسٹر۔

غلطہ کے بنکروں (مہاجنوں) کا نظم و نسق :-

۱۸۸۰ء ....(۸،۶۰،۰۰،۰۰۰) " "

۱۸۸۱ء ....(۸،۷۷،۶۷،۱۹۳) " "

بانڈ ہولڈرس کا نظم و نسق :-

۱۸۸۲ء ....(۹،۰۰،۸۷،۱۸۲) " "

۱۸۸۳ء ....(۸،۸۵،۲۳،۴۵۳) " "

۲ ستمبر ۱۸۸۳ء کے معاہدہ کی رو سے عثمانی قرضہ عامہ کی مجلس انتظامی نے محاصل تمباکو ایک مالی انجمن کو جو آٹومان بنک اور اس کی شاخوں پر مشتمل تھی، عطا کر دیئے ان کے مابین تنقید کی غرض سے۔ اس کے معاوضے میں ریجی سوسائٹی نے بانڈ ہولڈرس کو ہر سال (۷،۵۰،۰۰۰) لیرا کی ایک رقم پیشگی ادا کرنے کی ذمہ داری لی۔ اور یہ طے ہوا کہ اگر ریجی ایسا کرنے سے قاصر رہے تو بانڈ ہولڈرس کو تمباکو کے حقوق مل جائیں گے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تمباکو کے جو حقوق عثمانی حکومت نے اپنی قرضخواہوں کو کفالت میں عطا کیے ہیں، ان پر (۰.۵) ملین کے جو ابتداءً المضاعف تھا، اس قرضے سے اثر پڑتا ہے، جس کے فراہم کرنے کا عثمانی ریجی کو اختیار حاصل ہے۔ اگر ریجی ان ادائیات سے

قاصر رہتی، اور ایسا ہونا ایک وقت میں ناممکن بھی نہیں تھا، تو کوئی چارہ کار باقی نہیں رہتا کیونکہ جو کفالت ان لوگوں کو دی گئی تھی، وہ پہلے ہی بالکلیہ رہن تھی"۔

سر رابرٹ ہملٹن لینگ، قرضہ عامہ کے ڈائرکٹر جنرل نے ریجی کے قیام کے وقت اس ادارہ کی تخلیق کے متعلق بہت کچھ رد و کد کی تھی اور چونکہ وہ رومانیہ ٹوبیکو ریجی کو قائم کر چکا تھا اس لئے اس کو معلوم تھا کہ یہ کیا چیز ہے۔ نامبردہ نے اپنے اعتراض کو ان ناقابل شکست مشکلات پر مبنی کیا تھا، جو ممنوعات کے دفعیہ اور ترکی کی پیدا شدہ تمام تمباکو کی خریداری میں، جس کو چارٹر میں مشروط کیا جا چکا تھا، ریجی پر عائد ہونے والے کثیر مصارف میں پیش آنے والی تھیں"۔

اس خیال کے بانی یہ باور کرتے تھے کہ انھوں نے اس امر کو مختص کر لینے میں کہ نصف دغیوم (deunum) سے کم تمام پیداوار کو ممنوع قرار دے دیا جائے، ایک کاری ضرب لگائی ہے۔ ان کو توقع تھی کہ وہ اس طرح تمباکو کی تمام قلیل کاشتوں کو تباہ کر دیں گے اور یہ کہ پیداوار (۳۰) ملین اوقیہ (ocques) سے گھٹ کر (۱۷) یا (۱۸) رہ جائے گی، جو ریجی کی ضروریات کے لئے کافی ہوگی"۔

کاشتکاروں اور ریجی میں ایک جنگ چھڑ گئی، جس میں اول الذکر کو قدرۃً عہدہ داروں کی اگر حمایت نہیں تو ہمدردی ضرور حاصل تھی خصوصاً اس لئے کہ چھوٹے چھوٹے کاشتکاروں کی تباہی تمام آبادی کی مصیبت کے مرادف تھی اور پھر سب سے بڑی بات یہ تھی کہ تمباکو کی کاشت تمام تر مسلمان ہی کرتے تھے۔ اس عام ہنگامہ آفرینی کے جواب میں نومبر ۱۸۹۶ء میں ایک ارادہ سلطانی نافذ ہوا، جس کا مضمون حسب ذیل تھا:۔

"ہر گاہ کہ ریجی کے خلاف سلطنت کے تمام حصوں سے مسلسل شکایتیں پیشگاہ سلطانی میں پیش کی جا رہی ہیں؛" "ہر گاہ کہ ٹوبیکو ریجی نے، باوجودیکہ امپیریل گورنمنٹ سے اس رقم سے جو آج ادا کی گئی ہے، کہیں زیادہ مداخل کا وعدہ کیا تھا، صرف پہلے سال میں ترقی ظاہر کی ہے اور اس کے بعد فوراً ہی ٹوبیکو کو کارپوریشن اور سگریٹ ایکسپورٹیشن کے ناموں سے ذیلی انجمنیں قائم کر لی ہیں، جو ریجی کے مداخل کے ایک حصے میں شریک ہو گئی ہیں اور جنھوں نے حکومت کو ادا کئے جانے والے

حصے کی بیشی میں رکاوٹیں پیدا کر دی ہیں؛

"ہر گاہ کہ ریجی کا، جو اپنے چارٹر کی رو سے وہ تمام تمباکو خرید نے پر مجبور ہے جو مقامی صرفہ کے لئے سلطنتِ عثمانیہ میں پیدا ہو، اس میں فائدہ ہے کہ اپنی ضروریات سے زیادہ تمباکو کی پیداوار نہ ہونے دے اور ان بے شمار مشکلات کے نتیجہ میں، جو ریجی تمباکو کی کاشت کو محدود کر دینے کی غرض سے کاشتکاروں کے لئے پیدا کر رہی ہے، ہزارہا غریب کاشتکار اس قسم کی کاشت نہیں کر سکتے ہیں، جو ان کی بسر اوقات کا تنہا ذریعہ تھی اور اس لئے اب ان کے پاس بسر بُرد کا کوئی ذریعہ باقی نہیں رہا ہے؛

"ہر گاہ کہ سرقہ کے انسداد کی وجہ سے قلجیوں (coljis) اور تمباکو کے سارقوں میں لڑائیاں اور خون ریز مجادلے واقع ہوتے ہیں اور بیشمار آدمی مارے جاتے ہیں اور اس کی بناء پر ملک کے امن میں خلل واقع ہوتا ہے؛

"ہر گاہ کہ منجملہ دوسرے نقصانات کے ریجی سے ملک کو ایک نقصان یہ بھی پہنچا ہے کہ تمباکو کی وہ خوبی باقی نہیں رہی ہے جس کے لئے ترکی تمباکو کسی زمانے میں مشہور تھی اور اس طرح قومی دولت کو نقصان پہنچا ہے؛

"ہر گاہ کہ ان تمام بدامنیوں کی وجہ یہ ہے کہ ریجی اپنے چارٹر کی شرائط پر سختی کے ساتھ پابند نہیں ہے اور عہدہ دار اپنی جانب سے مذکورۂ بالا شرائط کی تکمیل کی طرف کافی توجہ نہیں کرتے ہیں لہٰذا اس ارادۂ شاہی کے ذریعے سے ایک خاص کمیشن کے قیام کا حکم دیا جاتا ہے، جو ایسی مناسب تدابیر پر غور کرے گا، جن کا اس قابلِ افسوس صورتِ حال کے دفعیہ کے لئے اختیار کیا جانا ضروری ہو۔ یہ کمیشن اس مسئلے کا نہایت ہوشیاری کے ساتھ مطالعہ کرے گا کہ ریجی کو چارٹر اور قوانینِ سلطنت کا کس طرح پابند بنایا جائے؛ کس طریقے سے اس کو مجبور کیا جائے کہ وہ برآمد کی جانے والی تمباکو کے علاوہ ملک کی پیداشدہ تمام تمباکو کو خرید لے؛ کس طرح چھوٹے چھوٹے کاشتکاروں کے حقوق کی صیانت کی جائے اور تمباکو میں جو خوبی پہلے تھی کس طریقے سے اس کو دوبارہ پیدا کر دیا جائے۔ مختصر یہ ہے کہ کمیشن ان تمام تدابیر کو اختیار کرے گا، جن سے ریجی کے وجود سے حکومت اور ملک کے لئے حقیقی فائدہ متیقن ہو سکے"؛

لیکن اس ارادہ کا بھی وہی حشر ہوا، جو دوسرے تمام فرمانوں کا ہوا تھا۔

ان کی جلدیں کی جلدیں موجود تھیں، جنھیں سلطان اصلاحات کے لئے نافذ کرنا تھا۔ حکومت عثمانیہ میں اس بیماری کی صلاحیت ہمیشہ رہتی تھی، جس کو رے بے لینر "فقدان زر" کہتے تھے لہٰذا رجی کے پاس تصفیۂ امور کا ذریعہ موجود تھا۔ رجی کو معلوم تھا کہ چارٹر کے لطیف وہ فقروں سے کس طرح پہلوتہی کی جائے، جن کی سختی کے ساتھ پابندی دیوالہ نکال دینے والی تھی"۔

اگر رجی تمباکو کی قلیل کاشت کو ہر ممکن ذریعے سے روک دینے کے ارادے میں اس قدر مصمم تھی، جس میں اس کو کبھی کامیابی نہیں ہوگی اس لئے کہ ایسی صورت میں کاشتکار بغاوت کرادیں گے، تو اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ تمباکو کے چھوٹے چھوٹے کاشتکار کاروبار سرقہ کے رسد رساں تھے۔ یہ سرقہ محاصل حکومت کو للکار للکار کر کھلے بندوں سرسبز ہو رہا تھا کیونکہ سوسائٹی کے تمام طبقے علی الاعلان یا پوشیدہ طور پر اس کی تائید میں تھے۔ روایات، رسم ورواج، طریقے، اور ملکی ضروریات غرض تمام چیزیں سارقان محاصل کی حمایت پر تھیں اور اس طرح ان کے پیشہ کو ناجائز مگر معمولی اور بعض مطامح نظر سے ناگزیر بنائے ہوئے تھیں۔ تمام اناطولی (ٹرکی ان ایشیا) میں ممنوعہ تمباکو کو صرف ہوتی تھی۔ غریب لوگ رجی کی تمباکو کی قیمت ادا نہیں کر سکتے تھے اور اس لئے ممنوعہ تجارت ان کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ تھی۔ رجی نے اس توڑ کرنے کے لئے یہ صورت اختیار کی کہ بالخصوص اندرون ایشیا کے لئے ایک ارزاں قسم کی تمباکو بہم پہنچائی۔ لیکن یہ تمباکو گمنام اجزا کا ایک ایسا مرکب تھا کہ کوئی شخص اس کو استعمال نہیں کر سکتا تھا۔ لوگ عمدہ ممنوعہ تمباکو اس سے بھی کم قیمت میں خرید تے تھے اور ان کو زیادہ نفع ہوتا تھا۔ ہر مرتبہ جب قرضۂ عامیہ یا رجی کے کارکنوں نے کسی ممنوعہ شئے کی گرفتاری کے لئے تلاشیاں لیں تو ان کو سخت ندامت اٹھانی پڑی، حالانکہ جس چیز کو تلاش کیا جا رہا تھا وہ ان کی آنکھوں کے سامنے موجود تھی۔ ان لوگوں کی آمد کی علامت کا اظہار ہوتے ہی مال کو حرم میں منتقل کر دیا جاتا ہے، جہاں کوئی شخص داخل ہونے کی جرائت نہیں کر سکتا۔ کسی مسلمان کے حدود حرم سے تجاوز کرنا تمام آبادی کو برانگیختہ کر دیتا ہے، جو کارکنان نظم ونسق کو بیدھڑک قتل کر ڈالے گی۔ کسی ترکی مکان میں داخل ہونا بھی افسران سائرات کے لئے نہایت مشکل چیز ہے۔ مختار اور امام کی موجودگی لازمی ہے اور جب تک یہ لوگ

آئیں آئین سارق اور ان کا مال کوسوں نکل جاتا ہے۔ ولایت ایدین میں ترکی کو برا نے جرائم پیشہ لوگوں کو اپنے کارکنون کے زمرہ میں نوکر رکھنا پڑا تھا۔ اور حکومت کے کارکنوں کے بھیس میں یہ لوگ جو کچھ اولوالعزمیاں کر سکتے ہیں۔ وہ ظاہر ہے۔ والی کو مجبوراً مداخلت اور ترکی کو اس امر پر مجبور کرنا پڑا کہ وہ ان عجیب و غریب چوکیداران سائر کے لئے لائسنس حاصل کرے۔

۱۸۹۹ء کے ایک سرکلر سے، جو وزیر داخلہ نے تمام والیوں کے نام جاری کیا تھا، ممنوعات کی نمایاں صورتِ حال کا نہایت سادگی کے ساتھ ایک عجیب و غریب اظہار ہوتا ہے:۔

"والیوں اور خود مختار متصرفوں کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ ڈیلے کو ترکی کے امپیریل کمشنر نے وزیر مالیہ سے اس امر کی شکایت کی ہے کہ ملازمینِ سرکار کا بیشتر حصہ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اعلیٰ عہدہ دار صرف ممنوعہ تمباکو استعمال کرتے ہیں۔ اس شکایت کو منتقل کرتے ہوئے مالیہ نے بیان کیا ہے کہ اگر ممنوعہ تمباکو استعمال کرنے والوں کے متعلق قوانین و ضوابط خاموش ہیں تو ترکی چارٹر کے فقرہ ۱۲ میں یہ درج ہے کہ تمام قسم کی تمباکو جائز ہے کہ مسلمہ دوکانداروں کی دوکانوں پر فروخت کے لئے رکھی جائے۔ لہٰذا وہ تمام تمباکو، جو کسی دوسری جگہ سے خریدی جائے، ممنوعہ ہے۔ چونکہ ملازمین سرکار کے اس قسم کی تمباکو کے استعمال کرنے کو جائز نہیں رکھا جاسکتا اس لئے والیوں سے استدعا ہے کہ وہ اس امر کا انتظام کریں کہ یہ لوگ ترکی کی تمباکو کے علاوہ کوئی دوسری تمباکو استعمال نہ کرنے پائیں"۔

لیکن وزارت کے اس سرکلر میں یہ نہیں بتلایا گیا تھا کہ والی اور خود مختار متصرف، جن کے ذمے دوسرے بے شمار فرائض بھی تھے۔ اپنے ماتحتوں کی تمباکو پر کس طرح نگرانی قائم کریں۔ عبدالحمید کے عہد میں ترکی نے اکثر پولیس اور جنڈارمہ کی امداد کی درخواست کی مگر حکومت نے ہمیشہ اس کو مسترد کر دیا۔ عہدہ دارانِ فوج اس امر پر رضامند نہیں ہوتے تھے کہ فوجی سپاہیوں کو آبکاری کا چوکیدار بنا دیا جائے۔ متعدد صورتوں میں فوج کی مداخلت قطعی ناممکن تھی کیونکہ ایسی صورت میں ایک باقاعدہ فوجی اجتماع اور تمام آبادی پر حملہ کرنے کے لئے پوری فوج سے کام لینے کی ضرورت ہوتی۔

ترکی کے پورے ساحلی علاقہ پر نمک کی ممنوعہ تجارت، جس کے دوش بدوش اسلحہ کی تجارت

بھی تھی، ایک سر سبز صنعت تھی۔
بحر اسود کے سارقانِ نمک مشہور تھے۔ لز پید الستی قزاق اور سمندر کے مالک واقع ہوئے ہیں، جہاں ان کی چھوٹی چھوٹی کشتیاں محافظ گروزروں کا مضحکہ اڑاتی رہتی ہیں۔ جہاں کہیں یہ لوگ لنگر انداز ہوتے تھے، ان کو وہاں کی آبادی کی پرجوش امداد کا اعتماد ہوتا تھا۔ ان کی زیرِ ہدایت قافلے تیار ہوتے تھے، ان قافلوں کے ساتھ لفنگے نوجوانوں کے بدرقے ہوتے تھے، جن کے پاس جلدی جلدی فیر کرنے والی بندوقیں ہوتی تھیں اور یہ لوگ نمک کو شہر شہر لئے پھرتے تھے یہاں تک کہ قسطنطنیہ میں بھی جا گھستے تھے۔ عثمانی قرضہ عامہ کی صدر نظامت کی ایک رپورٹ میں تحریر کیا گیا تھا کہ: "لز اور خانہ بدوش کردوں اور بدوؤں کا کوئی حملہ یا غارتگری ایسی باقی نہیں رہی ہے کہ جسے آبکاری نے برداشت نہ کیا ہو۔ ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ اگرچہ واقعات کی اس صورت حال سے امپیریل گورنمنٹ کے لئے شدید خطرہ ہے تاہم آسانی کے ساتھ اور بغیر تعویق کے ہم عہدہ داروں کو اس امر پر مجبور نہیں کر سکتے کہ ارادۂ سلطانی میں جس امداد کا تذکرہ کیا گیا ہے، وہ ہمیں عطا کی جائے"۔

مخلوق کے نزدیک اشیائے ممنوعہ کے تاجروں اور نمک کے چوروں کی بڑی وقعت تھی چنانچہ ان لوگوں کو سب کی طرفداری اور اغماض کا پورا یقین تھا۔ اگر مقتدرین ان لوگوں کے افعال سے چشم پوشی کرتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ سرقۂ محاصل کو بدیسیوں کے خلاف ایک قسم کا احتجاج تصور کرتے ہیں، جو اپنے مفاد کے لئے ملک کی آمدنی کے خاص خاص ذرائع پر قابض ہیں۔ نظم ونسق کے خلاف تمام دنیا سازش کئے ہوئے ہے اور عدالتوں میں ایسے سارقانِ محاصل کے ساتھ غیر معمولی نرمی کا برتاؤ کیا جاتا ہے، جو بدقسمتی سے گرفتار ہو جاتے ہیں۔ مجلس ولایت نظم ونسق کی اس قدر کم پرواہ کرتی ہے کہ اگر ان پر ذرا سا بھی دباؤ ڈالا گیا تو ان کو اس امر کے اعلان کرنے میں کوئی تامل نہ ہوگا کہ ان کے نزدیک اس کے وجود کی کوئی وجہ یا ضرورت نہیں ہے۔ یہی وجہ تھی کہ مجلس بروصہ نے ان احکام کی تعمیل سے انکار کر دیا، جو سارقینِ محاصل کے خلاف نافذ کئے گئے تھے اور اگر انصاف، نظم ونسق کی طرف تھا تو ایکوئٹی (معدلت) مجلس کی طرف تھی۔ کونسل نے یہ فیصلہ کیا کہ مجرم وہ جرمانہ ادا نہیں کر سکتے، جو ان پر عائد کیا گیا ہے۔ قانون اُن کو اپنا مال فروخت کرنے کی اجازت دیتا ہے" لیکن اس قسم کی کوششوں کی ناکامی، جو محاصل آبکاری کی

وصولی کے لئے کی گئی تھیں اس امر کو ثابت کرتی ہے کہ اس طریقے کو اختیار نہیں کرنا چاہئے“۔

نتیجہ یہ ہوا کہ مجلس نے خارجی مفادات کے لئے جبری کارروائی اختیار کرنے سے ایسی صورت میں قطعی انکار کر دیا کہ حکومت ان مفادات کو اپنے لئے کام میں لانے سے انکاری ہے۔ بالخصوص اس لئے کہ ان تدابیر کا سوائے اس کے اور کوئی اثر نہیں ہوگا کہ لوگوں کی ایک کثیر تعداد جس کے پاس فاقہ کے خوف سے غارت گری کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں ہوگا، بیدست و پا ہو جائے گی۔

تمباکو سے (زیجی سے واجب الوصول، حصہ منافعہ، وغیرہ کی مدوں میں) حسب ذیل آمدنی ہوئی ہے:۔

سنہ ۱۹۰۹ء تا ۱۹۱۰ء .... (۸,۹۵,۸۸۳) پیاسٹر (۳۲)۔
سنہ ۱۹۱۰ء تا ۱۹۱۱ء .... (۹,۴۰,۹۹۴) " (۲۳)۔
سنہ ۱۹۱۱ء تا ۱۹۱۲ء .... (۸,۷۴,۷۵۳) " (۴۳)۔
سنہ ۱۹۱۲ء تا ۱۹۱۳ء .... (۸,۶۳,۹۸۰) " (۰۴)۔

زیجی کی رعایت میں، جو ۱۲ اپریل ۱۹۱۴ء کو ختم ہوئی تھی، (۱,۵۰,۰۰۰) لیرا کے قرضے کے معاوضے میں، جو گروپ نے حکومت کو دیا ہے، (۱۵) سال کی توسیع ہو گئی ہے۔

ذیل میں محاصل بالواسطہ کے مداخل درج کئے جاتے ہیں، جن کا نظم و نسق قرضہ عامہ کے ذمے ہے:۔

نمک:۔

سنہ ۱۸۷۷-۷۸ء کی جنگ سے پہلے .... (۸,۰۰,۰۰,۰۰۰) پیاسٹر۔

غلطہ کے مہاجنوں کا نظم و نسق:۔

سنہ ۱۸۸۰-۱۸۸۲ء (اوسط) .... (۶,۰۲,۰۰,۰۰۰) " ۔
سنہ ۱۸۸۱-۱۸۸۲ء .... (۶,۵۱,۰۸,۷۹۶) لیرا۔

بانڈ ہولڈرس کا نظم و نسق:۔

سنہ ۱۹۰۹-۱۹۱۰ء .... (۱۱,۴۷,۲۳۷,۶۷۲) پیاسٹر۔
سنہ ۱۹۱۰-۱۹۱۱ء .... (۱۱,۵۶,۹۵۴,۶۱۰) لیرا
سنہ ۱۹۱۱-۱۹۱۲ء .... (۱۲,۳۱,۷۰۳,۲۵۸) " ۔

سنہ ۱۹۱۳-۱۹۱۲ء (۹،۷۸،۴۲۴،۴۴۵) لیرا۔

اسپرٹس:-

سنہ ۷۸-۱۸۷۷ء کی لڑائی سے قبل (۳،۰۰،۰۰،۰۰۰) پیاسٹر۔

غلطہ کے مہاجنوں کا نظم و نسق:-

سنہ ۱۸۸۲-۱۸۸۱ء (اوسط) (۱،۲۳،۱۰،۰۰۰) لیرا۔

سنہ ۱۸۸۷-۱۸۸۲ء (۱،۹۸،۳۵،۸۸۲) " -

بانڈ ہولڈرس کا نظم و نسق:-

سنہ ۱۹۱۰-۱۹۰۹ء (۲،۸۸،۲۷،۰۷۰) " -

سنہ ۱۹۱۱-۱۹۱۰ء (۳،۱۶،۳۹،۲۰۵) " -

سنہ ۱۹۱۲-۱۹۱۱ء (۳،۵۷،۱۴،۶۴۳) " -

سنہ ۱۹۱۳-۱۹۱۲ء (۲،۵۸،۳۰،۰۷۹) " [1]

اسٹامپس:-

سنہ ۷۸-۱۸۷۷ء کی جنگ سے قبل (۱،۴۵،۰۰،۰۰۰) پیاسٹر۔

غلطہ کے بنکروں کا نظم و نسق:-

سنہ ۱۸۸۲-۱۸۸۱ء (اوسط) (۱،۲۸،۷۷،۸۴۳) لیرا۔

بانڈ ہولڈرس کا نظم و نسق:-

سنہ ۱۸۸۲-۱۸۸۱ء (اوسط) (۱،۴۶،۸۲،۲۲۴) " -

سنہ ۱۹۱۰-۱۹۰۹ء (۴،۲۰،۳۶،۴۶۶) " -

سنہ ۱۹۱۱-۱۹۱۰ء (۴،۶۵،۶۶،۹۶۴) " -

سنہ ۱۹۱۲-۱۹۱۱ء (۵،۰۶،۱۴،۴۱۷) " -

سنہ ۱۹۱۳-۱۹۱۲ء (۴،۱۷،۸۳،۱۶۷) " -

---

[1] نمک اور اسپرٹس پر ایک مشروط محصول زائد سے (۲،۰۰،۸۸،۵۸۳) لیرا اور (۳،۱۲،۱۷،۷۷) لیرا کی آمدنی ہوئی۔

ریشم:-

سنہ ۱۸۷۷-۷۸ء کی لڑائی سے پہلے (۵۵,۰۰,۰۰۰) پیاسٹر۔

غلطہ کے مہاجنوں کا نظم و نسق:-

سنہ	رقم
سنہ ۱۸۸۰-۱۸۸۲ء (اوسط)	(۲۱,۳۶,۰۰۰) " ۔
سنہ ۱۸۸۲-۱۸۸۷ء (")	(۲۴,۱۴,۵۶۱) لیرا۔
سنہ ۱۹۰۸-۱۹۰۹ء	(۱۰,۹۹,۵۴۸) " ۔
سنہ ۱۹۰۹-۱۹۱۰ء	(۱,۷۸,۹۴,۵۰۲) " ۔
سنہ ۱۹۱۰-۱۹۱۱ء	(۸۸,۷۴,۹۹۹) " ۔
سنہ ۱۹۱۱-۱۹۱۲ء	(۹۰,۶۶,۱۵۰) " ۔
سنہ ۱۹۱۲-۱۹۱۳ء	(۵۷,۳۳,۰۳۷) " ۔

فشریز:-

غلطہ کے مہاجنوں کا نظم و نسق:-

سنہ	رقم
سنہ ۱۸۸۰-۱۸۸۲ء (اوسط)	(۲۸,۴۵,۸۴۴) " ۔

بانڈ ہولڈرس کا نظم و نسق:-

سنہ	رقم
سنہ ۱۸۸۰-۱۸۸۲ء (اوسط)	(۳۴,۳۵,۶۷۸) " ۔
سنہ ۱۹۰۸-۱۹۰۹ء	(۶۱,۲۸,۷۴۵) " ۔
سنہ ۱۹۰۹-۱۹۱۰ء	(۸۷,۸۰,۳۴۷) " ۔
سنہ ۱۹۱۰-۱۹۱۱ء	(۸۷,۷۴,۹۹۹) " ۔
سنہ ۱۹۱۱-۱۹۱۲ء	(۶۷,۹۵,۳۱۷) " ۔
سنہ ۱۹۱۲-۱۹۱۳ء	(۶۴,۰۳,۲۷۵) " ۔

خدمات عامہ کی بدنظمیوں نے اب تک ہمیشہ سلطنت کو اس کے ذرائع آمدنی کے بہترین حصہ سے محروم رکھا ہے۔ عبدالحمید کے زمانہ میں یلدیز کے بٹالینوں کے علاوہ تمام فوجوں کو نہایت بے قاعدگی کے ساتھ تنخواہیں ادا کی جاتی تھیں اور بقایا تنخواہ کی وصولی کے لئے سپاہی ہر روز بغاوتیں کیا کرتے تھے۔ اکثر فوجی اور بحری گتہ دار نقد قیمت کے علاوہ اور کسی طریقے پر رسد بہم پہنچانے سے انکار کر دیتے تھے اور باب عالی کو اپنے سپاہیوں

کی خورو نوش کے انتظام کے لئے قلیل رقمیں قرض لینی پڑتی تھیں۔ دفتر نظم و نسق ملکی میں محض نا اہل ملازموں کا ایک کثیر انبوہ جمع ہو گیا تھا۔ یہ مفت خورے کسی نہ کسی حرم سے قرابت رکھتے تھے۔ ترکی صنعت و حرفت کی حالت نہایت ابتر تھی؛ آزاد پیشے مشکل سے موجود تھے؛ رعایائے سلطانی کا صرف ایک مطمح نظر ہوتا تھا اور وہ یہ کہ سرکاری ملازمت میں داخل ہو جائیں۔ اعلیٰ عہدہ داروں کو بڑی بڑی تنخواہیں دی جاتی تھیں۔ ملازمین درجۂ ادنیٰ کی تنخواہیں مشکل سے اس قابل تھیں کہ وہ زندگی بسر کر سکیں۔ ان لوگوں کی معمولی تنخواہیں بھی نہایت بے قاعدگی کے ساتھ ادا کی جاتی تھیں اور اس لئے وہ ناجائز ذرائع اختیار کرنے پر مجبور تھے۔ ریاست کی مالگزاری کو خطرناک ناتگریوں سے صدمے پر صدمے پہنچتے تھے اور جب ملازمین ریاست پر ہاتھ صاف نہیں کر سکتے تھے تو رعایا کی کھال کھینچ لیتے تھے۔ بعض صورتوں میں وہ دونوں پر دست درازیاں کرتے تھے۔ بجائے اس کے کہ خرابیوں کا سدباب کیا جاتا اور اس قسم قسم کے منشیوں کے لشکر کو یک قلم برطرف کر دیا جاتا اور صرف ضروری ملازمین کو معقول اور مکتفیٰ تنخواہوں پر رکھ لیا جاتا، باب عالی نے ان تمام بیکار محض کارگزاروں کو برقرار رکھا۔ باب عالی نے صرف اسی پر اکتفا کیا کہ چھوٹے چھوٹے ملازمین کی تنخواہیں گھٹا دیں اور اس طرح فریب اور بخشش میں اضافہ کر دیا، جو دن دھاڑے سر سبز ہو رہی تھی۔

جدید حکومت نے اس نقص کو رفع کرنے کا ارادہ کیا اور بیت النائبین نے عہدہ داران ریاست کی تعداد میں تخفیف کے ذریعے سے خدمات عامہ کی تنظیم جدید کی ذمہ داری اپنے سر لے لی۔ بدقسمتی سے ان اعلیٰ ارادوں کو نہایت ہی بیہودہ قانون کا جامہ پہنایا گیا۔ قانون اصلاحات نے، جیسا کہ کہا جاتا ہے، گھوڑے سے پہلے گاڑی کو جوت دیا، اس میں کوئی شک نہیں کہ ترکی حکومت کے ملازمین کی تعداد ضرورت سے بہت زیادہ ہے اور ان کا وجود خزانہ اور ملک کے لئے ایک بے درمان مصیبت تھی لیکن ایک اہم اصلاح کے نفاذ کے لئے اس امر کی ضرورت تھی انتظامی کارروائیوں کے طریقوں کی اصلاح سے بنیاد ڈالی جاتی، جن کی بنا پر طویل اور تعب خیز رسموں کی پابندی کی بنا پر معاملات میں پیچیدگیاں پیدا ہو جاتی تھیں اور پھر ان رسموں کی پابندی کی سوائے اس کے اور کوئی توجہ نہیں تھی کہ ضرورت سے زیادہ جائیدادوں کی موجودگی کو جائز ٹھہرایا جائے۔

بے شمار رسموں میں آسانی پیدا کئے بغیر ملازمین کی برطرفی سے کیا نتیجہ نکل سکتا ہے؟ یہی تا کہ دفتری اعمال کی فوری ضروریات کی تکمیل کے لئے برطرف شدہ ملازمین کو دوبارہ ملازم رکھنا پڑے گا؛

۱۸۵۶ء کے خط ہمایونی فرمان شاہی نے وصولی محاصل کے پرانے طریقے کو منسوخ کر دیا تھا؛ جو جمع بندی کے طریقے پر مشتمل تھا' اور اس کے بجائے انتظام مملکت کے طریقے کو رائج کر دیا تھا۔ کچھ عرصے کے بعد مداخل عشر کے لئے' جو سلطنت کے نہایت ہی اہم محاصل تھے' قدیم طریقے کو اختیار کیا جانے لگا۔ یہ ان مداخل کو مجلس قضاۃ معین کرتی ہے۔ پھر ہر کمیون میں مختار اکابر دیہہ کی تائید سے ان کو مشخص کرتا ہے۔ مختار کلکٹر کے فرائض بھی انجام دیتا ہے اور یہی وہ شخص ہے کہ جو وصول شدہ رقومات کو خزانے قضاۃ میں داخل کرتا ہے؛

لوا (Liva) اور ولائیتوں کے خزانوں میں سے گزر کر رقومات بہت کچھ گھٹ گھٹا کر' جیسا کہ جودت افندی؛ رضا آفندی؛ صحیح بے (Sahi-Bay) اور احمد واقف آفندی کے بیانات سے واضح ہوتا ہے' سلطنت کے خزانے میں داخل ہوتی ہیں۔ رعایا عام طور پر تمام جائز محاصل کا المضاعف ادا کرتی ہے اور حکومت گویا تو اس کے متعلق کوئی علم نہیں ہے یا وہ اپنی لاعلمی کا بہانہ کرتی ہے؛

عدالت

عدالتی تنظیم نے دو قسم کی عدالتوں کے قیام کو جائز رکھا ہے:۔

۱۔ **عدالت ہائے شریعت**:۔ یہ عدالتیں مذہبی قانون کے مطابق فیصلہ صادر کرتی ہیں اور ان کو قرآن' حدیث اور سنن کے علاوہ کسی دوسرے قانون کا کوئی علم نہیں ہے۔ ان عدالتوں میں دستاویزی ثبوت کو مسترد کر دیا جاتا ہے اور صرف زبانی شہادت کو قابل ادخال سمجھا جاتا ہے۔ یہ عدالتیں شیخ الاسلام کی ماتحت ہیں اور ان میں حسب ذیل محکمہ جات شامل ہیں:۔

(الف) عدالت اپیل، عرض اوداسی (Arz-odaci) دو چیمبروں پر منقسم ہے۔ ایک رومائلی کے لئے اور ایک اناطولی کے لئے۔ ہر چیمبر میں ایک قاضی عسکر، صدر اور چودہ جج ہوتے ہیں۔

(ب) متعدد سررشتہ جات عدالت، جو ولایتوں کے سررشتوں کے مساوی ہوتے ہیں۔ ان کے افسر اعلیٰ نائب ہوتے ہیں، جن کو سلطان نامزد کرتا ہے اور جب جی چاہئے برطرف کر دیتا ہے ۔

مدحت پاشا نے اپنی عدالتی وزارت کے زمانے میں اس امر کی کوشش کی تھی کہ نایبوں کو شیخ الاسلام کی ماتحتی سے نکال لیا جائے۔ اور ان کی غیر منقولیت مسلمہ قرار دے دی جائے۔ مدحت کو اپنے ارادہ میں مفتی اعظم کی شدید مخالفت کی بنا پر کامیابی نہیں ہوئی، جس کے مالی مفادات کو اس اصلاح سے صدمہ پہنچتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ نائبین کے طبقے کی تمام نامزدگیاں یا منتقلیاں اس کی آمدنی کا ایک ذریعہ تھیں۔

(ج) قاضی لکی (kadiliki)، جو لوا اور قضاۃ کے صدر مقام پر کام کرتا ہے۔ قاضیوں کو شیخ الاسلام کی تحریک پر نامزد کیا جاتا ہے۔ اس عدالت کے اجلاس پر ہر فریق مفتی کے فتوے سے مسلح ہو کر اصالۃً مقدمہ کی پیروی اور شہادت پیش کرتا ہے۔ ایاق نایب (Ayak-Naib) جو عدالت کا ایک قسم کا کلرک ہوتا ہے، فریقین کی بحث کا خلاصہ کرتا ہے اور قاضی فیصلہ دیتا ہے ۔

۲۔ عدالتہائے نظامیہ یا دیوانی عدالتیں:۔ جو مجلہ (عثمانی ضابطہ دیوانی) کے مطابق مقدمات کا تصفیہ کرتی ہیں۔ ججوں کی نامزدگی کے طریقے کے علاوہ، جو قطعی حکومت کی صوابدید پر منحصر ہے، ان عدالتوں کی تنظیم یورپ کی بالخصوص فرانس کی عدالتوں کی تنظیم پر مبنی ہے۔ ان میں حسب ذیل محکمہ جات شامل ہیں:۔

(الف) ایک عدالت عالیہ واقع قسطنطنیہ، جو دو شاخوں پر منقسم ہے۔ پہلی (کے ششن کورٹ) دو چیمبروں پر منقسم ہے، دیوانی و فوجداری۔ یہ عدالت کے سشن کے مرافعہ جات کا تصفیہ کرتی ہے۔ دوسری ہائیکورٹ آف اپیل، تین چیمبروں پر منقسم ہے، دیوانی، تجارتی، اور فوجداری۔ امور تصفیہ شدہ پر باقاعدہ فیصلے کے ذریعے سے قطعی احکام نافذ کرتی ہے۔

(ب) کورٹس آف جسٹس۔ ولایتوں کے خاص خاص شہروں میں دیوانی اور فوجداری کی دو شاخوں کے ساتھ قائم کئے گئے ہیں۔ ان عدالتوں میں ماتحت عدالتوں کے مرافعوں کی سماعت اور ایسے جرائم کا فیصلہ کیا جاتا ہے جن میں تعزیری سزائیں دی جاتی ہیں۔ ان کے صدر نائب ہوتے ہیں۔ یہ ایک نہایت ہی خراب طریقہ ہے کیونکہ نائب، اس حیثیت سے کہ وہ علما ہوتے ہیں، شریعت کے علاوہ کسی دوسرے قانون کو تسلیم نہیں کرتے اور اس لئے قانونی دیوانی کے مخالف ہوتے ہیں۔ یہ ہے وہ شاندار طریقہ جس سے حکومت اصلاحی عدالتوں کو محض ایک نمایش بنا دیتی ہے۔

(ج) مجالس تمیز حقوق۔ لواز (Livas) کے خاص خاص شہروں میں ماتحت عدالتوں کے لئے عدالتہائے مرافعہ کا کام دیتی ہیں اور (۵,۰۰۰) پیاسٹر تک کے مقدمات دیوانی کا تصفیہ کرتی ہیں۔

(د) عدالتہائے ماتحت قضاۃ کے خاص خاص قصبوں میں ایسے تمام مقدمات دیوانی کا، جن کی مالیت (۱,۰۰۰) پیاسٹر سے زیادہ نہ ہو اور تمام اصلاحی مقدمات کا تصفیہ کرتی ہیں جن کی سزا ایک ہفتہ سے زیادہ کی قید اور (۱۰۰) پیاسٹر سے زیادہ کا جرمانہ نہ ہو۔ یہ عدالتیں مرافعے پیش ہونے پر (۱,۰۰۰) سے زیادہ کی مالیت کے دیوانی اور ایسے اصلاحی مقدمات کا تصفیہ کرتی ہیں، جن تین مہینے کی سزا اور (۵,۰۰۰) پیاسٹر کا جرمانہ ہو۔ ۱۹۱۳ء میں ایک قانون مشروط یعنی ایسے قانون نے، جو پارلیمنٹ کی غیاب میں منظور ہوا تھا لیکن جس کو پارلیمنٹ کے دوبارہ افتتاح پر پاس کر دیا جائے گا۔ تمام سلطنت میں جسٹیز آف دی پیس کو قائم کر دیا۔

تعلیم۔ مختلف طریقہ ہائے تعلیم۔ غلطہ سرا کالج۔ فرانسیسی اثر۔ تعلیمی آزادی۔

۱۸۴۶ء تک تعلیم علماء کا فرض اور حق تھا۔ جب تک تعلیم کا تعلق علما سے رہا اس میں کوئی ترقی نہیں ہوئی۔ انیسویں صدی عیسوی میں تعلیم کی وہی حالت تھی، جو قیام سلطنت کے پہلے دن تھی۔ ترکی میں دو قسم کے مدارس تھے: مکتبی یعنی ابتدائی مدارس، جن کو

محلوں کے امام چلاتے تھے۔ مدرسے، جو بڑی بڑی مسجدوں سے ملحق تھے اور اوقاف سے ان کے اخراجات ادا کیے جاتے تھے۔ پہلے قسم کے مدرسوں میں صرف لکھنا پڑھنا سکھایا جاتا تھا۔ دوسرے قسم کے مدارس میں دینیات اور فقہ کی تعلیم ہوتی تھی۔ ان میں حسب ذیل مضامین شامل تھے:۔ صرف و نحو؛ منطق؛ اخلاق؛ علوم تمثیلی؛ دینیات؛ اصول قانون؛ قرآن اور اس کی تفسیر؛ اور حدیث۔ زبانوں میں صرف عربی اور فارسی کی تعلیم دی جاتی تھی۔ ۱۸۴۶ئہ کے قانون نے مذہبی اور سول تعلیم میں تفریق کر دی۔ مدرسہ مسجد سے علیحدہ ہو گیا۔ مدرسی پر شیخ الاسلام کی نگرانی رہی لیکن مکتبی کو ریاست نے اپنی نگرانی میں لے لیا۔

تعلیم کے اصل میں تین مراتب ہیں:۔ ابتدائی؛ ثانوی اور اعلیٰ تعلیم۔

ابتدائی تعلیم: مسلمانوں کے لئے یہ لازمی ہے۔ ہر خاندان کے بزرگ کا فرض ہے کہ وہ لڑکوں اور لڑکیوں کے نام چھ سال کی عمر ہوتے ہی مدارس اطفال کے رجسٹروں میں داخل کرانے کے لئے مختار کے پاس حاضر ہو الا اس صورت میں کہ وہ گھر پر تعلیم کا انتظام کر سکتا ہو۔

ابتدائی مدارس تین قسم کے ہیں:۔ ۱۔ مکاتیب صبیان، جو ہمارے انفنٹ اسکولس کے مماثل ہیں۔ ۲۔ عبادیہ، جہاں معمولی ابتدائی تعلیم دی جاتی ہے۔ ۳۔ رشدیہ (Ruehdiyeh) یا سپیریر پرائمری اسکولس۔

عبادیہ کے نظام العمل میں (۴) سال کی تعلیم داخل ہے، جس کی تقسیم اس طرح کی گئی ہے:۔ ۱۔ کتاب ہجا، آیات قرآنی، ترکی زبان کی پڑھائی، زبانی حساب۔ ۲۔ قرآن، مذہبی احکام، حساب تحریری و زبانی، خوشنویسی۔ ۳۔ قرآن، سرود مذہبی، ترکی قواعد، خوشنویسی، حساب۔ ۴۔ قرآن، جغرافیہ اور تاریخ کی ابتدا، قواعد علم ہجا، حساب اور خوشنویسی۔

رشدیہ (Ruehdiyeh) میں، جہاں (۱۰) سے (۱۱) سال تک کے بچوں کو تعلیم دی جاتی ہے، چار سال کا نصاب ہے۔ یہاں عربی صرف و نحو نیز ترکی و فارسی قواعد، علم ہجا، انشا و علم کلام، عثمانی و تاریخ عالم، جغرافیہ، مبادیات اقلیدس، خط کشی اور کسی ایک غیر مسلم فرقے کی زبان کی تعلیم دی جاتی ہے۔ لڑکیوں کے لئے:۔

مذہبی تعلیم، ترکی قواعد، عربی و فارسی قواعد کے مبادیات، ادب، تاریخ وجغرافیہ حساب، معاشیات خانہ داری اور سلائی کی تعلیم دی جاتی ہے اور ڈرائنگ اور موسیقی اختیاری ہے۔

ہر ایسے گانوں میں جو کسی حیثیت سے اہمیت رکھتا ہو ایک صبیان اور ایک عبادیہ کا قیام لازمی ہے، جس کے اخراجات کے کفیل گانوں کے مسلمان باشندے ہوتے ہیں۔ (۵۰۰) مکانوں کی ہر بستی میں ایک رشدیہ (Ruehdiyeh) کا ہونا ضروری ہے مگر ترکی میں اس قسم کے مدارس صرف (۴۰۰) کے قریب ہیں، جن کے منجملہ (۲۹) قسطنطنیہ میں ہیں اور باقی تمام صوبوں میں ہیں۔ ان میں سے مدارس نسوان کی تعداد (۱۳) ہے، جن کے منجملہ (۱۰) دارالسلطنت میں ہیں۔ رشدیہ کے اخراجات، پروفیسروں کی تنخواہیں، کتابوں کی قیمت وغیرہ کے مصارف خزانے سے ادا کئے جاتے ہیں کیونکہ ابتدائی تعلیم آزاد ہے۔ لیکن پرائمری سپیریر کی یہ صورت نہیں ہے۔

ثانوی تعلیم - میں دو قسم کے مدارس شامل ہیں:۔ اداہیہ یا تمہیدی اور سلطانیہ۔ اوّل الذکر مدارس مشترک ہیں اور ان میں ایسے مسلمان اور عیسائی بچوں کو داخل کیا جاتا ہے جنھوں نے رشدیہ کے نصاب کی تکمیل کی ہے اور مدرسہ چھوڑتے وقت ممتحنین کو مطمئن کر دیا ہے۔ (۱۰۰۰) مکانوں والے ہر قصبہ میں ایک اداہیہ کا ہونا لازمی ہے۔ مطالعات کے نظام العمل میں حسب ذیل مضامین شامل ہیں:۔

عثمانی ادب؛ کلام انشائیہ؛ صنائع و بدائع، فرانسیسی زبان، مبادیات معاشیات؛ تاریخ وجغرافیہ عالم؛ حساب، جبر و مقابلہ؛ جایمٹری؛ پیمائش؛ فزکس اور کیمسٹری، تاریخ طبیعیات اور ڈرائنگ۔

ولایت کے ہر خاص شہر میں ایک کالج کا ہونا ضروری ہے، جس کی دو شاخیں ہوں گی:۔ ایک شاخ قواعد، جس کی تعلیم وہی ہے، جو عبادیہ کی ہے اور ایک اعلیٰ جو فنون اور سائنس کی دو شاخوں پہ منقسم ہوگا۔

سچ تو یہ ہے کہ فوقانی تعلیم کا وجود صرف کاغذ پر پایا جاتا ہے۔ اس تعلیم کے متعلق صرف ایک دفتری تعلیم کا مدرسہ ہے اور ایک قسطنطنیہ کا غلطہ سرائے کالج۔ اس موخر الذکر کالج کو سلطان عبدالعزیز نے ۱۸۶۸ء میں قائم کیا تھا۔ یہ کالج

ترکی میں فرانسیسی اثرات کی ایک کامیابی تھی، جو فرانسیسی سفیر، ام بوبے کو حاصل ہوئی کیونکہ یہ کالج، جو بالکلیہ فرانسیسی تھا، سلطنت بھر میں فوقانی تعلیم کا واحد مرکز تھا۔ حقیقی معنی میں اس کا پہلا ڈائرکٹر ہوسیوے سالوے تھا، جو مارشلز کی اکاڈمی کا انسپکٹر تھا۔ اس کا سب ڈائرکٹر اسی زمانے میں ڈاک خانہ جات اور تار آفسوں کے سابق وزیر کا باپ، ام گرانے تھا۔ ام بوووان، یونیورسٹی کے انسپکٹر جنرل اور ام ورٹل نے، جن کو پہلے ان جائیدادوں کے لئے نامزد کیا گیا تھا، نظام العمل تیار کیا تھا، اسٹاف میں (۳۲) فرانسیسی تھے، جن کا تقرر وزیر معارف کا اختیاری تھا۔

۱۸۶۲ء میں غلطہ سرائے کی عطا کی ہوئی سندوں کو فرانسیسی کے برابر تسلیم کر لیا گیا۔ اس وحشتناک سال کے مصائب نے فرانسیسی اثر پر کاری ضرب لگائی اور اس مقصد کے ساتھ سازشوں کی ہنگامہ آرائی شروع ہوگئی کہ فرانسیسی عنصر سے نجات حاصل کر لی جائے اور اس مدرسہ کو ایک خالص عثمانی ادارے میں تبدیل کر دیا جائے۔ ام دے سالوے نے ان بیشمار متواتر جھگڑوں سے عاجز آکر ۱۸۷۲ء میں استعفےٰ پیش کر دیا اور فوراً ہی بغیر اس کے کہ فرانسیسی حکومت کو اس کی اطلاع کی جائے، ایک عثمانی عہدہ دار کا اس کی جگہ تقرر کر دیا گیا۔ یہ شخص اپنی الاصل وہاں آفندی تھا۔ فرانسیسی پروفیسر یکے بعد دیگرے موقوف ہوتے گئے۔ غلطہ سرائے کالج وہ تربیت گاہ تھا۔ جہاں سلطنت کے اکثر عہدہ داروں کی پرورش و تربیت ہوئی تھی۔ کچھ عرصے کے بعد ام شومی، پیرس کے وزیر تعلیمات نے (۱۹۰۱ء) ایک ایسا کام کیا، جس نے ترکوں کو بہت کچھ برانگیختہ کر دیا اور غلطہ سرائے کالج کی وہ فرانسیسی خصوصیت کھو دی، جو تمام قسم کی مخالفتوں کے بعد اس نے اب تک برقرار رکھی تھی۔ ام شومی نے فرانسیسی سندوں سے غلطہ سرائے کی سندوں کی مساوات کو منسوخ کر دیا اور یہ حکم دے دیا کہ آئندہ سے ڈگریوں

کے لئے تمام امتحانات فرانسیسی سفارت میں لئے جائیں ؛
ترکان نوجوان کی حکومت حمیدی حکومت سے بھی زیادہ فرانس کی مخالف ہے ۔ ان کے لئے جرمنی سے باہر کسی چیز کا وجود نہیں ہے ؛

تئیسواں باب

نظم و نسق

(۱)

جنگ:۔ فوجی تنظیم قانون متعلقہ تنظیم جدید اشاف۔ قانون ترقی دیر گولٹز (Von der Gloltz's) کی اسکیم اور تین اکائیوں والی تقسیم لمان فان سانڈرس (Liman von Sanders) کا وفد۔ غیر مسلموں کی فوجی خدمت۔

بحریہ:۔ ترکی بحریہ کا زوال۔ جنگی بیڑہ۔

زراعت:۔ زراعت کی تباہی زرعی بنک۔ ملک ذاتی کا عدم استقلال۔ وقوف۔ قزاقی جندارمہ۔

تجارت و صنعت:۔ معادن۔ ہر قلیس کے تیل کے چشمے۔ ریلوے لائنس۔ اور سجاب کلومیٹر ضمانتیں۔ بغداد ریلوے اور ایشیاٹک ترکی کی معاشی تقسیم۔ ترکی میں صنعتی جائیداد حقوق اجارہ وسائرات۔ حوالگیاں۔

جنگ:۔ فوجی تنظیم۔ قانون متعلقہ تنظیم جدید اشاف۔ قانون ترقی۔ خان دیر گولٹز کی اسکیم۔ لمان فان سانڈرس کا وفد۔

اگرچہ جرمنی کے فوجی وفد نے ۱۸۸۲ء سے ۱۹۱۲ء تک ترکی افواج کو پروشیا کے طریقے پر تعلیم دی لیکن ۱۸۶۹ء میں حسین آوانی پاشانے جو طریقہ نافذ کئے تھے ان کے خاص خاص خدوخال اب بھی اسی طرح باقی رہے۔ فوج کی حسب ذیل تقسیم کی گئی تھی:۔

(۱) افواج مصروف، جو دو مدوں پر مشتمل تھی۔ نظام یعنی عسکر مصروف اور اشتیت (Ichtidt) یعنی وہ لشکر مصروف، جس کو غیر محدود رخصت دیدیگئی تھی (۲) ردیف یا افواج محفوظ بھی اسی طرح دو مساوی مدوں پر مشتمل تھیں (۳) مستحفظ یا عساکر مقبوضات۔ مدت ملازمت بیس سال مقرر تھی:۔ افواج مصروف چھ سال، جن کے منجملہ نصف کی مدت ہر مد کی ملازمت میں محفوظ آٹھ سال، جن کے منجملہ نصف ہر مد کی ملازمت میں۔ مستحفظ چھ سال۔ فوج میں بھرتی کرنے کی عمر اکیس سال ۱۸۸۷ء میں مقرر کی گئی تھی۔ سالانہ فوج کی بھرتی کی تعداد (۵۰,۰۰۰) تھی۔ ابتداءً غیر مسلموں کو فوج میں بھرتی نہیں کیا جاتا تھا اور وہ بدل عسکریہ ادا کرتے تھے۔ ۱۹۰۹ء کے بعد یہ طے ہوگیا کہ یا تو غیر مسلم بھی فوجی خدمات انجام دیں یا ۵۰ ترکی پاؤنڈ ادا کریں۔

دار السلطنت اور صوبوں کی جنڈارمی (ضبط)؛ بے قاعدہ فوج؛ چرکس؛ باشی بزوق؛ کرد، اور زیبق؛ جن کی تعداد مقام جنگ؛ تعداد افواج مقابل اور اسی قسم کی دوسری باتوں پر منحصر ہوتی تھی، افواج مصروف میں شامل نہیں ہیں۔ خدیو کا یہ فرض تھا کہ جنگ کی صورت میں وہ ایک امدادی فوج مہیا کرے مگر اس کی کوئی وقعت نہیں ہے اس لئے کہ انگریز اسی طرح جیسا کہ انھوں نے ۱۸۷۷ء میں اس وقت کیا تھا جبکہ ایک مصری دستہ نے شہزادہ حسن پاشا پسر اسمٰعیل پاشا کے زیر قیادت محمد علی پاشا کی فوجوں پر حملہ کر دیا تھا، خدیو کو کبھی یہ اجازت نہیں دیں گے کہ مصر سے ترکی کو فوج بھیجی جائے۔

سر عسکر افواج کا سالار اعظم ہے۔ جن کے متعلق تمام قسم کی ہدایتوں اور انتظاموں کا اسی سے تعلق ہے۔ ۱۹۰۹ء میں فرانسیسی نمونہ پر ایک اعلیٰ مجلس حربیہ قائم کی گئی تھی۔ اسکو انور پاشا نے اپنے وزیر حرب مقرر ہونے کے دوسرے دن بہر جنوری کو برخاست کر دیا۔ توپ خانہ، انجینیر اور ذخائر آلات جنگ توپ خانہ کے سردار اعلیٰ کی نگرانی میں ہیں، جس کو ابتداءً سلطان نامزد کرتا تھا اور جو ایک حیثیت سے ویسا ہی اہم وزیر جنگ ہوتا تھا جیسا کہ سر عسکر۔ قانون اساسی کے نفاذ کے بعد سے اس کا مرتبۂ وزارت باقی نہیں رہا ہے اور

وہ وزیر حرب کا ماتحت کا قرار دیدیا گیا ہے۔ تمام جنگی فوجیں رجمنٹوں میں منقسم ہیں۔ ہر رجمنٹ یا تو ایک مارشل کی کمان میں ہے یا ڈویژنل جنرل کی۔ رجمنٹ کے اسٹاف کے ماتحت فنون جنگ ہیں اور کونسل یا اردو سینوم مجلس (Ordoucinum Mejliss) سے انتظامی امور کا تعلق ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جنرل اسٹاف ہی خود تمام قسم کے انتظام کرتا ہے اس لئے کہ ہر رجمنٹ میں اسٹاف کی تعداد ناکافی اور جرمنی کے فوجی وفد نے جو افسر تیار کئے ہیں ان کی تعداد محدود ہے۔ ردیف کا ایک علیحدہ اسٹاف ہے جو پورا ماہر فن ہے۔ جنگ قریم کے بعد ۱۸۷۰ء تک عثمانی فوج کے افسروں کی ٹریننگ کے لئے قسطنطنیہ میں ایک فرانسیسی فوجی وفد رہتا تھا۔ اس خطرناک سال کے مصائب کے بعد اس وفد کو علیحدہ کر دیا گیا۔ عبدالحمید ابتداءً جرمنی کا ویسا ہی طرفدار نہیں تھا جیسا کہ وہ بعد میں جرمنی کو یورپ کی سب سے زبردست طاقت تصور کر کے ہو گیا تھا۔ بلکہ اس نے فرانسیسی حکومت سے یہ درخواست بھی کی تھی کہ ایک فوجی وفد اسی طرح پھر قائم کر دیا جائے جیسا کہ اس کے باپ عبدالمجید اور اس کے چچا عبدالعزیز کے زمانے میں تھا۔ لیکن پیرس میں یونان کی حمایت کے مبالغہ آمیز جوش میں سلطان کی تجویز کو مسترد کر دینے کی شدید غلطی کا ارتکاب کیا گیا۔ اور فرانس نے یونانی فوج کی تنظیم کے لئے امیر البحر لکرن اور جنرل دوسیر کو یونان بھیج دیا۔ عبدالحمید کو فرانس کا یہ طرز عمل بہت کچھ ناگوار گذرا۔ پرنس ارزی ول (Radziwill) جانتا تھا کہ اس ناگواری سے کس طرح فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے، چنانچہ نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۸۸۲ء میں فوج کی تنظیم جدید کی تکمیل میں مدد دینے کے لئے جرمنی سے حکومت عثمانیہ نے درخواست کی۔

مارشل وان مولٹکے (Moltke) ایک وفد بھیجا جس میں کرنل کوہلر (Kohler) رسالہ کی تنظیم کے لئے، میجر دی ہاب بھی رسالہ کی تنظیم کے لئے، میجر ڈی ریسٹو توپ خانہ کی تنظیم کے لئے، اور میجر کمفو ونر پلٹن کی تنظیم کے لئے قسطنطنیہ آئے۔ ایک سال کے بعد کرنل گولٹز (Goltz) کو بھی اس وفد میں شریک کر دیا گیا اور کرنل کوہلر کے انتقال کے بعد یہ شخص اس وفد کا سردار بنا دیا گیا۔ کوہلر پاشا (اس لئے کہ تمام جرمن افسروں کو بلا لحاظ (۴۰۰۰۰) فرانکس سالانہ کے جوان کو ادا کئے جاتے تھے، سلطان نے پہلے بریگیڈیر جنرل اور پھر ڈویژنل جنرل کا رتبہ عطا کر دیا تھا) کی ۱۸۸۵ء کی رپورٹ میں (۲۳۵) بٹالینیں، (۱۹۹) اسکواڈرین، (۱۳۰) بیٹریاں اور (۶) بٹالینس آف پیاتیرس ظاہر کی گئی تھیں جرمن وفد

کی تنظیم جدید کی اسکیم نے لائٹ انفنٹری کی (۸) بٹالینوں، سواروں کے (۱۴) اسکواڈرنوں، ایک سپلائی کور کے قیام؛ افسروں کی ایک محفوظ فوج اور مصروف اشتیت (Ichtidt) کی ایک محفوظ فوج کا اور مطالبہ کیا۔ اس اسکیم کے مطابق آرمی کورس کی تعداد (۱۳) تک بڑھا دی جانے والی تھی، لیکن یہ جرمن اسکیم کبھی نافذ نہ ہو سکی۔

جنگ بلقان سے قبل کاغذات میں قابل جنگ فوج کی تعداد (۱½) ملین ظاہر کی جاتی تھی۔ مگر فی الحقیقت مشکل سے (۸،۰۰،۰۰۰) فوج ان لوگوں کو منہا کرنے کے بعد باقی رہ جاتی تھی، جن کی کبھی کوئی ٹریننگ نہیں ہوئی تھی اور جن کا وجود صرف کاغذات میں (۲۶۶) علاوی بٹالینوں (زائد بٹالینوں) کے ایک بڑے حصے کی جن کے منجملہ (۱۲۰) جو یورپین ترکی کے لئے تھیں، قائم ہی نہیں ہوئی تھیں اور رولیف کی (۳۲) کیویلری رجمنٹس کی حیثیت سے ظاہر کیا گیا تھا، جن میں سے صرف (۱۵) قائم ہوئی تھیں۔

ترکی (۷) اُردوؤں یا فوجی حدود پر منقسم تھی۔ دو خود مختار ڈویژنیں اس کے علاوہ تھیں۔ ساتویں اردو (یمن) اور حجاز اور طرابلس کی دو خود مختار ڈویژنوں کا اس میں شمار نہیں کرنا چاہیئے صرف اس لئے کہ فوج کی بھرتی میں ان سے کوئی امداد نہیں ملتی تھی بلکہ اس لئے بھی کہ ان کے لئے دوسری حدود سے فوجوں کو علٰحدہ کرنے کی ضرورت

	۱۔ فوج مصروف یا نظام .... (۴،۲۴،۰۰۰) آدمی۔	صدر میزان (۱۶،۹۴،۰۰۰)
	" محفوظ یا رولیف .... (۶،۰۰،۰۰۰) " ۔	
	علاوی (Ilavi) .... (۳،۵۰،۰۰۰) " ۔	
	مقبوضاتی یا مستحفظ .... (۱،۰۰،۰۰۰) " ۔	
	کل (۱۴،۵۴،۰۰۰) " ۔	
	اس میں حسب ذیل سرکاری امداد کا اضافہ ہوا۔	
	مستحفظ فوج محفوظ .... (۱،۰۰،۰۰۰) "	
	رسالہ حمیدیہ .... (۶۰،۰۰۰) "	
	طرابلس افواج بے قاعدہ .... (۴۰،۰۰۰) "	
	البانی والنٹیرز .... (۴۰،۰۰۰) "	

ہوتی تھی۔ اصول یہ تھا کہ جنگ کے زمانے میں بقیہ (۶) اردو علحدہ علحدہ طور پر چار چار آرمی کورس مہیا کریں، (۱) نظام کی؛ (۲) ردیف کی؛ اور (۱) مستحفظ کی۔ آخر الذکر کا چونکہ قیام عمل میں نہیں آیا تھا اس لئے اس کا صرف ضابطہ کی پابندی کے لئے تذکرہ کیا گیا تھا۔ ردیف کا جہاں تک تعلق تھا بعض حدود میں دوسری بدر ردیف کی فوجوں کا اب تک قیام بھی اچھی طرح عمل میں نہیں آیا تھا۔ نظام آرمی کور طبیعی طور پر حسب ذیل اجزا پر مشتمل تھی۔

انفنٹری کی (۲) ڈویژنیں؛ دو رجمنٹوں کے (۲) بریگیڈ؛ چار بٹالینوں کا (۱) برانگیڈ اور لائٹ کیویلری کی ایک بٹالین؛ تقریباً (۱۷) بٹالینین؛ کیویلری کی (۱) ڈویژن اور پانچ اسکواڈرنوں کی (۲) رجمنٹوں کے بشمولہ ہر رجمنٹ کے (۳) بریگیڈ؛ تقریباً (۳۰) اسکواڈرن؛ (۶) بیٹریوں کی (۲) سیکشن والی (۲) رجمنٹوں میں سے ہر رجمنٹ کے (۲) آرٹلری بریگیڈ اور (ماؤنٹیڈ) آرٹیلری کا (۱) سیکشن اور (۳) بیٹریاں) جملہ (۵۱) بیٹریاں۔

مقدونیہ کے واقعات نے اس تنظیم کو کالعدم درہم برہم کر دیا۔ چنانچہ ۱۹۰۸ء میں اکتوبر میں جب ترکی اور بلغاریہ کے مابین لڑائی کا خدشہ پیدا ہوا تو اس وقت سیکنڈ آرمی کور (اورنہ) میں صرف (۴) انفنٹری ڈویژنیں؛ (۳) بریگیڈ (½) کیویلری کے؛ (۵۲) بیٹریاں (حملے کی)؛ (۳) ماؤنٹیڈ بیٹریاں اور (۶) توپوں کی بیٹریاں تھیں؛ تھرڈ آرمی کور رسالونیکا ایک حقیقی فوج بنگئی تھی؛ جس میں (۷) ڈویژنیں (½) انفنٹری کی؛ (۲) بریگیڈ (½) کیویلری؛ (۷۰) حملہ کن یا پہاڑی بیٹریاں؛ (۶) توپ بیٹریاں اور (۳) ماؤنٹیڈ بیٹریاں تھیں۔

ایک بٹالین کی جملہ تعداد (۱۰۰۰) آدمی ہے؛ جن میں افسر، نان کمیشنڈ افسر اور سپاہی تھے اور ایک کیولری اسکواڈرن کا (۱۲۰) آدمی، لیکن یہ تعداد کبھی پوری نہیں ہوتی ہے۔ ترکی اور یونانی جنگ کے زمانے میں سب سے زیادہ زبردست بٹالینین مشکل سے (۸۰۰) ہونگی۔ کیویلری میں بہت کم (۸۰) آدمی تھے، جس کی وجہ گھوڑوں کی کمی تھی۔ یہ ظاہر ایک عجیب بات معلوم ہوتی ہے۔ لیکن ترکی میں گھوڑوں کی اعلیٰ نسل کے باوجود، رسالے اور توپ خانے کے لئے ہنگری اور روس سے گھوڑے منگائے جاتے ہیں۔ یہاں یہ لوگ متوسط قسم کے جانور گران قیمت پر خرید تے ہیں۔ کچھ سال ہوئے ترکوں نے یہ خیال کیا کہ مطلوبہ گھوڑے اپنے ہی ملک سے حاصل کر لئے

جایا کریں۔

خریداری کا طریقہ حسب ذیل ہے:۔

فوجی اور سول افسروں اور عہدہ داروں کے مشترکہ کمیشن اضلاع کا سفر کرتے ہیں اور ایسے گھوڑوں کا مطالبہ کرتے ہیں، جو فوجی کاموں کے لئے مناسب ہوں۔ معاوضے میں مالکوں کو معمولی قیمت (basfieh) دیدی جاتی ہے، جو گھوڑے کی ثلث یا ربع قیمت کے برابر ہوتی ہے۔ یہ تمسک، جیسا کہ ہر شخص جانتا ہے، کبھی ادا نہیں کیا جاتا، لیکن محاصل کی ادائی میں یہ حکومت کو واپس کیا جاسکتا ہے۔ جو گھوڑے اس طرح حاصل کئے جاتے ہیں ان کو ضرورت کے وقت فوجی اغراض کے لئے منگا لیا جاتا ہے، مگر ان کے مالک ان کے دانے وغیرہ کے اخراجات ادا کرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اس قسم کے گھوڑے کو فروخت کر دیتا ہے تو اس کو اس کی دوگنی قیمت اور (۵) ترکی پاونڈ کا جرمانہ ادا کرنا پڑتا ہے۔

اب تک جتنی لڑائیاں ہوئی ہیں ان سب میں حکومت نے بے قاعدہ فوجوں سے کام لیا ہے اور یہی عثمانیہ فوج کا رسالہ ہے۔ یہ باشی بزوک لوگ دو فرقوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ ایک چرکس اور دوسرے کرد، جن میں سب کے سب نہایت عمدہ سوار ہوتے ہیں۔ معاہدہ برلن میں ترکی کو اس امر کی ممانعت کر دی گئی تھی کہ وہ کسی صورت میں بھی یورپ میں چرکسوں سے کام نہ لے، لیکن جب کبھی ضرورت ہوتی ہے باب عالی کو اس معاہدہ سے انحراف کرنے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں ہوتا۔ چنانچہ ۱۳-۱۹۱۲ء کی لڑائی میں بھی ایسا ہی کیا گیا تھا۔ اب رہے کرد تو ان کو ولایت ہائے موصل اور بغداد کے بعض جاہل عربی قبیلوں کے ساتھ فوج میں بھرتی کیا جاتا ہے۔ حمیدیہ رجمنٹوں میں، جنکی تعداد (۲۷۸) سکواڈرن ہے، بالعموم یہی لوگ ہیں، جو روس کے خلاف جنگ کے واقع ہونے کی صورت میں نہایت ہی قابل قدر کن ٹن جنٹ کا کام دیں گے۔

اس ہنگامہ آفریں فوج کو یورپ میں لانا مشکل ہے جس کی سب سے بڑی وجہ تو یہ ہے کہ اس سے بے انتہا اخراجات عاید ہوتے ہیں اور پھر دوسری وجہ یہ ہے کہ کردی سردار اپنے آدمیوں کو روم ایلی جانے کی اجازت دینے میں بہت کچھ پس و پیش کرتے ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ان کی طاقت کمزور ہو گئی تو پھر حکومت عثمانیہ، جو ان کی خوشامد درآمد اور انہوں

کو ان کے لئے ایک صید زبوں تباہ دینے کے باوجود اس کوشش میں ہے کہ خود مختاری کے آخری دن ان سے چھین لے اور ان کے اختیارات خود انتظامی کو غصب کرلے، ان کے ساتھ جیسا چاہے گی سلوک کرے گی۔ لہٰذا ایسی صورت میں عثمانی رسالہ کی امداد کے لئے باشی بزوک سے کوئی توقع رکھنا عقلمندی کا کام نہیں ہے۔ پھر یہ بات بھی ہے کہ یہ چرکس اور کرد اس میں شک نہیں کہ انفرادی حیثیت سے نہایت دلیر اور نہایت عمدہ سوار ہیں مگر جنگ کے متعلق معمولی سی معمولی باتوں سے بھی ناواقفیت رکھنے کی وجہ سے اور اپنی اور شوق غارت گری کی بنا پر دنیا کے بدترین سپاہی ہیں وہ صرف اس لئے لڑتے ہیں کہ مال غنیمت ان کو حاصل ہو لیکن اگر اس میں بہت زیادہ خطرات کا احتمال ہو تو وہ بالکل نہیں لڑتے۔ اپنے ملک سے دور ہو جانے کے بعد وہ کسی کام کے نہیں رہتے؛ انتہا یہ ہے کہ اسکاؤٹنگ بھی نہیں کرسکتے۔

گزشتہ جنگ میں اس بیان کی صداقت کے متعلق ثبوت مزید بہم پہنچ چکا ہے۔ اس موقع پر کردستان سے صرف (۴) سے (۵) ہزار تک والنٹیر حاصل ہوسکے تھے۔

توپیں جرمن کارخانہ کروپ سے حاصل کی جاتی ہیں۔ جرمنی بھی پلٹن کے لئے رائفل اور رسالے کے لئے قرابینیں مہیا کرتا ہے۔ عثمانی فوج میں ۷ م م (7mm) تیر (calibre) (۶۵) اور (۹۶ ۵) کا ماؤسر (Mauser) (راؤنڈ ٹیوب میگزین (۵) کارتوس اور (۹) کارتوس) استعمال کیا جاتا ہے۔

ترکی سپاہی میں وہ تمام ضروری خوبیاں ہوتی ہیں، جو ایک اعلیٰ درجے کے سپاہی میں ہونی چاہئیں۔ یہ لوگ بہادر، سلیم الطبع، صابر ہوتے ہیں۔ تھکن اور تکلیفوں کے برداشت کرنے کی ان میں خاص صلاحیت ہوتی ہے اور یہ احکام کی اندھا دھند تعمیل کرتے ہیں۔ عثمانی فوج میں جنرل افسروں کی کمی نہیں ہے بلکہ سب آلٹرنس اور نان کمشنڈ افسروں کی کمی ہے۔ امیر البحر ژوریاں دے لاگراویئر کا بیان ہے کہ "ترکی سپاہی میں بہت سی فوجی خوبیاں ہیں۔ جس دن اس سپاہی کو تعلیم یافتہ اور خوددار افسر مل گئے وہ دنیا کو حیرت میں ڈال دیگا۔ ترکی کی فوجی تنظیم میں متوسط طبقہ مفقود ہے اس لئے کہ عثمانی سوسائٹی میں متوسط طبقے کا وجود ہی نہیں ہے صرف معاشرتی اصلاح کے بعد سلطانی افواج کے لئے ایسے افسر مہیا ہوسکتے ہیں، جن پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔"

اب تک ترکی میں افسروں کی ترقی کے لئے کوئی قانون وضع نہیں کیا گیا ہے اور حکومت کو قانون اسٹاف کا نام سنکر تعجب ہوتا ہے۔ رینک جائیداد کی حیثیت نہیں رکھتی اسلئے کہ بغیر کسی وجہ یا قانونی فیصلے کے اس کو افسروں سے چھین لیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اس کا ثبوت وہ کثیر التعداد جنرل ہیں، جن کو عبد الحمید کے زمانے میں اس کے احکام پر جلا وطن کیا گیا تھا۔ یا جن کا تنزل کر دیا گیا تھا۔ حکومت دستوری نے بھی جس نے مطلقیت کی بے جا حرکتوں کے خلاف اس قدر احتجاج کئے تھے اس معاملے میں وہی طریقہ اختیار کیا ہے، جو عبد الحمید نے اختیار کیا تھا۔ فرق صرف یہ ہے کہ انھوں نے اپنے "مدارج اعلیٰ کی بریت" کے متعلق نفیس قانون سے، جو پارلیمنٹ کا منظور کردہ ہے انکو ایک جواز کی صورت عطا کر دی ہے۔

ان رسوائے عالم بیجا افعال کا عذر رکھ کر، جن کا عبد الحمید کے زمانے میں دور دورہ تھا جبکہ یلدیزی محبوبوں کے بیٹے ابھی مدارس ہی میں ہوتے تھے کہ سپہ سالار بنجاتے تھے، پارلیمنٹ نے تمام رینکوں کی نظر ثانی اور تمام افسروں کی رجعت کا تصفیہ کیا، جن میں عام اس سے کہ انھوں نے کیسی خدمات کیوں نہ انجام دی ہوں، وہ قدامت موجود نہیں تھی جو چیمبر کے مقررہ کمیشن نے ہر گریڈ کے لئے معین کی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پے در پے ناانصافیاں ہونے لگیں۔ مارشل تنکری پاشا کا دویژنل جنرل کے عہدہ پر تنزل ہو گیا۔ سر عسکر محمود شوکت پاشا کو فرسٹ فیلڈ مارشل (برنجی فریق) کے درجے سے ہٹا کر ڈویژنل جنرل بنا دیا گیا۔ علی رضا پاشا کا بریگیڈیر جنرل کے عہدہ پر تنزل ہو گیا۔ برنجی فریق (birindji ferik) محمود مختار پاشا فرسٹ آرمی کور کا کمانڈر ان چیف، پرتو (Pertew) پاشا، جنرل چیف آف اسٹاف، اور ڈویژنل جنرل، صالح پاشا، وزیر حربیہ سب کا کرنل کی رینک پر تنزل ہو گیا۔ نیازی بے اور انور بے میجر کی بجائے کپتان بن گئے۔ اگر ان افسروں کے ساتھ، جنھوں نے حکومت دستوری کو از سر نو قائم کیا تھا اور جن کی تلواروں نے مدبرین کی غلطیوں کی تلافی کر دی تھی، پارلیمنٹ نے ایسا سلوک کیا تو پھر ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ دوسرے افسروں کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا گیا ہوگا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ فوج سے ایسے مفت خوروں کو نکال دینے کی قطعی ضرورت تھی، جو حشرات الارض کی طرح جمع ہو گئے تھے لیکن تمام افسروں کے گریڈس میں دست درازی کئے بغیر بھی ایسا ہو سکتا تھا۔ ترکی میں انقلاب زوروں پر ہے (اسلئے کہ یہ انقلاب ابھی ابھی شروع ہوا ہے) اور انقلاب کے زمانے میں

انقلابی طریقے پر ہی عمل پیرا ہونا چاہئے تاکہ ایسا نہو کہ خود انقلاب ہی سب کو ہضم کر جائے عبدالحمید کے سابقہ جتھیوں ہی کا تنزل کر دینا کافی تھا۔ اگرچہ ایسا کرنا ناجائز ہوتا لیکن اس سے پہلے بہت سی ناجائز باتیں کی جاچکی تھیں اور ان میں سے کسی نے بھی ان پر اعتراض نہیں کیا تھا، جو قانون کے نہایت محتاط پاسداروں میں شمار کئے جاتے تھے۔ مثلاً وہ عہدہ دار جن کو کورٹ مارشل میں تحقیقات کے بعد بری کر دیا گیا تھا جیسے کہ حجاز کا سابق والی راطب پاشا یا وہ لوگ، جن کے مقدمات کا فیصلہ نہ کرنے کی ضرورت تھی مثلاً مارشل رضا پاشا، سابق وزیر حربیہ اور مارشل ذکی پاشا، توپ خانہ کا سابق سردار اعلیٰ، جن کو ایک معمولی سی انتظامی تدبیر سے کام لیکر جلا وطن کر دیا گیا تھا اور ان کا ل واسباب ضبط ہو گیا تھا۔ مقصد تو نرمی کے ساتھ بھی پورا ہو سکتا ہے۔ اگر ان سے لوگوں کو یہ معلوم ہو جاتا کہ حکومت کو ان کا اخراج مطلوب ہے تو یہ سب کے سب اپنی خدمات سے مستعفی ہو جاتے اور پھر ان کو اس امر کی خوشی بھی ہوتی کہ اتنی آسانی کے ساتھ چھٹکارا مل گیا۔ گرگیا گیا تو یہ کہ پوری کی پوری فوج کو ملزم قرار دیدیا گیا۔

اسٹاف اور سب سے بڑھ کر ہائی کمانڈ پر توجوانوں کا تقرر ایک ایسا فوجی مسئلہ ہے، جو ہر جگہ پیش آتا ہے۔ پارلیمنٹ نے بہرحال وزیر حربیہ اور جنرلوں سے مشورہ کئے بغیر ایک مسودہ قانون کو منظور کر لیا، جس کی رو سے ترقی قدامت پر منحصر ہو گئی۔ مدرسہ حربیہ سے آنے والا افسر (۶۵) برس کی عمر سے پہلے ڈویژنل جنرل کا گریڈ نہیں پا سکتا۔ یورپ میں (۶۵) برس کی عمر ہو جانے پر وظیفہ ملجاتا ہے۔ گویا نان کمیشنڈ افسر کو افسر بننے کی کوئی توقع نہیں ہے۔ اب رہے وہ افسر جو رینکس سے آتے ہیں (پیدل اور سوارہ فوج میں کم سے کم (۹۰) فیصدی ہیں) تو ترقی کے متعلق ان کی امیدیں بھی منقطع ہو گئی ہیں۔ ہائی کمانڈ ایک معراج ہے کہ جس کو وہ دیکھ سکتے ہیں مگر جوان کو کبھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ ڈویژنل افسر بننے کے لئے افسروں کے گریڈ میں (۶۵) سے (۷۱) سال تک رہنے کی ضرورت ہے اور اس مدت کے ختم ہونے تک وہ تنو کے لگ بھگ ہو جائینگے۔

اس خلاف مصلحت قانون سے فوج میں ایک عام صدائے احتجاج بلند کی گئی۔ کیونکہ اس سے سب کے حقوق مجروح ہوتے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان افسروں نے بھی اس قانون کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا تھا جو اس رجعت قہقری کے نہایت ہی ناجائز طور پر شکار ہو گئے تھے۔ بلکہ ان لوگوں نے ظاہر داری کے لئے یہ اعلان بھی کر دیا تھا کہ وہ نہایت خوشی سے پارلیمنٹ

کے فیصلوں کو قبول کرلیں گے۔ وطن کی محبت میں اپنے ایثار کا انھوں نے یہ ایک عظیم الشان ثبوت دیا تھا۔ ان کو یہ خدشہ تھا کہ اگر اس کے خلاف احتجاج کیا گیا تو اس سے حکومت دستوری کے قیام میں رخنہ پیدا ہو جائیگا، جس کی کامیابی کو وہ یقینی کردینا چاہتے تھے۔ تاہم وہ اس کو نہایت ناگواری کی نظر سے بھی دیکھتے تھے۔ ذیل میں ایک خط کا اقتباس درج کیا جاتا ہے، جو عساکر عثمانیہ کے ایک نہایت ہی سربرآوردہ سردار نے مجھے لکھا تھا۔ یہ ایک ایسا خط ہے، جس سے افسروں کے جذبات کا اظہار ہوتا ہے۔

"فوجوں میں" جو زمانہ اور تجربہ کا اتصال کرتی ہیں، ایک خاص نقطہ تک قدامت کا قانون نافذ ہونا چاہیئے ہمیں یقین ہے کہ آیندہ ہم اسی حالت میں رہینگے لیکن اسوقت تک فوج کو سب سے زیادہ عمر رکھنے والوں کی ضرورت باقی نہیں رہے گی بلکہ اس کو نہایت ہی قابل سرداروں کی ضرورت ہوگی۔ ان افسروں سے پیچھا چھڑانے کے ایک معقول خیال سے منتج ہوکر، جن کے ناموں اور کاموں میں کوئی مناسبت نہیں تھی یا جو اس رینک کے شایاں نہیں تھے، جو انھوں نے اپنے رسوخ سے حاصل کرلی تھی، یہ قانون حسد اور نفرت کے جذبات کا صرف ایک آلۂ تکمیل بنکر رہ گیا ہے۔ اس نے ایک نہایت ہی گندہ پہلو اختیار کرلیا ہے، جس سے ہر شخص شدت کے ساتھ متنفر ہے۔ بہرحال اسی قانون کے خلاف ہر تحریک کو، جو نیچے سے پیدا ہو، تمام فوجی انتظام کو درہم برہم کردینے کے لئے لازمی طور پر اپنا رخ پھیر دینا چاہیئے۔

آفیسر تس کو ہیں اب صرف کومبرہانی اور پنکالدی (Coumbarhane & Pancaldi) کے فوجی مدرسوں کے طلباء، کو بھرتی کیا جاتا ہے۔ ان مدرسوں میں پہلے مدرسہ میں انجینیر اور توپ خانہ کے افسر تیار کئے جاتے ہیں اور دوسرے میں پیدل اور سوارہ فوج کے اور اب آپ اسٹاف افسر بھی تیار ہونے لگے ہیں۔

آرٹیلری اسکول، جس کی مصطفےٰ ثالث کے عہد میں بیرون دے توت نے بنیاد قائم کی تھی، ابتدائً کاغذ خانہ (یورپ کا آب شیریں) کے مقام پر تعمیر کیا گیا تھا۔ سلیم ثالث اور محمود نے اس کی جدید تنظیم کی تھی اور پھر اس کو گولڈن ہارن میں کمبرہانی کے مقام پر مسجد ایوبلی کے سامنے منتقل کردیا گیا تھا۔ جنگ روس و ترکی کے آغاز کے وقت اس کو توڑ دیا گیا تھا اور مدرسہ پنکالدی میں ضم ہو جانے کے بعد ۱۸۷۸ء میں اس کو دوبارہ

قائم کرکے کمبرہانی میں مستقل طور پر منتقل کر دیا گیا۔ طلبا (۱۵) سال کی عمر میں داخل ہوتے ہیں، چار سال کا زمانہ ابتدائی جماعت میں گزارتے ہیں، (۲) سال جماعت اعلیٰ میں اس کے بعد ان کو سب لفٹنٹ بنا دیا جاتا ہے اور ایک سال کی مزید تکمیلی تعلیم کے بعد یہ لوگ لفٹنٹ کی رینک حاصل کرکے مدرسہ کو چھوڑ دیتے ہیں۔ جماعت ادنیٰ کو معمولی سپاہیوں کی تنخواہ بحساب (۳۰) پیاسٹر ماہانہ ملتی ہے۔ جماعت اعلیٰ کے سال اول میں کارپورل کی تنخواہ بحساب (۵۰) پیاسٹر ماہانہ اور سال دوم میں نان کمیشنڈ افسر کی تنخواہ بحساب (۷۰) پیاسٹر ماہانہ دی جاتی ہے۔ یہ مدرسہ ایک ڈویژنل جنرل کا ماتحت ہوتا ہے اور اس کا تعلق توپ خانہ کے سردار اعلیٰ سے ہے۔ سنہ ۱۸۹۷ء تک یہ فرانسیسی افسروں کی نگرانی میں تھا۔ یہ ترکی کی بہترین فوجی تعلیم گاہ ہے اور اس نے جماعت اصلاحی کے لئے اس کے نہایت ہی نامور قائد اور نہایت ہی فدائی سپاہی مہیا کئے ہیں۔ پنکالدی کے مدرسہ میں بھی طلبا (۱۵) سال کی عمر میں داخل ہوتے ہیں، (۴) سال جماعت ادنیٰ میں اور (۲) سال جماعت اعلیٰ میں گزار کر سب لفٹنٹ کی رینک حاصل کرکے مدرسہ سے چلے جاتے ہیں۔ جن لوگوں کو اسٹاف کے لئے نامزد کر دیا جاتا ہے وہ ایک سال اور تعلیم حاصل کرتے ہیں اور کپتان کی رینک لیکر مدرسہ چھوڑ دیتے ہیں۔ اس مدرسہ سے ہر سال جنرل اسٹاف کے لئے (۱۵) کپتان، پیدل فوج کے لئے (۶۰) سے (۹۰) تک اور سوارہ فوج کے لئے (۴۰) سے (۸۰) تک سب لفٹنٹ نکلتے ہیں:

ان دو بڑے بڑے مدرسوں کے علاوہ سلطنت میں (۱۵) مدرسے اور بھی موجود ہیں جن میں سے کچھ قدیم ہیں اور کچھ جدید۔ یہ مدرسہ حسب ذیل ہیں:—

(۱) پیدل فوج کے نان کمیشنڈ افسروں کا مدرسہ یلدیز میں اور باغکتاشس میں تین بٹالین۔

(۲) بیروت کا نان کمیشنڈ افسروں کا مدرسہ، جو دو کمپنیوں کی ایک بٹالین پر مشتمل ہے۔

(۳) ایک دوسرا مدرسہ اسی حیثیت کا ارزنجان میں بھی ہے۔

(۴) ایک اور مدرسہ جو حال ہی میں بغداد میں قائم کیا گیا ہے اور جو دو کمپنیوں کی ایک بٹالین پر مشتمل ہے۔

(۵) نان کمیشنڈ افسروں کی، جن کو ان سپاہیوں میں سے لیا جاتا ہے، جو لکھ پڑھ سکتے ہیں، ایک موڈل بٹالین۔

(۶) نان کمیشنڈ افسروں کی ارزنجان کے مقام پر موڈل بٹالین، جو حال ہی میں قائم کی گئی ہے۔

(۷) بغداد میں نان کمیشنڈ افسروں کی موڈل بٹالین۔

(۸) ہیلر بے میں محفوظ فوج کے افسروں کا مدرسہ۔

(۹) ملتاپہ میں مدرسۂ شوٹنگ۔

(۱۰) داؤد پاشا میں سوارہ فوج کے افسروں کا کیمپ۔

(۱۱) ایاز آغا کوشک میں سوارہ فوج کے نان کمیشنڈ افسروں کا مدرسہ۔

(۱۲) قسطنطنیہ کے مقام پر رامیس بارکوں میں توپوں سے حملہ کرنے کی تعلیم کا مدرسہ۔

(۱۳) مطرلیس چفلق میں سوارہ توپ خانہ (ماؤنٹیڈ ارٹیلری) کا مدرسہ۔

(۱۴) کاغذ خانہ میں توپ خانہ کے نان کمیشنڈ افسروں کا مدرسہ۔

(۱۵) رامیس میں پیدل توپ خانہ کے نان کمیشنڈ افسروں کا مدرسہ۔

(۱۲) سے (۱۵) نمبر تک جن مدرسوں کا تذکرہ کیا گیا ہے ان میں متعدد بیٹریوں کا اضافہ ہو گیا ہے۔

سنہ ۱۹۱۰ء سے عثمانی فوج کی تنظیم جدید فیلڈ مارشل فان دیر گولٹز (Goltz) کی مرتبہ ایک اسکیم کے مطابق عمل میں لائی جا رہی ہے۔ اردووں (فوجی حلقوں) میں فوجوں کی تقسیم کا طریقہ اسی طرح بحال رکھا گیا ہے اور صرف صف آرا افراد کو کامل طور پر تبدیل کر دیا گیا ہے۔ سات اردووں کی بجائے پہلے حسب ذیل تیرہ اردو تھے:۔ یورپ میں:۔ پہلا مستقر افواج، قسطنطنیہ؛ دوسرا اردو اسکوب؛ تیسرا قرق قلاصی؛ چوتھا ادرنہ؛ پانچواں سالونیکا؛ چھٹا منستیر، ساتواں کسادہ۔ ان کے علاوہ سقودرہ، کزانہ اور جنینہ میں تین خود مختار ڈویژن بھی ہیں۔ ایشیا میں:۔ آٹھواں دمشق؛ نواں ارزمیان؛ دسواں ارض روم؛ گیارہواں فان بموصل؛ تیرہواں بغداد۔ یمن کو اور حجاز کی خود مختار دویژن اس کے علاوہ ہیں۔ ہر آرمی کور میں دو یا تین ڈویژنیں ہوتی تھیں اور ہر ڈویژن تین بٹالینوں کی تین رجمنٹوں اور لائٹ کیولری کی ایک رجمنٹ پر مشتمل ہوتی تھی۔ گویا (۱۰) جنگی اور (۳) رنگرنڈوں یا محفوظ فوج کی بٹالینیں ہوتی تھیں جو یقینی طور پر

اتنی عمدہ نہیں تھیں۔ بریگیڈ ایک بھی نہیں تھا اور نیزہ[13] بٹالینیں راست جنرل آف ڈویژن کی کمان میں تھیں۔ یہ دراصل ایک ثلاثی نظام تھا مگر اس میں کوئی بہت اچھی نظم نہیں ہوئی تھی۔

جس زمانے میں فن جنگ اور فتح کو علم ریاضی کے ذریعہ سے ظاہر کرنیکا فیشن تھا، تنظیم دوگونہ وسہ گونہ نے بہت سے کاغذ سیاہ کردیے تھے ۱۹۰۰ء میں لوگ اس طریقہ کو بالکل بھول چکے تھے جبکہ سین (Seine) کے مندوب موسیو میسیمی نے اس کو ازسرنو زندہ کیا اس لئے نہیں کہ یہ ایک بہترین طریقہ ہے بلکہ اس لئے کہ اس کی وجہ سے اسٹاف میں تخفیف اور موازنہ میں بچت ہوسکتی ہے۔ یہی وہ وجوہات ہیں جنھوں نے بظاہر جنرل وان ڈر گولٹز کو بھی اسی طریقے کے اختیار کرنے پر آمادہ کیا تھا۔

تنظیم سہ گونہ کے طریقے کی یقیناً حمایت کی جاسکتی ہے لیکن اس کی مدافعت میں جو اصطلاحی بحث کی جاتی ہے، وہ دلیل قاطع کی حیثیت نہیں رکھتی۔ تنظیم سہ گونہ کے حامیوں کا یہ کہنا ہے کہ موجودہ تنظیم دوگونہ میں آرمی کورس کے کمانڈر صرف طریقوں پر عمل پیرا ہوسکتے ہیں:۔ یا تو وہ اپنی دونوں ڈویژنوں سے محاذ پر کام لینگے، لیکن اس صورت میں ان کے پاس کوئی محفوظ فوج نہیں ہوگی یا پھر وہ ایک ڈویژن سے کام لینگے اور اس صورت میں ایک پوری کی پوری ڈویژن محفوظ رہے گی۔ برخلاف اس کے تنظیم سہ گونہ سے بہت زیادہ مشترک صورتیں قائم کی جاسکتی ہیں اور اس لئے وہ مختلف حالات کے لئے زیادہ مناسب ہے۔ ہر طریقہ کو اسی قسم کے استدلال سے مناسب ثابت کیا جاسکتا ہے۔ اس معاملہ میں کوئی کامل نظام موجود نہیں ہے اور ہر نظام میں فائدے بھی ہیں اور نقصان بھی۔ دقت اس میں پیش نہیں آتی کہ کس طریقے کو اختیار کیا جائے بلکہ دقت اس میں پیش آتی ہے کہ کسی طریقے کو بہترین صورت میں کس طرح استعمال کیا جائے؟۔

نیپولین کو اس طریقہ پر اتنا بھروسا تھا کہ وہ اپنے افسروں کی قابلیت کو پیش نظر رکھکر اپنی فوجوں میں واقعات اور حالات کے لحاظ سے نہایت ہی مختلف ومتبائن عناصر سے کام لیا کرتا تھا۔

موجودہ زمانے کی فوجوں کے اسلوب جنگ کے لحاظ سے اس طریقے سے بہترین نتائج مرتب نہیں ہونگے۔ آرمی کورس کے فرائض متعلقہ میں تبدیلی واقع ہوچکی ہے

کیونکہ اب اس کی ایک صف آرا فرد (strategic unit) کی حیثیت باقی نہیں رہی ہے اور یورپ میں اس کو ایک فوج سے بدل دیا گیا ہے۔ اس موخرالذکر کی تنظیم میں تغیر و تبدل ہو سکتا ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ فرد ادنیٰ (inferior unit) کی تنظیم کو مستقل طور پر مشخص کر دیا جائے اور ایسا ہو جانے پر (گو اس کی اتنی اہمیت نہیں ہے جتنی کہ اس سے منسوب کی جاتی ہے) یہ ایک طبیعی امر ہو گا کہ انتہائی تدابیر اختیار کئے بغیر بہترین تنظیم حاصل کر لی جائے۔ تنظیم سہ گونہ کے طریقے میں خود کوئی خاص بات نہیں ہے لیکن فان ویر گولٹز کی اسکیم میں اس طریقے کی سب سے بڑی خرابی یہ تھی کہ یہ اپاہج تھا۔ ان تمام نتائج کو حاصل کرنے کے لئے جن کی اس سے توقع کیجاتی ہے اس امر کی لازمی طور پر ضرورت ہے کہ اس کے ساتھ تین معینہ ڈویژنوں میں، جن میں سے ہر ڈویژن میں تین رجمنٹیں ہوں، آرمی کورس کا سہ گونہ قیام بھی عمل میں لایا جائے۔ لیکن ترکی آرمی کورس کے قیام کی صورت ہی دنیا سے نرالی تھی۔ یہاں (۲) ڈویژنیں تھیں تو وہاں (۳) اور تیسری جگہ (۸) اگر ڈویژنوں کا قیام سہ گونہ ہو تو فوجی رقبے کے لحاظ سے سہ گونہ اور دو گونہ قیام کے مابین آرمی کورس میں تغیر و تبدل واقع ہو گا۔ یہ واقعہ ہے کہ ترکی فوج کا یہ نظام فن صف آرائی کی غلط تعبیرات پر مبنی تھا جیسا کہ سنہ ۱۹۱۲ء کی لڑائی سے ثابت ہو جاتا ہے۔

لیکن فان ویر گولٹز کی اسکیم نے ایک اور مسئلہ پیدا کر دیا، جو ترکی کی فوجی حالت کے لئے بہت زیادہ اہم تھا۔ اس اسکیم کی بنا پر ردیف یعنی محفوظ فوج بالکل توڑ دیگئی، جس کے متعلق میں اوپر بیان کر چکا ہوں کہ اس کا اسٹاف علیحدہ تھا اور اس کی تنظیم جداگانہ تھی۔ فوری نتائج کے منجملہ اسٹاف کی تخفیف بھی ایک نتیجہ تھی، جس کا اثر مستقل معروف فوج کی بہ نسبت ردیف میں بہت زیادہ محسوس کیا گیا تھا۔ فوج کی آراستگی کے وقت محفوظ فوج کے لئے اسٹاف کا فراہم کرنا ناممکن تھا۔ ترکی فوج میں اتنے تجربہ کار افسر نہیں تھے کہ ان کو تخفیف کر دیا جاتا بلکہ ضرورت اس بات کی تھی کہ ان کی تعداد میں اور بھی اضافہ کیا جاتا[1]۔

سنہ ۱۲-۱۹۱۳ء کی تباہ کن جنگ کے بعد ترکوں نے اپنی فوج کی ازسرنو ترتیب کی ضرورت

[1] سنہ ۱۹۱۰ء میں وزیر حربیہ نے پارلیمنٹ میں بیان کیا تھا کہ معروف ٹبالینوں میں صرف پانچ افسر ہیں۔

کو محسوس کیا۔

فیلڈ مارشل فان ڈیر گولٹز کی مداح سرائی اور اس امر کا اقبال کرتے ہوئے کہ انھیں یہ نہیں معلوم تھا کہ اس کی ہدایتوں سے کس طرح فائدہ اٹھایا جائے۔ انھوں نے نئے جرمن افسروں کا مطالبہ کیا۔ لیکن اس مرتبہ یہ تمام کارروائی ایک عظیم الشان پیمانہ پر کی گئی۔ ایک جرمن فوجی وفد کو گیارھویں کور کی بائیسویں ڈویژن کے کمانڈر لفٹننٹ جنرل لیمان فان ساندرز کی زیر سرکردگی ترکی فوج کی تنظیم جدید کا حکم دیا گیا۔ اس وفد میں (۶۰) سے (۸۰) تک تمام گریڈس اور آرمس سے افسر منتخب کرکے شریک کئے گئے تھے۔ اور اس کا مستقر کا سل تھا۔ لیکن یہ افسر صرف تعلیم ہی کے لئے نہیں آئے تھے بلکہ وہ رینک رکھنے والے افسر تھے اور فوجوں کی لڑائی میں کمان کرتے تھے۔ جنرل لیمان فان ساندرز فرسٹ آرمی کور (قسطنطینیہ) کی کمان کرنے والا تھا۔ اس آرمی کور کے جنرل اسٹاف، ہر ڈویژن اور بریگیڈ اور اسی طرح ہر ڈویژن میں ہر رجمنٹ پر ایک جرمن افسر مقرر کیا جانے والا تھا۔ مختلف اسلحہ، قلعوں اور تفنگ بازی اور فوجی تعلیم سے متعلقہ مدارس کا مستقل معائنہ جرمن افسروں کو عطا کیا جانے والا تھا۔ اس کے علاوہ یہ بھی طے پایا تھا کہ وزیر حربیہ جو جنرل اسٹاف کی سرداری کے علاوہ، جنرل اسٹاف کے فرسٹ سب چیف کے فرائض بھی انجام دیگا، جرمن افسر ہوگا۔ یہ در اصل قسطنطینیہ پر جرمنی کی فوجی گرفت ہے اور ترکی کے دار السلطنت میں اس لحاظ سے ایک جرمن حلقۂ اثر قائم ہو چکا ہے۔

جیسا کہ ۱۹۰۹ء کے بعد روسی اور فرانسیسی جرائد میں اکثر بیان کیا جا چکا ہے:

قسطنطینیہ کا گیریزن ترکی کے داخلی سیاسیات میں ایک عنصر غالب بنا رہا ہے۔ یہی حکومتوں کی فنا اور بقا کا ذمہ دار رہا ہے۔ جرمن چیفس آف اسٹاف اور ایک جرمن جنرل کے ماتحت اس کی سیاسی غیر جنبہ داری کا یہ اثر ہوگا کہ انجمن ترقی و اتحاد اپنی طاقت کو مجتمع کرلے گی اور جرمنی کو اس امر کا موقع مل جائیگا کہ وہ جب چاہے گی اس اجتماع کا صلہ حاصل کرلیگی۔

روسی جرائد جرمن فوجی وفد پر نہایت شدید حملے کر رہے ہیں۔ چنانچہ روزنوفوجی فرمجہ" (Novoja Vremja) لکھتا ہے کہ:۔ "وہ اقتدار اعلیٰ بظاہر سلطان کو حاصل ہے مگر در اصل ملک کی قسمتوں کی مالک فوج ہے بلکہ صاف بات یہ ہے کہ یہ عساکر قسطنطینیہ کا کمانڈر ہے"

جو ملک کی قسمت کا مالک ہے۔
سردارِ اعلیٰ جرمن ہوگا۔ اس کے ماتحت افسر یا تو جرمن ہونگے یا وہ ترک، جنھوں نے جرمنی میں تعلیم پائی ہے۔ قسطنطنیہ کا پورا گیریژن ایک جرمن آرمی کور بن جائیگا۔ کیونکہ اگر سپاہی فوج کا جسم ہے تو افسر اس کی روح ہے۔ اس لحاظ سے اصلی بادشاہ ایک جرمن لفٹننٹ جنرل ہوگا"۔

اس واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہ ۱۸۷۸ء میں جب روسی فوج قسطنطنیہ کے دروازوں پر پہنچ گئی تو انگلستان نے روس کو یہ دھمکی دی تھی کہ اگر اس نے شہر پر قبضہ کر لیا تو اس کو انگلستان سے جنگ کرنی پڑے گی، یہی مضمون نگار رقمطراز ہے کہ:۔
"آج قسطنطنیہ پر روسیوں کا قبضہ نہیں ہو رہا ہے بلکہ اس پر امپرر ولیم کی رعایا قبضہ کر رہی ہے اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ انگلستان، جو اب ہمارا دوست ہو گیا ہے، بظاہر اس امر پر کوئی توجہ نہیں کرتا کہ یہ برلن کے برانڈن برگ گیٹ (Brandenburg Gate) کا ایک ڈٹاچمنٹ ہے، جو قسطنطنیہ میں بابِ عالی کی حفاظت کر رہا ہے"۔
ایک دوسرے مضمون میں اسی اخبار نے تحریر کیا ہے کہ:۔ "یورپین ڈپلومیسی حکمت عملی کے اس شدید انقلاب کو بے پروائی سے دیکھ رہی ہے، جو خاموشی کے ساتھ ترتیب دیا گیا ہے اور جس کی بغیر کسی شور و شغب کے تکمیل کی جا رہی ہے۔ کفالا اور البانی سرحدوں کے متعلق مناقشے مباحثے اور پیچیدگیوں کے خطرے پیش آچکے ہیں۔
نوی بازار کی سنجک کے ایسے ہی اہم مسئلہ پر تقریباً جنگ واقع ہو چکی ہے باایں ہمہ اب جبکہ یورپ کا ایک ایسے واقعے سے مقابلہ ہے، جس کے نتائج لامحدود ہیں وہ اس پر کوئی توجہ نہیں کرتی۔ یورپین ڈپلومیسی اس راز سے ناواقفیت کا بہانہ کر رہی ہے کہ ایک خودمختار اور آزاد ملک کا دار السلطنت، قسطنطنیہ ایک حیثیت سے پوٹس ڈم (Potsdam) کا سیاسی نواح بن رہا ہے۔ ترکی رجمنٹوں پر جرمن افسروں کی کمان سے وہی صورتِ حال پیدا ہو جائے گی، جو ہندوستان کی ہے۔ جہاں مقامی رجمنٹیں انگریزی افسروں کی کمان میں ہیں۔ ترکی ایک باقاعدہ جرمن نوآبادی کی حیثیت اختیار کرلے گی اور ترکی فوج جرمن فوج کی ایک آگزیلری کور (امدادی فوج) بنجائیگی۔
۱۳ دسمبر ۱۹۱۳ء کو شام کے ساڑھے پانچ بجے روس، انگلستان اور فرانس

کے تینوں سفیروں نے علٰحدہ علٰحدہ طور پر حسب ذیل الفاظ میں، جو ہو بہو ایک دوسرے سے مطابق تھے، وزیر اعظم سے ایک ہی قسم کے سوال کئے، جو مندرجۂ ذیل تین امور سے متعلق تھے:۔

(۱) کیا در دانیال کے قلعوں اور افواج کا کمانڈر فرسٹ آرمی کور کی کمان، جو جنرل لیمان فان سانڈرز کو دی گئی ہے، اپنے ہاتھ میں لے گا؟

(۲) چونکہ قسطنطنیہ میں مارشل لا نافذ ہے اور استثنائی قوانین اور فوجی اقتدار کا نفاذ وار السلطنت میں فرسٹ آرمی کور کے کمانڈر سے متعلق ہے تو کیا ایسی صورت میں کہ مذکورۂ بالا کمان جرمن جنرل کو دے دی جائے۔ یہی صورت حال باقی رہیگی؟

(۳) کیا ان اقتدارات سے، جو جرمنی کے فوجی وفد کو عطا کئے گئے ہیں، عثمانی خود مختاری پر کوئی اثر پڑیگا؟

اگر ان تینوں سفیروں کا اس نوٹ سے یہ مقصد تھا کہ تمام باتوں کا انسداد ہو جائے تو یہ ذرا بعد از وقت تھا اس لئے کہ جنرل لیمان فان سانڈرز اس وقت تک دس افسروں کے ساتھ قسطنطنیہ کو روانہ بھی ہو چکا تھا۔ وہ ۱۴ دسمبر کو صبح کے دس بجے قسطنطنیہ پہنچ گیا۔

سعید پاشا حلیم نے اپنے ہر سہ مستفسرین میں سے ہر ایک کو علٰحدہ علٰحدہ طور پر یہ جواب دیدیا کہ چونکہ اس کے اس فعل سے سلطنت کی خود مختاری پر اثر پڑنے کا اندیشہ ہے اس لئے وہ ان کو سرکاری طور پر جواب نہیں دے سکتا۔ سعید پاشا حلیم ان لوگوں کو دو دن تک یعنی باب عالی میں جرمن افسروں کا سرکاری طور پر استقبال ہونے تک برابر ٹالتا رہا۔ تیسرے سوال سے کیونکہ سلطنت کی خود مختاری پر اثر پڑتا تھا اس لئے اس پر لحاظ بھی نہیں کیا گیا۔ ۱۵ ارکو ڈپلومیٹک کور کے استقبال کے وقت وزیر اعظم نے تینوں اتحادین کے سفیروں کو علٰحدہ علٰحدہ طور پر زبانی جواب دیدیا جس کا ترکی جرائد کے بیانات کے مطابق منشاء حسب ذیل تھا:۔

(۱) در دانیال اور آبنائے باسفورس کے قلعوں اور فوجوں کی کمانڈ کا فرسٹ آرمی کور کی کمان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

(۲) مارشل لا کا اطلاق اور فوجی اقتدارات کا نفاذ، جس کو فرسٹ آرمی کور

کی کمان سے علیحدہ کر دیا گیا ہے، وزارت حربیہ سے متعلق ہے۔

ترکی جرائد جیسی کہ توقع کی جا سکتی تھی اتحاد ثلاثہ کے خلاف آگ اُگل رہے تھے۔ "تصویر افکار"، خاص طور پر روس کے خلاف نشر و اشاعت کر رہا تھا، جو اس کے بیان کے مطابق "اپنے کو وقتاً فوقتاً عیسائیت کا علمبردار بناتا رہتا تھا اور ایک گندہ ذہن تعصب کا جھنڈا ہاتھ میں لیکر اس نے ترکی کو نقصان پہنچانے کا کبھی کوئی موقع نہیں کھویا تھا۔ اور ان تمام باتوں سے سوائے اس کے اُس کا اور کوئی مقصد نہیں تھا کہ ترکوں اور مسلمانوں کو پامال کر دیا جائے۔ ترکوں نے جس دن سے یورپ میں قدم رکھا ہے، عیسائی تعصب ان کا حریف مقابل ہے اور یہی وہ جذبہ ہے جس نے اتحاد ثلاثہ کی رگوں میں اب، جبکہ وہ جرمنی کے فوجی وفد کے خلاف احتجاج کر رہے ہیں، خون دوڑا دیا ہے"۔

"ہمارے لئے یہ بالکل سادہ سوال ہے۔ روس، جس نے سب سے پہلے اصلاحات کا مطالبہ کیا ہے، عیسائی طاقتوں کا صدر رہے، جو سلطنت عثمانیہ کی نشاۃ ثانیہ اور خوش حالی کو دیکھ نہیں سکتیں۔ ادھر تو روس اصلاحات کا مطالبہ کرتا ہے اور ادھر خود ہی ان کے نفاذ کو باز رکھنے کی کوشش کرتا ہے اور پھر اپنے لگاتار اعتراضات سے ہمیں لرزہ براندام کر دیتا ہے۔ ہم جرمنی کے ایک فوجی وفد کے ذریعے سے اپنی فوج کی تنظیم جدید کرنا چاہتے ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ اس کے متعلق ہمیں روس کے سامنے جوابدہی کرنی چاہئے؟ کیا ہم آزاد نہیں ہیں؟ صاف ظاہر ہے کہ روس ہماری تباہی کا خواہاں ہے۔ اب رہا یورپ تو کیا اپنی عیسائیت کے لحاظ سے وہ اس روسی پالیسی کی تائید میں، جو ترکی اور اسلام کی مخالف ہے، ایک نہایت ہی احمقانہ اور کمینہ فعل کا ارتکاب نہیں کر رہا ہے؟ ان اصلاحات اور ترقیوں کے متعلق، جو دولت علیہ اپنے ملک میں بحیثیت ایک اسلامی سلطنت کے اپنے عروج خود مختاری میں نافذ کرنا چاہتی ہے، ترکی کسی کی جوابدار نہیں ہے ..... دولت علیہ اس موقع پر فوراً یہ اعلان کرتی ہے کہ وہ یورپ کی طرف سے کسی قسم کی مداخلت یا مزاحمت کے ان تدابیر میں حائل ہونے کو جائز نہیں رکھے گی جو وہ نہ صرف فوج میں بلکہ اپنے نظم و نسق کی ہر شاخ میں نفاذ اصلاحات کے متعلق اختیار کرنا چاہتی ہے۔

اگر یورپ اپنی عیسوی تعصب کی بنا پر سلطنت عثمانیہ کی آزادی اور خود مختاری

کو دیکھ نہیں سکتی تو پھر ہمیں آزادی کے لئے اسوقت تک لڑنا پڑیگا جب تک ہم میں جان باقی ہے۔ اگر یورپ کا یہ مقصد نہیں ہے تو پھر وہ ہمیں مجروح کرنا چھوڑ دے اور اپنی ان کمینہ اور ذلیل افعال سے باز رہے۔"

طنین نے فرانسیسی جرائد کا مضحکہ اڑایا، جو جنرل لیمان فان سانڈرز کے ورود کو اس بات کی علامت سمجھتے تھے کہ روسی بیڑہ کے لئے آبنائیں بند ہوگئیں ہیں۔ اس امر پر زور دیتے ہونگے کہ جنرل سانڈرز کا ترکی میں آجانے کی وجہ سے جرمنی کی فوج سے کوئی تعلق نہیں رہا ہے اور سرعسکرات سے اس کے راست تعلقات پیدا ہوگئے ہیں، اس اتحادی اخبار نے یہ سوال پیش کیا کہ اگر ترکی اتحاد ثلاثہ میں شریک ہوگئی تو ایسی صورت میں اتحاد ثلاثہ کیا کرے گا۔ ساتھ ہی اس لئے یہ بھی تحریر کیا کہ :- دول، جو اس وجہ سے خوف زدہ ہیں کہ ایک جرمن جنرل فرسٹ آرمی کور کا کمانڈر ہے، اس امر کو محسوس نہیں کرتے کہ اگر ترکی چاہے تو جرمنی کے ساتھ ایک جنگی معاہدہ کرسکتی ہے اور اس طرح نہ صرف ایک فوج بلکہ کئی فوجوں اور کئی قلعوں کو اپنی مرضی کا تابع بناسکتی ہے۔ اگر ہم باسفورس کے قلعے کا جرمنی کو مختار بنے تو اس صورت میں البتہ روس کو مخالفت کا حق حاصل ہوسکتا تھا۔ لیکن اس قسم کا کوئی واقعہ صورت پذیر نہیں ہوا ہے۔ ترکی روس کے مفادات کے لئے اب تک آبناؤں کے محافظ کی حیثیت سے عمل پیرا رہی ہے اور وہ سابق کی طرح اب بھی اپنے فرائض کو انجام دیتی رہے گی۔"

اگر مذکورۂ بالا اخبار "تصویر افکار"، پر اعتماد کیا جائے تو کابینہ کے ایک رکن نے اس اخبار سے یہ بیان کیا تھا کہ :-

"جرمنی کے فوجی وفد کے مسئلے کے متعلق جو ایک المیہ بھی ہے اور فرحیہ بھی حکومت کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ وہ طے شدہ ہے۔ تمھارا یہ خیال ہے، روس بظاہر اس معاملے میں اصرار کرنا چاہتا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس کا ایسا کرنا کچھ اہمیت رکھتا ہے اور نہ میرا یہ خیال ہے کہ انگلستان اور فرانس روس کی تائید کرینگے۔ اس واقعے کو فراموش نہیں کردینا چاہیے کہ اس قسم کے دباؤ سے جرمنی کی شان اور خودداری کو صدمہ پہنچتا ہے۔"

لیکن جنوری ۱۹۱۴ء میں انفنٹری جنرل، لیمان وان سانڈرز کو قیصر نے

کیویلری جنرل بنادیا، جس کی بناپر جرمنی میں اس کا ایک درجہ بڑھ گیا۔ اسی کے ساتھ ساتھ ترکی میں اس اصول کے لحاظ سے جو خارجی افسر ترکی کی ملازمت میں ہوگا، اسکو ایسا مرتبہ (rank) عطا کیا جائیگا، جو اس مرتبے سے ایک درجہ بڑھا ہوگا، جو اسکو اپنے ملک میں حاصل ہے، جنرل سانڈرز کو مارشل کے مرتبے پر ترقی دیدی گئی۔ چونکہ اسوقت تک فرسٹ آرمی کور کی کمان فوجی وفد کے جرمن سردار کے رتبے سے گھٹی ہوئی تھی اسلئے اعلیٰ اقتدارات اس کو عطا کرنے کی ضرورت ہوئی۔ گویا صرف یہ کسر باقی رہ گئی کہ اس کو عساکر عثمانیہ کے انسپکٹر جنرل کے نام سے موسوم نہیں کیا گیا۔ مارشل فان سانڈرز اب صرف فرسٹ آرمی کور ہی کی کمان نہیں کریگا بلکہ وہ سلطنت عثمانیہ کے تیرہ کی تیرہ کورس کا کمانڈر ہوگا۔ انسپکٹر جنرل کا عہدہ بالکل جدید ہے لیکن اب تک صرف ایک آرمی کور کے جیسا کہ عبدالحمید کے زمانے میں ہوا تھا یا متعدد آرمی کورس کے جیسا کہ موجودہ حکومت میں ہوتا ہے انسپکٹر جنرل مقرر کئے جاتے تھے اور ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کہ تمام فوج کا ایک ہی انسپکٹر مقرر کردیا گیا ہو۔ خود محمود شوکت پاشا صرف روائلی کے آرمی کورس کا انسپکٹر جنرل تھا۔

سنہ ۱۹۱۱ء میں ترکی کی مصروف فوج چودہ آرمی کورس پر مشتمل تھی۔ اس طرح گویا (۳۸) ڈویژنیں (۵) خود مختار ڈویژنوں کے علاوہ قائم ہوئی تھیں۔ اب ایک اور تقسیم جدید عمل میں لائی گئی ہے جس کی بناپر آرمی کورس کی تعداد (۱۳) مع (۴۳) ڈویژنوں اور (۲) خود مختار ڈویژنوں کے ہوگئی ہے۔ تین آرمی کورس۔ یورپ میں ہیں، پہلی (جس کا مستقر قسطنطینیہ ہے)؛ دوسری (ادرنہ)؛ تیسری (روڈاسٹو)۔ دو آرمی کورس مغربی اناطولی میں ہیں، جن میں اب تک سمرنا کی مستحفظ فوج کے علاوہ اور کوئی مصروف فوج شامل نہیں ہوئی ہے:۔ چوتھی (سمرنا)؛ پانچویں (انقرہ)۔ دو آرمی کورس یعنی نویں (ارض روم) اور گیارھویں (فان) صرف دو ڈویژنوں کی حیثیت سے قائم کی گئی تھیں اور پھر ان میں ایک اور ڈویژن کا اضافہ کردیا گیا تھا۔ شام کی دو آرمی کورس (یعنی آٹھویں دمشق میں اور چھٹی حلب میں) قدیم آٹھویں آرمی کور کو توڑ کر قائم کی گئی تھیں۔ یمن میں چودھویں کور ساتویں کور بن گئی اور قدیم چودھویں کور سے اسیر کی ڈویژن کو علٰحدہ کرکے خود مختار بنادیا گیا۔ اسی نئے انتظام سے مصروف فوج میں اسقدر

کم تخفیف ہوئی ہے جتنی کم کہ ہوسکتی تھی اور اناطولی کی مدافعت زیادہ محفوظ ہوگئی ہے۔ فوجی انسپکٹروں کی تعداد (۴) ہے۔ رکروٹنگ سروس کے افسر ہر آرمی کور (بریگیڈیر جنرل یا کرنل) اور ہر ڈویژن کے لئے (کرنل یا لفٹنٹ کرنل) نامزد کئے جاتے ہیں۔ ان موخرالذکر کو ردیف کے قدیم ڈویژنل کمانڈروں کی جگہ دی جاتی ہے۔

غیر مسلموں کی فوجی خدمت

ابتدائً سلاطین کی حکمت عملی، جو مغلوب عیسائی آبادیوں یا کم سے کم ان لوگوں کی اطاعت کے اصول پر مبنی تھی، جنھوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا، یہ تھی کہ وہ غیور ہتھیار نہیں باندھ سکیں گے۔ عیسائیوں کو فوج ہی سے خارج نہیں کردیا گیا تھا بلکہ اگر وہ ہتھیار حاصل کرلیتے تھے تو ان کو سخت سزائیں بھی دی جاتی تھیں۔ یہ عمل مغلوب جماعتوں کی بغاوتوں کے مقابلے میں ایک حفظ ماتقدم کی حیثیت رکھتا تھا۔ اسی طرح ایک دوسری صورت بھی حفظ ماتقدم کے طور پر اختیار کی جاتی تھی اور وہ یہ تھی کہ ہر سال عیسائی بچوں کی ایک تعداد کو اسلامی تعلیم دیکر ینی چری کے لئے تیار کیا جاتا تھا۔ یہ طریقہ، جس کی صداقت کو میں اس کتاب کے ابتدائی ابواب میں ثابت کرچکا ہوں، کچھ عرصے تک ہی جاری رہا اور جب تک یہ جاری رہا اس سے عام عیسائیوں پر کوئی اثر نہیں پڑا فوجی خدمت کے لئے جو امتناعی شرطیں عاید کی گئی تھیں خود انھیں نے بعض موقعوں پر حالات سے مجبور ہوکر استثنائی صورتیں پیدا کردیں۔

چنانچہ جنگی بیڑے کے تمام ملاح وغیرہ زیادہ تر یونانی تھے، جس کی وجہ یہ تھی کہ بحر اسود پر لزستان اور باربری ریاستوں کے علاوہ سلطنت کے تمام جزائر اور سواحل کی آبادیاں یونانی الاصل تھیں۔ خودمختاری کے لئے یونان کی لڑائی کے بعد یہ صورت پیش آئی تھی کہ عیسائیوں کو بحری خدمات سے ممنوع قرار دیدیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ کپودان پاشا نے حفظ ماتقدم کے طور پر ان یونانی ملاحوں کو ہلاک کردیا تھا، جو اس کے جہاز پر ملازم تھے۔

فوج میں بھی بعض عیسائی کن ٹن جنٹ تھے۔ ابتداً البانیہ کی کیتھولک قوموں کو جنھوں نے اپنی خودمختاری کو کسی حد تک برقرار رکھا تھا، کچھ فوجیں دینی پڑتی تھیں، جو اپنے قومی سرداروں کے ماتحت صلیبی جھنڈوں کے نیچے لڑتی تھیں۔ اس کے بعد عیسائی اکثر قائم شدہ کورسس میں شریک ہوکر فوجی خدمتیں انجام دینے لگے۔

سترھویں اور اٹھارویں صدی میں، جبکہ استنبول کی مرکزی طاقت کے خلاف صوبہ دار ہر طرف بغاوتیں کر رہے تھے جب ترکی کا طریق جاگیرداری اپنے عروج پر تھا، اور جب لوٹ مار کرنے والے گروہ قرون وسطیٰ کے لٹیروں کی طرح تیراسس، بلغاریہ، اور مقدونیہ کو تباہ کر رہے تھے اس وقت تمام باغی پاشاؤں اور سرداروں نے خاص طور پر ایسی فوجیں قائم کی تھیں، جو ان پر فدا ہو جانے کو تیار تھیں۔ ان فوجوں میں عیسائی عنصر کو خاص طور پر اس لئے شامل کیا گیا تھا کہ ان کی نسبت یہ خیال تھا کہ وہ زیادہ وفادار ثابت ہونگی کیونکہ ان کو یہ خدشہ لگا ہوگا کہ اگر حکومت کو فتح ہوگئی تو بہ حیثیت باغی اور عیسائی ان سے انتقام لیا جائے گا۔ قزاقوں کی جماعتوں میں، جو ملک کو غارت کرتی پھرتی تھیں، اگر زیادہ نہیں تو اتنے ہی عیسائی ضرور تھے جتنے کہ خود مسلمان تھے۔ بعض جرگوں میں صرف عیسائی تھے، بعض میں صرف مسلمان اور بعض میں کچھ عیسائی اور کچھ مسلمان اور ان سب جرگوں نے لوٹ مار کے لئے ایک اتحادِ ثلاثہ قائم کرلیا تھا۔ آج کل قزاقوں کے سرداران گروہ ہیں مسلمانوں اور عیسائیوں میں برادری قائم ہوچکی ہے۔

جب قیر وکی نے رومائلی کو ان قزاقوں سے نجات دلائی جو قرسدالی (krysdis) کے نام سے موسوم کئے جاتے تھے تو اس نے ان ہزیمت خوردہ جماعتوں کے ایک حصے کو، جس میں عیسائیوں کو خاص طور پر ترجیح دی گئی تھی، اپنی ملازمت میں لے لیا۔ یہی وجہ تھی جو ہسم جو سرداروں میں کا ایک البانی عیسائی، غیکہ اپنی خدمات کے صلے ہیں ولیاشیہ کا ہوسپودار (Hospodar) بن گیا اور اس نام کے شاہی خاندان کا بانی ہوا۔ ارماتولی اور قلفطی کے جرگے عموماً کسی نہ کسی بادشاہ کے ملازم ہوا کرتے تھے۔ علی طبلین کے پاس ینینہ میں اتنے ہی عیسائی سرداران فوج تھے جتنے کہ مسلمان۔

خودمختاری کے لئے یونان کی جنگ کے بعد ہی یہ صورت پیش آئی کہ فوجی خدمت

عیسائیوں کے لئے قطعی طور پر ممنوع قرار دی گئی اور اس کو سلطنت عثمانیہ کے اساسی اصول میں شریک کر دیا گیا۔ حکومت دستوری نے تمام عثمانی رعایا کے مساوی حقوق اور فرائض کے لحاظ سے غیر مسلموں کے لئے لازمی خدمات کا اندراج اپنے ضوابط میں کر لیا ہے۔ اس اصلاح کا بظاہر نہایت ہی کشادہ پیشانی کے ساتھ مسلمانوں اور عیسائیوں دونوں نے خیر مقدم کیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ دونوں میں سے کوئی بھی یہ نہیں چاہتا تھا کہ اس قسم کی صورت حال پیش آئے۔ پہلی نظر میں رپورٹ پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے زیادہ واجبی اور منطقی کوئی دوسری چیز نہیں ہو سکتی لیکن جب ترکی کی معاشرتی، سیاسی، اور مذہبی تنظیم پر غور کیا جائے تو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اس اصول سے، جس نے گو سلطنت کی فوجی طاقت میں معتد بہ اضافہ کر دیا ہے مگر جس میں اس کو تباہ کر دینے کی بھی صلاحیت ہے، کس قدر پیچیدہ مسئلے پیدا ہو گئے ہیں۔

اب تک جس نے ترکوں کو اپنی تسلط کے قائم رکھنے کا موقع دیا ہے وہ ان کی جنگی فوقیت ہے، جس کے سامنے عیسائیوں کی تمام بغاوتیں اس وقت تک ہیچ ہیں جب تک کہ باغیوں کو خارجی امداد نہ ملے لیکن جب عیسائی فوج میں داخل ہو گئے اور ان کو فوجی تعلیم دی گئی تو ایسی صورت میں کہ ان کا اسٹاف، ڈپو، ذخائر اسلحہ و گولہ بارود سب علیحدہ ہوں اور ان کا ایک مستقل یونٹ بنا دیا جائے (کیونکہ محفوظ فوج کا اپنا ایک جداگانہ خود مختارانہ انتظام سب سے الگ تھلگ ہے) کیا ان سے سلطنت کے لئے خطرہ پیدا نہیں ہو جائیگا؟ بغاوت کی صورت میں کیا یہ تمام عیسائی سپاہی اپنی ایک علیحدہ باغی فوج قائم نہیں کریں گے؟ یہی ہیں وہ خیالات جو اکثر ترکوں کے دلوں میں تھے اور جنرل ہیڈ کوارٹرز میں اس سرکاری حکم کے باوجود پھیلے ہوئے تھے کہ غیر مسلموں کی فوجی خدمات کا ترکی کی حکومت جدید کی آزادی کی ایک عظیم الشان فتح کی حیثیت سے جشن منایا جائے۔

عیسائیوں کی طرف سے بطارقہ نے فوجی خدمات میں شریک ہو جانے کے بعد اپنے پیرودں کی مذہبی آزادی کے متعلق سوال اٹھایا۔ ینی چری کو یاد کر کرکے یہ لوگ خوفزدہ ہو رہے تھے بطارقہ نے ضمانتوں کا مطالبہ کیا، جو حکومت اس لئے نہیں دے سکتی

تھی کہ اس سے اس کے اقتدار میں کمی آجاتی۔ لبطارقہ نے، جو فنار کی پیروی کر رہے تھے، یہ دریافت کرنے کی تکلیف گوارا نہیں کی کہ آیا عیسائیوں کو مسلمانوں کے مساوی مراتب حاصل ہونگے یا وہ فوجی زندگی میں بھی ویسے ہی رعایا بنے رہینگے جیسے کہ سول زندگی میں ہیں۔ یہ لوگ صرف اس امر کے متعلق اپنا اطمینان کر لینا چاہتے تھے کہ ان کے پیرووں میں کوئی ایسا مذہبی پروپاغندا شروع نہیں کیا جائیگا جو نہ صرف اسلام سے بلکہ ایک عقیدے سے دوسرے عقیدے میں منتقل ہو جانے سے بھی متعلق ہو۔ ایکومینیکل پیٹریارک نے فوجی چیپلینس، بارکوں میں گرجاؤں کی تعمیر، سپاہیوں کا آرتھوڈاکس اصول کی پابندی کرنا، اور اسی قسم کی دوسری باتوں کے لئے، جو مطالبات کئے تھے، ان کا اعادہ بیکار ہے۔ فنار کی طرف سے ایک مطالبہ ایسا کیا گیا تھا، جس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ یعنی یہ کہ علیحدہ علیحدہ کمپنیوں کی صورت میں عیسائیوں کی ایک رجمنٹ قائم کر دی جائے۔ حکومت نے اس معاملے پر غور کرنے سے انکار کر دیا اور اس کا ایسا کرنا بالکل جائز تھا۔ عثمانی فوج میں ایک غیر مسلم کور کے وجود کو، جس میں قومیت کے لحاظ سے بھرتی کی جاتی ہو، جائز رکھنے کے یہ معنی ہیں کہ بلغاری، یونانی اور ارمنی فوجوں کا ایک قلب تیار کر دیا جائے، جو ترکی کی خود مختاری اور آزادی کو سلب کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہے گی۔ پھر یہ بھی صورت تھی کہ اگر عیسائی کور قائم کر دی جاتی تو عربوں اور کردوں کی طرف سے اسی قسم کے برتاؤ کا مطالبہ کیا جاتا۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ فوجی بغاوت برپا ہو جاتی اور ترکی کے خاتمے میں کچھ زیادہ عرصہ نہیں لگتا۔

فنار کو، جو فوجی باتوں سے ناواقف محض تھا، اس سوال کے جواب میں شدید جمعیت اٹھانی پڑتی کہ آیا عیسائی سپاہیوں کی کمپنیاں بنانی چاہئیں یا علیحدہ بٹالین۔ نان کمیشنڈ اور کمیشنڈ افسر کہاں سے بلائے جاتے کیونکہ غیر مسلموں کو کبھی فوجی تعلیم نہیں دی گئی تھی؟۔ عیسائی کمپنیوں کے اسٹاف میں یقیناً مسلمان ہوتے اور سپہر جیند فیکم مسلمان سپاہیوں کو کمپنیوں میں کالموں کے لیڈر کی حیثیت سے ضرور داخل کرنا پڑتا۔

سوال یہ ہے کہ علیحدہ کمپنیوں کے بہ نسبت کیا مسلمانوں اور عیسائیوں کی مشترکہ کمپنیاں لڑائی میں زیادہ اچھا کام کر سکتی تھیں یا نہیں؟ کیونکہ قانون شریعت اور

مسلمانوں کی ذہانت کے مطابق غیر مسلم لوگ صرف سپاہی یا زیادہ سے زیادہ کم درجے کے افسر بنے رہنے کیلئے وقف ہیں۔ کوئی مسلمان کسی اغیار (Ghiauor) کی ماتحتی کو قبول نہیں کرسکتا۔ ترکی فوجوں کی ہائی کمانڈ پر مختلف قومیتوں کے خارجی افراد مقرر ہوتے رہے تھے لیکن انھوں نے کسی لڑائی میں کمان نہیں کی تھی۔[1] اگر ترک یورپ کی بڑی بڑی فوجوں کے عیسائی افسروں کے احکام کی تعمیل کرنے سے انکار کرسکتے تھے تو یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ ان لوگوں کی اطاعت کریں، جن کو وہ کل تک اپنا غلام سمجھتے تھے؟ کوئی کرد کسی آرمنی کارپورل یا افسر کا حکم کبھی نہیں مانیگا اور کوئی مسلمان کبھی کسی یہودی کے احکام کی تعمیل نہیں کریگا۔ یہی حالت بلغاریوں اور یونانیوں کی ایک دوسرے کے مقابلے میں ہے۔

اس کے علاوہ مالی مسئلہ بھی ہے جس کا غیر مسلموں کی فوجی خدمت کے نظریے سے بہت کچھ تعلق ہے۔ فوج میں یہ مشتبہ اضافہ کیا اس قابل ہوگا کہ اس کی وجہ سے ترکی۔ سولہ لاکھ ترکی پاؤنڈ سالانہ کا نقصان برداشت کرلے، جو عیسائیوں اور یہودیوں کے اس ٹیکس کے مسدود کردینے کی بنا پر عائد ہوگا، جو فوجی خدمت کے معاوضے میں ان سے وصول کیا جاتا تھا۔ وزیر مالیہ نے اس تجویز کے پیش ہونے پر بہت کچھ شور غل مچایا اور اس کمی کا اظہار کیا جو اس ٹیکس کے مسدود ہوجانے پر موازنہ کو برداشت کرنی پڑے گی۔ بعض لوگوں نے یہ تجویز پیش کی کہ عیسائی ٹیکس بھی ادا کرتے رہیں اور فوجی خدمت بھی انجام دیں۔ اس کی یہ صورت تھی کہ جن لوگوں سے فوجی خدمت لیجائے ان کو تو ٹیکس سے مستثنیٰ کردیا جائے اور باقی تمام لوگوں سے ٹیکس وصول کیا جاتا رہے۔ اس تجویز کو پارلیمنٹ نے منظور نہیں کیا۔

آرمینوں کے علاوہ، جو یہ سمجھتے تھے کہ اس طریقے سے ان کو ہتھیار بھی ملجائیں گے اور ان کی انجمنوں کی آئندہ مصروفیتوں کے لئے ان کے افراد کی ٹریننگ

[1] میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ ۱۵ دسمبر ۱۹۱۳ء سے جنرل لیمان فان ساندرز عساکر عثمانیہ کا انسپکٹر جنرل مقرر کیا گیا تھا اور یہ کہ اس کے ساتھ جو جرمن افسر تھے انکو فوجی جائدادیں دی گئی تھیں مستقبل ظاہر کردیگا کہ ان دونوں میں کون زیادہ طاقتور تھا آیا ترکی سکون یا جرمن استقلال؟

بھی ہو جائے گی، کوئی شخص غیر مسلموں کی فوجی خدمت کا طالب نہیں تھا۔ جو لوگ، چاہے وہ مسلمان ہوں یا عیسائی، چلا چلا کر اس کی تائید کر رہے تھے وہی باطن میں اس کے سب سے زیادہ مخالف تھے۔

ترکوں نے، جو فوج میں قومیتوں اور فرقوں کی مواخات کے متعلق اپنے مسلسل جوشیلے اعلانات اور وعدوں سے اپنے کو پابند کر چکے تھے، اس معاملے میں نہایت عمدہ طرزِ عمل اختیار کیا لیکن انھوں نے چپکے چپکے اس امر کی کوشش کرنی شروع کر دی کہ فوجی خدمت کو لازمی قرار دید ینے سے جو عیسائی کنٹن جنٹ قائم ہوں اس کی تعداد نفری جہاں تک ممکن ہو کم رہے۔ سب سے پہلا جو اصول انھوں نے قائم کیا وہ یہ تھا کہ عیسائیوں کی تعداد ویسے چاہے کتنی ہی ہو مگر فوج میں ان کی تعداد کل فوج کے ایک خمس سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ یہ اصول عثمانی ہائی کمانڈ کا مقرر کیا ہوا تھا ساتھ ہی اس امر کے متعلق بھی خاص طور پر توجہ کی گئی تھی کہ عیسائیوں کے سامنے ایسی خدمتیں پیش کی جائیں، جو ان کو لڑنے والی رینکس سے علیحدہ رکھیں۔ پھر یہ اصول بھی مقرر کیا گیا تھا کہ عیسائی انفرادی طور پر پچاس ترکی پاؤنڈ ادا کر کے اپنے کو فوجی خدمات سے مستثنیٰ کرا سکتے تھے۔

تمام طبقوں میں، اگرچہ عام طور پر مالی حالت اچھی نہیں تھی، چند مستثنیات کے علاوہ عیسائیوں نے ان لوگوں کو آزادی دلانے کے لئے، جو فوجی خدمت کے لئے طلب کئے گئے تھے، اس اصول سے دل کھول کے فائدہ اٹھایا۔ دوسری مشکل یہ پیش آئی کہ عیسائیوں نے اپنی فوجی خدمت کی شرط یہ قرار دی کہ ان کو اپنے ملک یا کم سے کم ایک خاص حد سے باہر اپنی خدمات انجام دینے کے لئے نہ بھیجا جائے۔ اگر اس کا اطمینان نہیں دلایا گیا اور باقاعدہ اس کے متعلق معاہدہ نہیں ہوا تو وہ منحرف ہو جاتے تھے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ انھوں نے یمن بھیجے جانے سے قطعی انکار کر دیا۔

ایک ملاقات کے دوران میں جو ۱۴ اکتوبر ۱۹۰۹ء کو ایکونیمیکل ہیڈ پارک نے قسطنطنیہ کے ایک اخباری نمائندے سے کی تھی، جو خیم ثالث نے یہ بیان کیا کہ غیر مسلموں کی فوجی خدمت کے مسئلے کا تصفیہ ابھی بہت دور ہے۔ اس مسئلے پر آئندہ ایک عرصے تک عثمانی مدبروں کو اپنی فراست و کیاست کی مشق کرنے کا موقع ملتا رہے گا۔ علاوہ بریں

عیسائی حفظ ماتقدم سے کام لینے میں بالکل حق بجانب ہیں۔ وہ اکثر مسلم سپاہیوں اور نان کمیشنڈ افسروں کا نشانہ بنے رہے ہیں اور پھر ان کو مسلمان کر لینے کی کوششوں کا تو کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔

لڑائی میں ان لوگوں کو اگلی صف میں رکھا جاتا تھا اس لئے کہ ان پر اعتماد نہیں تھا۔ جنگ بلقان میں یہ لوگ بڑی بڑی تعدادوں میں فوج کو چھوڑ چھوڑ کر بھاگ گئے اور نتیجہ یہ ہوا کہ بیشمار عیسائی سپاہیوں کو گولی مار دی گئی۔ ترکوں نے علی الاعلان یہ بیان کیا کہ بولی برگاز کی قابل افسوس ہزیمت کی وجہ عیسائی سپاہی تھے، جنہوں نے عمداً فوجوں میں خوف پھیلا دیا تھا۔ ترکی اسٹاف کو عیسائی عنصر پر اس قدر کم اعتماد تھا کہ تمام غیر مسلم سپاہیوں کو محاذ مشتلجہ پر بھیجدیا گیا۔[1] استنبول سے امام اس غرض سے روانہ کئے گئے کہ وہ فوج میں جہاد کی تلقین کریں۔ عیسائی سپاہی فوج سے نکالدئے جانے والے تھے[2]۔

بحریہ۔ ترکی بحریّے کا انحطاط

موجودہ بیڑہ

(✿)

ترکی میں فرانس کی طرح بحریّے میں بھرتی کا طریقہ نہیں ہے۔ وزیر حربیہ، جس سے تنہا فوجی بھرتی کا تعلق ہے ہر سال وزیر بحریہ کے لئے بحریّے کی ضرورت کے لحاظ سے آدمی فراہم کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لز کے علاوہ، جو عمدہ ملاح ہوتے ہیں گر جنکی تعداد

[1] جنگ بلقان میں مصنف کے ہم مذہب سپاہیوں نے جو حرکت کی کیا اس کے بعد بھی کوئی حکومت یا فوجی اسٹاف ان پر اعتماد کر سکتا تھا؟ جب انکی حرکتوں سے خود ہی اعتراف ہے تو دل دکھا دکھا کر ان تمام باتوں کا کیوں تذکرہ کیا جاتا ہے اور ٹھنڈی سانسیں بھر بھر کے ترکوں کو کیوں جھوٹا بنانیکی کوشش کیجاتی ہے؟ (رعنا)

[2] عزت پاشا نے غیر مسلموں کی فوجی خدمت کو مسدود کردینے اور انکو فوج سے علیحدہ ہوجانے کے قابل بنانے کے لئے ایک اسکیم تیار کی تھی مگر نئے وزیر، انور پاشا نے اسکو پسند نہیں کیا۔

بہت کم ہے، دوسرے تمام ترکی بحری رنگروٹ سمندر سے بالکل ناواقف ہوتے ہیں ۱۹۰۹ء تک عیسائی بحری ملازمت سے بھی ویسے ہی محروم تھے جیسے کہ بری فوج کی ملازمت سے۔ علاوہ بریں خود مسلمانوں کا کوئی تجارتی سلسلہ اس لئے موجود نہیں تھا کہ تمام ساحلی تجارت یونانی رعایا کے ہاتھوں میں تھی۔ لہٰذا ظاہر ہے کہ ترکی کے پاس اصلی معنوں میں کوئی بحریہ نہیں ہوسکتا تھا۔ سکوم کالے کی مہم کے بعد سے، جو ہوبرٹ پاشا اور ہینتھورپ بے کی سرکردگی میں بھیجی گئی تھی بہ الفاظ دیگر ۱۸۷۱ء سے عثمانی جہاز کبھی ایک اسکواڈرن کی صورت میں متحد نہیں ہوئے تھے۔ ترکی مسلح جہاز سال کے ایک بڑے حصے میں گولڈن ہارن اور باسفورس میں لنگر انداز رہتے تھے۔ صرف ۱۹۰۹ء میں ایسا ہوا تھا کہ بیڑے نے بحیرۂ روم میں باقاعدہ طور پر مناورات سے کام لیا تھا۔

سترھویں صدی تک ترکی یورپ کی سب سے زبردست طاقت تھی لیکن اس کا زوال اس کے عروج سے بھی زیادہ سریع تھا۔ پندرھویں اور سولھویں صدی میں ترکوں کو وینس (بندوقیہ)، جنیوا، ہسپانیہ، روڈس اور مالٹا کے بیڑوں کا مقابلہ کرنا پڑتا تھا۔ فن جہاز رانی اور بحری مہارت کی اس وقت محض ابتدائی حالت تھی۔ ترک مراکش کے علاوہ بحیرۂ روم کے تمام افریقی سواحل، سواحل بحر اسود، جزیرہ نمائے الیریہ اور اور ایشائے کوچک کے مالک تھے اور اس لئے انکو ایسی زبردست اکثریت حاصل تھی کہ ہر لڑائی میں فتح حاصل ہونے کا ان کو پورا بھروسا تھا۔ بہترین ملاحوں اور عمدہ کپتانوں کی دو تربیت گاہیں ان کے قبضے میں تھیں۔ پیلوپانیز، سائی کلیڈس، اور اسپوریڈیز کے یونانی ملاح، جو وہبی اور کسبی دونوں حیثیتوں سے بحری قزاق تھے، کبوداں پاشا کے پاس بڑی تعداد میں ملازم تھے اور جب وقت تک وہ ایسے اچھے ملاح بنے رہے کبوداں پاشا نے کبھی اس امر کی طرف توجہ نہیں کی کہ آیا وہ عیسائی ہیں یا نہیں۔ اوراں، الجیریہ، تونس اور طرابلی کے بحری قزاقوں کی ایسی اسکواڈرنیں موجود ہوتی تھیں، جو ہمیشہ لڑائی کے لئے آمادہ رہتی تھیں اور جن پر ایسے لوگ کمان کرتے تھے، جو یورپ کے شدید ترین قزاقوں میں سے منتخب کئے جاتے تھے اور جو ہر سخت سے سخت مہم کے لئے اس وجہ سے تیار رہتے تھے کہ وہ ترکی جھنڈوں کے نیچے قزاقی کے ذریعے سے اپنے لئے دولت پیدا کرنا چاہتے تھے۔ ترکی کے سب سے بڑے بحری افسر یا تو

خیرالدین بار بروصہ کی طرح یونانی تھے؛ یا الوچ علی اور پیالے کی طرح بربری یا پھر میزو مورٹو کی طرح نو مسلم۔

عثمانی بحری طاقت پر سب سے پہلی ضرب لپانٹو کی لڑائی میں پڑی لیکن سولھویں صدی کے اختتام اور سترھویں صدی کے آغاز میں جس بغاوت نے سلطنت کو تباہ کر دیا تھا، اس نے اور سلیمان اعظم کے نااہل جانشینوں کی غفلتوں نے عثمانی بحریے کو اس قدر شدید نقصان پہنچایا کہ لپانٹو جیسی کئی لڑائیاں بھی ایسا نقصان نہیں پہنچا سکتی تھیں۔ وینس کے عارضی طور پر موریہ کو فتح کر لینے کے بعد یونانی ملاح رفتہ رفتہ ترکی جنگی جہازوں سے علٰحدہ ہونے لگے۔ اسی کے ساتھ ساتھ بربری قزاقوں نے، جن کا تمام یورپین طاقتوں اور بالخصوص فرانس کے جہاز تعاقب کر رہے تھے، سب سے پہلے اپنے قدح کی خیر منانی شروع کر دی۔ اس کے علاوہ ایک یہ بات بھی تھی کہ چونکہ اب یہ لوگ عملی حیثیت سے خود مختار ہو گئے تھے اس لئے انھیں عثمانی مفادات کی کچھ پروا باقی نہیں رہی تھی۔ اس طریقے سے بہترین ملاح اور افسر یکایک ترکی کے ہاتھ سے نکل گئے۔ ادھر تو یورپین بحریوں میں روزانہ ترقی ہو رہی تھی اور ادھر ترکی بحریے میں عدم واقفیت کی بنا پر تنزل واقع ہو رہا تھا۔ ترکی کو جہازوں کی تعمیر اور آراستگی کے جدید طریقے؛ فن جہازرانی کی ترقی؛ لڑائی کے جدید اسالیب؛ اور نئے آلات حرب کی ایجادات کے متعلق ایک حرف معلوم نہیں تھا۔ اٹھارویں صدی میں ترکی بحریہ عدیم المثال ناواقفیت کا صحیح حال معلوم کرنے کے لئے مصطفٰے ثالث کے چہیتے اور فرانس کے خفیہ ایجنٹ متعینۂ ترکی، بیرن ڈی ٹاٹ کے سوانح پڑھنے کی ضرورت ہے، جس نے درہ دانیال اور باسفورس کی مدافعتوں کے لئے اسکیمیں تیار کی تھیں اور جس کے خاص خاص خیالات کی آج بھی پابندی کی جاتی ہے۔

سنہ ۱۸۲۱ء کے انقلاب کے بعد، جو یونانی سلطنت اساسی دستور اور فرانسیسیوں کی، جنھوں نے بربری قزاقوں کی طاقت کو ہمیشہ کے لئے پامال کر دیا تھا، فتح پر ختم ہوا تھا، ترکی کے وہ دو ماخذ، جہاں سے وہ ملاح حاصل کرتی تھی، خشک ہو گئے ہیں۔ سنہ ۱۸۷۸ء کی جنگ نے ان کو بحر اسود اور بحیرۂ روم کے ساحلی علاقے اور تھریس اور البانیہ کے سواحل تک محدود کر دیا ہے۔ پھر سواحل بحر کی تمام آبادی لزستان اور چند دوسرے

چھوٹے چھوٹے اضلاع کے علاوہ عیسائی تھی اور اس لئے عثمانی بحریہ میں بھرتی کے لئے کسی مصرف کی نہیں تھی۔ اگر جنگی بیڑے کے لئے لوہے اور لکڑی کے جہاز کافی ہو سکتے ہیں تو پھر ترکی کے پاس بھی جنگی بیڑہ تھا لیکن جنگی بیڑے کے قیام کے لئے افسروں اور ملاحوں کی ضرورت ہے تو پھر ترکی کے پاس کوئی بیڑہ نہیں تھا۔ علاوہ بریں مسلح کروزروں کے تمام معمار یا تو انگریز تھے یا کسی دوسرے ملک کے باشندے۔

کیا یہ ضروری ہے کہ ارطغرل یعنی اس چوبی جہاز کی مصیبت کا اعادہ کیا جائے، جو ۱۸۸۹ء میں جاپانیوں کو مسلمان کرنے کے لئے استنبول سے جاپان روانہ ہوا تھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ ترکی ملاحوں نے ایسا دور و دراز سفر کیا۔ اس جہاز پر ترکی بحریہ کے چیدہ چیدہ افسر اور ملاح اور مدرسۂ بحری کی ایک پوری جماعت تھی، جسے اس سفر میں تجربہ حاصل کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ ریر ایڈمیرل، عثمان پاشا، وزیر بحریہ کا داماد اس کا کمانڈر تھا۔ تمام ماہرین فن کی یہ رائے تھی کہ یہ جہاز اپنی منزل مقصود تک ہرگز نہیں پہنچ سکے گا۔ اس کے بوائلرس اور کل پرزوں کو زنگ کھا چکا تھا اور جہاز کی نہایت ہی بری حالت تھی۔ ایک انگریز انجنیر کو جو نیگزین میں کرنل کی رینک کے ساتھ متعین تھا اور جس کا نام ایٹکن شن بے تھا، اس مہم میں حصہ لینے کے لئے ریر ایڈمیرل کی رینک پیش کی گئی تھی مگر اس نے یہ کہہ کر صاف انکار کر دیا جہاز کا غرق ہو جانا ناگزیر ہے بلکہ اس نے اس امر کے متعلق بڑے بڑے عہدہ داروں کے پاس ایک مفصل رپورٹ بھی بھیجی، جس پر کوئی لحاظ نہیں کیا گیا۔ لیکن وزیر بحریہ نے اس پر رنگ کروا دیا۔ "ارطغرل" کو جاپان پہنچنے میں گیارہ مہینے لگے اور راستے میں دو مرتبہ وہ ریت میں پھنسا اور سنگاپور اور سراندیپ میں تاجران زغال کی درخواست پر، جن کے بلس کو وہ ادا نہیں کر سکا تھا، اس کی گھاٹ بندی کر دی گئی تھی۔ اکتوبر ۱۸۹۰ء میں جاپان سے روانہ ہو جانے کے بعد، بوائلرسس کے پھٹ جانے کی وجہ سے "ارطغرل" غرق ہو گیا اور (۶۰۰) آدمیوں میں سے صرف (۶۰) زندہ بچے۔ استنبول کے ترکی جرائد نے حکومت پر غفلت کا الزام لگانے کے بجائے پادشاہ اور وزارت بحریہ کی یہ کہہ کر خوب مدح سرائی کی کہ "ارطغرل" اس لئے غرق ہوا کہ "بعض اشرار نے اس پر سحر کر دیا تھا"۔

جنگ یونان نے بہرحال بلند تر خواہ مخواہ یہ امر واضح کر دیا کہ بحریہ کی نہایت ہی

افسوسناک حالت ہے اور یہ کہ آخری جنگی مصروفیت کا عمل میں لانا قطعی ناممکن ہے۔ مسلح جہاز اور تارپیڈو کشتیوں کو دانشمندی سے کام لیکر روک لیا گیا تھا۔ اول الذکر کو سمرنا میں اور آخرالذکر کو دردانیال کے دہانے پر۔ جہاز ایسے معلوم ہوتے تھے کہ جنگی جہاز نہیں ہیں بلکہ پرانی آہن پوش کشتیاں ہیں۔ ہمیں کوئی شک نہیں کہ پرانے کے از کار رفتہ بوائلرس کو بدل دیا گیا تھا اور انجنوں کی کم و بیش مرمت کردی گئی تھی۔ اسی طرح وزنی توپیں بھی نصب کردی گئی تھیں لیکن مرمت اور اسلحہ بندی میں اسقدر بے عقلی سے کام لیا گیا تھا کہ جہازوں میں استحکام نام کو بھی باقی نہیں رہا تھا۔ ان جہازوں میں سمندر کی صعوبتیں اور لڑائی کے خطرے اٹھانے کی سکت نہیں تھی چنانچہ جب صلح ہوگئی تو سلطان نے بحریے کی تعمیر جدید کا ارادہ کیا۔

نہایت عظیم الشان پیمانے پر تنظیم بحریہ کے متعلق ایک اسکیم تیار کی گئی جس کے نفاذ میں نہ صرف یونان کا تمام تاوان جنگ ہی صرف ہو جائیگا بلکہ کئی ملین تر کی پاونڈ بھی خرچ کرنے پڑیں گے۔ سب سے پہلے جرمنی کی تعمیر گاہ میں چار اول درجے کے مسلح جہاز، دو نہایت تیز رفتار مسلح کروزر، اور ایک درجن تارپیڈو کشتیاں تیار کی گئیں لیکن اس نظام العمل کی تکمیل کے لئے روپیہ کی ضرورت تھی۔ لہذا سنہ ۱۸۹۹ء میں یہ تصفیہ کیا گیا کہ اس اسکیم کو ایسے مسلح اسکواڈرن کے یونٹس کی مرمتوں تک محدود کر دیا جائے، جو کام دینے کے قابل بنائے جاسکیں۔ "مسعودیہ" کی مرمت، جس میں جہاز کے پیٹے، جھلملیوں، کل پرزوں، آلات اور توپ خانے کی از سر نو تعمیر داخل تھی، جنیوا کی آن سالڈو نامی کمپنی کے سپرد کی گئی۔ "آثار توفیق" کی مرمت کیل کی جرمانی تعمیر گاہ کے تفویض ہوئی۔ آن سالڈو کمپنی کو چار مسلح کارویٹوں[1] کی مرمت کا کام بھی دیا گیا تھا۔ یہ چاروں جہاز "فتح بلند"، "عون اللہ"، "معین ظفر" اور "مقدمۂ خیر" تھے۔

یہ چھ جہاز سنہ ۱۹۰۴ء میں مکمل ہوئے۔ اسی سال دو محروس کروزر، حمیدیہ اور مجیدیہ، ایک تارپیڈو کروزر، ارطغرل، اور تارپیڈو و تباہ کن کشتیاں عکاسر (akkissar)

---

[1] ایک چھوٹا جنگی جہاز۔ (مترجم)

اور البزات (alpazot) بھی، جو باہر تیار کئے گئے تھے، بیڑے میں داخل کر لئے گئے۔ نئے بیڑے میں خبر رسان تارپیڈو کشتیاں، پلنگ دانا (سنہ ۱۸۹۰ء) اور شاہین دانا (سنہ ۱۸۹۲ء)، تین تارپیڈو تباہ کن کشتیاں، باک افشان (سنہ ۱۸۹۴ء)، حمیدیہ اور مجیدیہ (سنہ ۱۹۰۵ء)، ایک گہرے سمندر کی تارپیڈو کشتی (سنہ ۱۸۹۰ء)، پندرہ اول درجے کی تارپیڈو کشتیاں (سنہ ۱۸۸۶ء تا سنہ ۱۸۹۱ء)، چھ دوسرے درجے کی تارپیڈو کشتیاں (سنہ ۱۸۸۵ء تا سنہ ۱۸۹۰ء) اور دو غوطہ خور کشتیاں بھی شامل تھیں۔

یہ سب ملا کر (۱۸۱، ۳۶) ٹن کے (۴۰) جہاز تھے، جن کی طاقت (۲۲۰، ۲۰۲،۱) گھوڑوں کے برابر تھی اور جن میں (۲۷۴) توپیں اور (۴۳) تارپیڈو نلکیاں تھیں۔ انکے علاوہ کاغذ پر حسب ذیل جہاز اور بھی زیر تعمیر تھے:۔ (۲) مسلح کروزر اول درجے کے اور (۲) دوسرے درجے کے، (۲) تارپیڈو کروزر، (۴) گہرے سمندر کی تارپیڈو کشتیاں اور (۷) اول درجے کی تارپیڈو کشتیاں۔ سنہ ۱۹۰۷ء انسالڈو کمپنی کو حمیدیہ کے نمونے پر ایک اور کروزر تیار کرنے کا آرڈر دیا گیا تھا۔

حکومت اساسی کے پاس بحریے کے لئے بڑی بڑی سکیمیں تھیں۔ اس کام میں (۱۶) ملین ترکی پاؤنڈ (۳۶۵ ملین فرانکس) کا صرفہ ہوتا تھا۔ لیکن چونکہ ایک ایسا بجٹ، جس میں پہلے ہی سے کمی تھی، اس صرفے کو برداشت نہیں کرسکتا تھا اس لئے (۱۶) ملین کی مطلوبہ رقم فراہم کرنے کے لئے قرضہ لینے کی ضرورت تھی۔ ترکوں نے بہرحال جرمنی سے ایک ملین پاؤنڈ میں دو ایسے پرانے مسلح جہاز خرید لینے پر ہی اکتفا کیا، جو بیکار ہو چکے تھے۔ ان میں ایک کا سلیمان اعظم کے عظیم الشان امیر البحر کی یادگار میں "خیر الدین باربروصہ" اور دوسرے کا اس کے حریف کی یادگار میں "طرغود رئیس" نام رکھا گیا۔ جنگ طرابلس اور سنہ ۱۳-۱۹۱۲ء کی لڑائی کے بعد ترکی بیڑے میں صرف مذکورہ بالا تین مسلح کروزر، مسعودیہ، مجیدیہ اور حمیدیہ ایسے یونٹس باقی رہ گئے تھے، جو قابل جنگ تھے۔ ایک ڈریڈ ناٹ، رشادیہ انگلستان میں زیر تعمیر ہے۔ دسمبر سنہ ۱۹۱۳ء کے آخر میں باب عالی نے برازیل سے ایک ڈریڈ ناٹ، ریوڈی جینیرو خریدا تھا، جو اس جمہوری ریاست کے لئے وبکرس آرم اسٹرانگ کمپنی نے بنایا تھا۔

بحریے میں ملازمت کی مدت (۱۲) سال ہے، (۵) ایکٹیو سروس (نظام) میں، (۳) ایکٹیو کے محفوظ (رشتیات) میں، اور (۴) محفوظ (ردیف) میں۔ سلطنت کی عام تنظیم جدید کے کام میں، جو حکومت نے اپنے ذمے لیا ہے، بحریے کو قدرتاً فوقیت حاصل ہے۔ انگلستان

سے امیر البحر لمپس کی ماتحتی میں، جو افسروں اور عملہ کو بحری اور فوجی تعلیم نہایت تن دہی کے ساتھ دے رہا ہے، تعلیم دینے والے لوگ بلائے گئے تھے۔ بحری کورس میں ایک کامل تغیر کی شدید ضرورت تھی۔ چنانچہ ترکی جرائد کے بیانات کے مطابق (۶۰۰۰) افسر اور (۶۰۰۰) ملاح درج بجٹ کئے گئے تھے۔ کوئی چاہے تو اس بیان کو صحیح تسلیم کرنے سے انکار کر سکتا ہے۔ عبد الحمید کے زمانہ میں چاہے کیسی ہی خرابیاں کیوں نہ رہی ہوں مگر ایسی کوئی صورت حال کبھی پیش نہیں آئی تھی۔ زیادہ وضاحت کے ساتھ یوں کہا جا سکتا ہے کہ فوجی افسروں کے مقابلے میں بحری افسر احراری خیالات کی زیادہ صلاحیت رکھتے تھے لیکن عملہ تمام سلطان کا طرفدار تھا اور اگر سلطان کو ۱۳ اپریل کے بعد ان سے کام لینا آتا تو وہ اپنے تخت کو کبھی ہاتھ سے نہیں کھوتا۔

"حلقہ" کے بحری مدرسہ میں، جو بیرن ڈی ٹاٹ کا قائم کیا ہوا ہے اور جس کی ہوبرٹ پاشا نے ۱۸۶۸ء میں جدید تنظیم کی تھی، بحری افسروں کو تعلیم دی جاتی ہے امارت بحری سے ایک بحری پلٹن بھی متعلق ہے، جس کی تعداد کاغذ پر (۵) سے (۶) تک ہے اور جو قسطنطنیہ کے گیرزن کا ایک حصہ ہے۔ روائلی افواج کے قسطنطنیہ پر قابض ہو جانے کے بعد اس رجمنٹ کو، جس میں نہایت برے خیالات پھیلے ہوئے تھے، گو اس کی طرف سے کوئی مدافعت نہیں کی گئی تھی، ۲۴ اپریل کو منتشر کر دیا گیا اور دوسری باغی فوجوں کی طرح اس کے سپاہیوں کو سڑکوں کی تعمیر کے لئے مقدونیہ میں جلا وطن کر دیا گیا۔ اب تک یہ رجمنٹ دوبارہ قائم نہیں ہوئی ہے۔

زراعت۔ زراعت کی تباہی۔ زرعی بنک۔
جائیداد کی غیر مستقل حالت۔ اوقاف۔ قزاقی جنداَرمہ

باوجودیکہ ترکی کو قدرت کی طرف سے ایسی زمین عطا کی گئی ہے، جو اپنی زرخیزی کے لحاظ سے نادر ہے اور جس میں آدھے سے زیادہ ملک پر دو فصلیں پیدا ہو سکتی ہیں، باوجودیکہ اس کی معدنی دولت، تیل کے چشمے اور جنگلات لامحدود ہیں اور وہ تمام چیزیں کثرت

موجود ہیں جو صرف بقائے حیات ہی کے لئے اہمیت نہیں رکھتیں بلکہ جو ایک عظیم الشان قوم کی اقبالمندی کے لئے بھی اہم ہیں اور باوجودیکہ اپنی جغرافیائی محل وقوع کے لحاظ سے اس کو تجارت اور تبادلۂ اشیا کے لئے بہتر ین سہولتیں حاصل ہیں تاہم ترکی کی حالت نہایت ہی خراب ہے۔ اس کا ہمیشہ دوالہ نکلتا رہتا ہے۔ ایک رپورٹ میں، جو سلطان عبد العزیز کی موسومہ تھی مصطفی فضل پاشا نے ۱۸۶۷ء میں تحریر کیا تھا کہ:

"آپ کی حکومت کی مالی مشکلات بجائے خود کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ جو چیز دراصل خطرناک ہے وہ وہ پوشیدہ صورت حال ہے جس کا ان مشکلات سے اظہار ہوتا ہے۔ حضرت اقدس واعلیٰ کی حکومت ایک ایسی حکومت ہے، جو آبادی کی تعداد کے لحاظ سے نہایت ہی متوسط موازنہ پر اکتفا کرتی ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ یہ متوسط موازنہ سلطنت کو تباہ کر رہا ہے؟۔ اس کی یہ وجہ ہے کہ اول تو محاصل نہایت ہی برے طور پر وصول کئے جاتے ہیں اور دوسرے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ چونکہ آبادی بہت کم محنت کرتی ہے اور کسی چیز سے واقف نہیں ہے اس لئے وہ مفلسی کے آخری درجے پر پہنچ چکی ہے۔ سلطنت میں تمام قسم کی زراعت، تجارت اور صنعت وحرفت میں زوال ہو رہا ہے۔ لوگوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پیداآوری کی خواہش اور فن کو گنوا دیا ہے۔ وہ اپنی مصیبتوں کو دیکھتے ہیں اور یہ مصیبتیں ان کو نہ ہی بے ہوشی سے نہیں چونکاتیں اور نہ ان کو محنت کی طرف راغب کرتی ہیں۔"

اگرچہ ترکی نہایت آسانی کے ساتھ یورپ کے لئے غلہ مہیا کرنے میں ہنگری اور روس کا مقابلہ کر سکتی ہے لیکن وہ صرف چند ملین فرانکس کی قیمت کا موٹا اناج برآمد کرتی ہے اور تمام ضروری اناج باہر سے خریدتی ہے۔ سلی (Sully) کا مقولہ ہے کہ "کاشتکاری اور گلہ بانی فرانس کے دل وجگر ہیں"۔ ترکوں کے لئے یہ مناسب ہے کہ وہ اس عظیم الشان مدبر کے الفاظ پر غور کریں اور ان کو اپنے گھر پر مطابق کریں۔ تین چوتھائی زرعی زمین بنجر پڑی ہوئی ہے۔ ہر جگہ شہروں اور دار السلطنت کے دروازوں پر بھی زمین کے بڑے بڑے رقبوں میں نگاہ حیرت بین کو پتھروں کے ڈھیروں اور درختوں پر پیدا ہونے والی بیلوں کے سوا جو انھیں بعد میں کھا جاتی ہیں اور کچھ نظر نہیں آتا، جن کے بیج ہوا ادھر اُدھر منتشر کر دیتی ہے۔ ایشیا میں ایسے اضلاع ہیں،

جہاں گیہوں کو اسی جگہ سڑنے دیا جاتا ہے، جہاں وہ پیدا ہوتے ہیں۔ جس کی وجہ یا تو عشر گیر کاشتکاروں کی زیادہ ستانیاں ہیں، ذرائع نقل وحمل کی غیر موجودگی ہے، ملک کی غیر مستقل حالت ہے۔ کردستان اور عراق میں سڑکیں نہیں ہیں۔ بقیہ ملک کے بیشتر حصے میں جو سڑکیں ہیں، وہ سرما میں کیچڑ کی وجہ سے اور گرما میں دھول کی وجہ سے۔ جو پہیوں کے ساتھ ساتھ اٹھتی ہے، بالکل بیکار ہو جاتی ہیں۔ لیکن ان مختلف اسباب کے منجملہ جنھوں نے زراعت کو تباہ کر دیا ہے، تین خاص سبب یہ ہیں :۔ جائیداد کی غیر مستقلی، اوقاف اور قزاقی۔

ترکی میں جائیداد سے زیادہ غیر مستقل حالت اور کسی چیز کی نہیں ہے۔ کیونکہ ایک شخص کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ چند پیاسٹر لیکر دو مسلمان گواہوں کے ساتھ عدالت میں آکر یہ تصدیق کرادے کہ وہ فلاں قطعہ اراضی کا مالک ہے۔ اس کے بعد اس کا نام درج رجسٹر کر لیا جاتا ہے۔ اور اسے ایک تاپو صداقت نامہ ملجاتا ہے۔ دو مسلمان گواہوں کی شہادت کے خلاف کسی دستاویز یا ضابطہ کو تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ اسی طرح ولایت آئیدین کا ایک وسیع رقبہ، جو ریاستہائے متحدہ کی سفارت کے ترجمان مسٹر امر مورودی، اور ایک ہنگری اور ایک انگریزی باشندے کی ملک تھا، جنھوں نے اس کو باقاعدہ طور پر سول لسٹ سے خریدا تھا، ایک بڑے آدمی کو دیدیا گیا، جس کے اس پروانت تھے۔ ریاست ہائے متحدہ کی سفارت اور انگلستان اور آسٹریا ہنگری کے سفیروں کا ان لوگوں کو اُن کی زمین نہیں بلکہ اس کے معاوضے میں دوسری زمین دلانے میں ایک سال سے زیادہ صرف ہوا۔

خط شریف گلہاں، جس نے ۱۸۳۹ء میں تنظیمات کے نئے سال کا آغاز کیا تھا اور ۱۸۵۶ء کی خط ہمایونی کے نہایت راسخ مواعید کے باوجود، جس نے سابقہ ضابطہ کی توثیق مزید کی تھی، ارضی جائیداد کے حقوق ۱۸۶۸ء تک غیر ملکیوں کو حاصل نہیں ہوئے اور ۱۸۷۹ء تک صنعتی حقوق موثر طریقہ پر انھیں میسر نہیں ہوسکے۔ ارضی جائیداد کے حقوق کی مساعت بعض قابل افسوس پابندیوں اور قیود پر حاصل کی گئی تھی جو اس اصول پر مبنی تھی کہ ترکی میں پردیسیوں کی مستقل سکونت ناقابل زوال ہے اور یہ کہ ان تمام معاملات میں، جو جائیداد ارضی کے متعلق مقدمات قانونی سے تعلق رکھتے ہیں قونصلوں کو کچھ اختیار نہیں ہے اور ایسے تمام مقدمات عثمانی عدالتوں میں منتقل ہونگے۔

۱۹۰۶ء میں حکومت عثمانیہ نے، جو خود بھی ۱۸۶۷ء کے معاہدے میں شریک تھی، غیر ملکیوں کو جائیداد ارضی کے متعلقات میں عثمانی قوانین کا پابند بنا کر، شریعت کا قانون نافذ کرنے کا مطالبہ کیا اور اس قانون کی رو سے یہ خواہش کی کہ ان پردیسیوں کے حقوق وراثت میں ترمیم کر دی جائے جو ترکی میں جائیداد کے مالک ہیں۔ حکومت نے املاکی جائیداد یعنی اوقاف کے مقابلے میں میراثی جائیدادوں کے مالکوں کے اس حقوق کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا کہ وہ اپنی جائیداد اپنی اُن بیٹیوں پر منتقل کر سکتے ہیں، جو دوسری قومیت رکھنے والے پردیسیوں کو بیاہی جائیں۔ حکومت کا یہ فعل غیر ملکیوں کے ان حقوق کی راست خلاف ورزی تھی، جو ان کو حوالکیوں کے لحاظ سے حاصل تھے۔ نیز اس سے خود ۱۸۶۷ء کے معاہدے کی بھی خلاف ورزی ہوتی تھی، جس کا یہ منشاء ہے کہ معاہدات کی رو سے غیر ملکیوں کو جو رعایتیں حاصل ہیں، وہ سوائے اس صورت کے جوں کی توں برقرار رہیں گی کہ سکونت مستقل کی ناقابلیت زوال کی شرط کے متعلق اور قونصلی حمایت کے ان حدود میں تخفیف کی ضرورت ہو، جو قریب ترین قونصل خانہ سے (۹) گھنٹے کی مسافت پر حاوی ہیں۔ اگر یہ نظریہ رائج ہو جاتا تو نتیجہ یہ ہوتا کہ ترکی میں جن پردیسیوں کے پاس جائیداد ہے۔ ان کو اپنی موروثی جائیداد کو وصیت نامہ کے ذریعے سے منتقل کرنے کا حق حاصل نہیں ہوتا اور پھر بہت جلد بیع و شریٰ کا تمام کاروبار بھی مقید ہو جاتا۔ حکومت عثمانیہ کی اس تجویز کو تمام سفارتوں نے مسترد کر دیا۔ اگر غیر ملکیوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا جاتا تھا تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ دیسیوں کے ساتھ کیا کچھ نہ کیا جاتا ہوگا۔ مسئلۂ زراعت، جو متقدرین وقت کے کاشتکاروں کی زمینوں کو ہضم کر لینے کی بنا پر پیدا ہوا تھا، ترکی کی داخلی تنظیم کے متعلقہ مسئلے کے کمتر بن اجزا میں شامل نہیں ہے۔ کاشتکار کو کیا ضرورت ہے کہ وہ ایسی زمین کی کاشت کرے، جو کل اس سے بہت ممکن ہے کہ چھین لی جائے یا یہ کہ جس میں (۸۰) فی صدی اس امر کا یقین ہے کہ اس کی پیداوار کو لوٹ لیا جائیگا۔ اول تو اگر اس کی زمین گاؤں سے کچھ فاصلے پر ہے تو اس کے لئے یہ خطرہ ہے کہ آتے جاتے راستے میں اس کو قزاق گرفتار نہ کریں، جن کے گروہ تقریباً تمام ولایتوں میں پھرتے رہتے ہیں۔ دوسرے فصل کے وقت دد وبہ سے بے "آگرا اپنے حق آغا ایک کا مطالبہ کرتا ہے اور ہمیشہ اس کو (۱۵) فیصدی عشر کو (جو آجکل کی مقررہ شرح ہے) دو گنا اور سہ گنا

کر دینے کا کوئی نہ کوئی بہانہ ملجاتا ہے۔ اس طریقے پر کاشتکاروں کی محنت تقریباً سب کی سب دوسرے لوگوں کے لئے ہوتی ہے۔ اگر کاشتکار قزاقوں، افسروں، اور اسی قسم کے دوسرے پریشان کرنے والوں کا مقابلہ کرنا چاہے تو اس کا کوئی نتیجہ نہیں ہوگا اور بہت ممکن ہے کہ اس کی جان بھی خطرہ میں پڑ جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ملک میں اسقدر وسیع رقبے بنجر پڑے ہوئے ہیں۔ چونکہ زراعت کرنے سے کاشتکار کو نفع کے بجائے نقصان اٹھانے کا خطرہ ہوتا ہے اس لئے وہ ان کو یوں ہی پڑا رہنے دیتا ہے۔

"مسلمانوں میں موسیو دے اوسون کا بیان ہے کہ، تمام ایسی جائیداد کو جو مساجد یا دوسرے امکنۂ مقدسہ کے لئے مخصوص کر دی جاتی ہے وقف یا عام لوگ وقوف کہتے ہیں۔ اس لفظ سے، جو تحویل، عطیہ، اور دست برداری کا مرادف ہے، ایک مقدس شئے کا تعلق بھی ظاہر ہوتا ہے، ایسی چیز کا جو بنی نوع انسان کی ضروریات اور خدمت کے لئے خدا کی محبت اور تقدس کے جذبے میں مخصوص کر دی گئی ہے۔ یہ اوقاف تین قسموں پر منقسم ہیں:- (۱) مساجد سے متعلق اوقاف جو گویا قوم کی مذہبی جائیداد ہے (۲) اوقاف عام یعنی وہ مبانی جو غریبوں کی امداد اور عوام الناس کے فائدہ کے لئے قائم کئے گئے ہیں۔ (۳) رسمی اوقاف، جن کا انحصار مساجد پر ہوتا ہے۔

اول کے دو قسموں کو قانونی اوقاف کہتے ہیں اس لئے کہ وہ مذہبی قوانین پر مبنی ہیں۔ اس قسم کے اوقاف بالعموم ناقابل انتقال ہوتے ہیں کیونکہ قانون کے مطابق یہ جائیداد خدا کی ملک ہے اور انسان کو اس پر صرف حق استعمال حاصل ہے۔ رسمی اوقاف وہ مال واسباب ہے، جو لوگ ان کی اصلی قیمت کا زیادہ سے زیادہ دس یا بارہ فیصد حصہ لیکر مساجد کو دیدیتے ہیں۔ اس قسم کی جائیداد اس کے مالکوں ہی کے پاس واصلات گیرندہ کی حیثیت سے رہتی ہے اور یہ لوگ ایک قسم کا سالانہ کرایہ ادا کرتے رہتے ہیں جس کے سود سے زیادہ جو مسجد کی ادا کی ہوئی رقم پر ادا کیا جاتا ہے، اور کوئی حیثیت نہیں ہے اوقاف محاصل سے مستثنیٰ ہیں اور قرضے کے لئے فروخت نہیں ہوسکتے مسجد اس تمام مال واسباب کی وارث ہوتی ہے، جو اس کا مالک اپنی موت پر پہلی نسل کے مرد بچوں کے نام منتقل نہیں کرتا۔ قدرتی وارث اور خود پوتے بھی اس سے خارج ہیں۔ مساجد کے لئے مال واسباب کے وقف کر دینے کی یہ وجہ ہے کہ انکی جائیدادیں

ضبط نہ ہونے پائیں اور ان کے وارث ان کو تلف نہ کرسکیں۔ جائیداد ارضی کا تین چوتھائی حصہ ترکی میں ایک قسم کے وقف کے تحت یا دوسرے قسم کے وقف کے لحاظ سے مساجد کی ملکیت ہے۔

اکثر مرتبہ فیروتی، رجیب، اور (Baraiktar) جیسے وزراء اعظم نے اوقاف کو اگر اس لفظ کو استعمال کیا جاسکتا ہے تو دنیوی امور میں تبدیل کردینے کی کوشش کی تھی۔ عالی پاشا نے انھیں لوگوں کی رائے کو اختیار کرلیا۔ ۸ رجون ۱۸۶۷ء کے قانون میں اس امر کا تصفیہ کردیا گیا کہ وارث اول کے موجود نہ ہونے کی صورت میں وقف کو بجائے اوقاف میں شریک کئے جانے کے ساتویں درجے تک کے جائز وارثوں میں تقسیم کردیا جاتا ہے۔ ۱۸۶۷ء کے ایک فرمان نے، جس کی ۲۳ راپریل ۱۸۷۵ء کے قانون سے تکمیل ہوگئی تھی، اوقاف کو حق انتقال ترکہ سے متعلق ایک مقررہ قانون اور ایک سالانہ محصول کا ماتحت کردیا، جو اصل پر عاید کیا جائیگا۔ لیکن یہ تمام باتیں صرف ایک خفیف سی مسکن دوا کا اثر رکھتی ہیں اور وقف اب تک سلطنت کا ایک نہایت ہی ہلاک آئین بنا ہوا ہے۔

اوقاف کو اس قدر اہمیت حاصل ہے کہ اس کام کے لئے ایک جداگانہ وزارت قائم کی گئی ہے۔ انھوں نے خزانہ کو مالگذاری کے ایک قابل لحاظ حصے سے محروم کردیا ہے اور جائیداد ارضی اور مکانات کی آمدنی کو مسدود کرکے ان کو بے منفعت بنادیا ہے اور اس طرح ان سے سلطنت کو ایک ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔

۱۸۸۹ء میں سلطان عبدالحمید نے، جس کی ترکی باوجود اس کے مظالم کے ایک حد تک مادی ترقی کے لئے مرہون منت ہے، زرعی بنک قائم کیا تھا، جس کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو زرعی قرضوں کا عادی کیا جائے اور کاشتکاروں کو مہاجنوں کی گرفت سے چھڑایا جائے۔ یہ مہاجن سلطنت کے صوبوں کے لئے ایک بلائے بیدرماں تھے خصوصاً ایشیا میں، جہاں روپیہ کی اسقدر قلت ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس چند ترکی پاونڈ ہوں تو وہ آسانی کے ساتھ روپیہ کا لین دین کرسکتا ہے۔ سود کی معمولی شرح سو پیاسٹر پر ماہانہ (۵) پیاسٹر ہے اور اگر مہینے کے اختتام پر اصل اور سود ادا نہیں ہوتا ہے تو سود در سود وصول کیا جاتا ہے۔ زرعی بنک کے لئے سرمایہ عشر پر مزید ($\frac{1}{100}$) کا اضافہ کرکے فراہم کیا گیا تھا۔ اس بنک نے ملک کو حقیقی معنی میں فائدہ پہنچایا ہے لیکن یہ تحریک جتنی کہ اس سے

توقع کی جاتی تھی اتنی کامیاب نہیں ہوئی اور سود خوری کی رسم کو مٹا نہیں سکی۔ اس معاملے میں اس کی ناکامیابی کے بہت سے اسباب ہیں۔

۱۸۹۳ء میں وزارت امور عامہ کے سرکاری اخبار "امور نافع وزراعت مجمع الناس" زرعی بنک کے کاروبار پر بعض جرائد کے اعتراضات کے جواب میں تحریر کیا کہ "اصلی سبب کاشتکاروں کی ذہنی حالت ہے، جو، لکھنا اور پڑھنا نہ جاننے کی وجہ سے، اپنے مختاروں اور اماموں کی ہدایتوں پر عمل کرتے ہیں اور خود یہ امام اور مختار بھی ان امور میں، جو زرعی بنک سے روپیہ قرض لینے کی ضروری کارروائیوں سے متعلق ہیں کاشتکاروں سے کچھ زیادہ سمجھدار واقع نہیں ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سرکاری دستاویزات مثلاً صداقت نامہ وغیرہ، جو بنک کی مختلف شاخوں میں پیش کئے جاتے ہیں اکثر انھیں مقامات پر واپس آجاتے ہیں جہاں سے ان کو جاری کیا جاتا ہے، کیونکہ انکی ضروری اور مقررہ طریقے پر خانہ پری نہیں کی جاتی ہے۔

اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ محاصل ارضی کی بقایا جائیدادوں کو اس قدر اپاہج کر دیتی ہے کہ ان کو قرضوں کی کفالت میں، چاہے وہ کتنی ہی قلیل المقدار کیوں نہ ہوں، قبول کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ بعض صورتوں میں جائیداد قرض گیرندہ کی ذاتی ملک نہیں ہوتی بلکہ اس کے باپ یا دادا کی ملک ہوتی ہے۔ ان صورتوں میں قرضہ دینے سے انکار کر دیا جاتا ہے اور کاشتکار متنفر ہو جاتے ہیں لیکن اس قسم کی صورتوں کو تا حد امکان قلیل الوقوع بنانے کے لئے بنک کے ارباب حل وعقد نے باب عالی کو اس امر پر آمادہ کر لیا ہے کہ صوبہ واری مقتدرین کو باقاعدہ طور پر محاصل اراضی کی نظر ثانی اور کثیر المحاصل جائیدادوں کی جمعبندی میں تخفیف کا حکم دیا جائے اور ساتھ ہی اس امر کی بھی ہدایت کی جائے کہ جائیدادوں کی تمام واجب الوصول بقایا حاصل نہ کی جائے بلکہ ہر سال محاصل جاریہ کی وصولی اور بقایا کی ایک سالانہ قسط کی تحصیل پر ہی اکتفا کیا جائے۔ اگر ان احکام کی سختی کے ساتھ پابندی کی جاتی تو بنک اور قرض گیرندوں دونوں کے لئے سہولتیں پیدا ہو جاتیں لیکن بدقسمتی سے ایسا نہیں ہوا۔ بنک کے ارباب حل وعقد موجودہ صورت حال کی تلافی کی اس طرح کوشش کر رہے ہیں عہدہ داران مقتدر کی توجہ اس کی طرف مبذول کرائی جارہی ہے۔"

یہ کہنا تحصیل حاصل ہے کہ ان میں سے کوئی صورت بھی اختیار نہیں کی گئی لیکن سب سے زیادہ جس چیز نے زرعی بنک کے کاروبار میں رکاوٹیں پیدا کیں وہ یہ تھی کہ اس کا سرمایۂ ترقی زراعت کے علاوہ دوسرے کاموں میں بھی استعمال کیا جاتا تھا۔ ۰۸-۱۹۰۷ء کے کاروباری سال کے اختتام پر بنک کا اصل (۳۰۸، ۳۵، ۸، ۵، ۴۴، ۹ پ) یا بہ الفاظ دیگر (۲۰۰۸) ملین فرانکس تک پہنچ گیا لیکن اس اصل کے منجملہ صرف (۵۷۷، ۹۵، ۲، ۴، ۵۱پ) زر نامہ (specie) میں ظاہر کئے گئے تھے۔ بقیہ رقم خزانہ، حجاز ریلوے، اور دوسرے انتظامات سلطنت پر بنک کی واجب الادا تھی، جن کو اس نے شاہی فرمان کی بنا پر روپیہ قرض دیا تھا۔ بنک نے اپنی تلک کی بازدہی کا مطالبہ کیا ہے۔ اس کا قرضہ قرضہ جات جاریہ میں شامل کر لیا گیا ہے۔

حلقے کے زرعی مدرسے کے ایجاد کئے ہوئے نئے طریقوں کے نفاذ، مختلف ولائتوں میں نمونے کے کھیتوں کی تیاری، ولائتوں، سنجکوں اور قضاہ میں مجالس زراعت کے قیام، غلے کی پیداوار کی ترقی کے ذرائع کے انکشافات، خانگی جانوروں کی نسلوں کی اصلاح، امراض مویشی کے انسداد، اور ایک معمل تحقیقات جراثیم کے قیام[1] کے ذریعے سے، جس نے چوپایوں وغیرہ کے لئے طاعون کش سیرم مہیا کیا ہے، سلطان عبد الحمید کے زمانے میں زراعت کی ترقی کے لئے قابل تعریف کوششیں کی گئی تھیں لیکن یہ صرف تسکین بخش دواؤں کا اثر رکھتی تھیں، جو اصل مرض کو رفع نہیں کر سکتیں۔

۱۹۰۷ء میں ایک کمیشن۔ ترکی کے کمیشنوں کی تعداد پر کوئی لحاظ نہیں کرنا چاہئے۔ ترقی زراعت کے ذرائع دریافت کرنے کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ اس کمیشن میں سوائے اس کے اور کوئی تصفیہ نہیں ہوا کہ دار السلطنت اور اس کے تمام حدود ارضی میں جسقدر

---

[1] تحقیقات جراثیم کا آغاز ۱۸۹۳ء میں پیس ٹیور انس ٹی ٹیوٹ کے ڈاکٹر نکولی نے کیا تھا، جو ۱۹۰۳ء تک اسکا صدر رہا۔ ڈاکٹر ریم لن جر اسکا جانشین ہوا۔ یہ شخص بھی فرانسیسی تھا اور حکومت اساسی کے قیام جدید تک اسکا صدر رہا۔ نئی حکومت اس جگہ کسی ترک کو مقرر کرنا چاہتی تھی، لیکن دانشمندی سے کام لیکر اس نے پھر اسی شخص کو اس جگہ مقرر کر دیا۔ یہ انس ٹی ٹیوشن ڈس ان فیکشن کی متعلقہ خدمات میں ۱۸۹۳ء سے ڈاکٹر نکولی کے زیر ہدایت ام مان ڈرے گن کا مرہون منت ہے، جس نے دار السلطنت کی نہایت ہی انمول خدمات انجام دی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نئی حکومت نے

روٹی صرف ہوتی ہے، وہ سب ملکی آٹے سے تیار کیجائے اور غیر ملکی آٹے کو گھسنے نہ دیا جائے
موخر الذکر قسم کے آٹا کی درآمد کو ممنوع تو نہیں قرار دیا گیا البتہ روٹی والوں کو یہ ہدایت
کردی گئی کہ اگر انھوں نے بدیسی آٹا استعمال کیا تو تمام روٹی ضبط کرلی جائیگی اور کثیر جرمانہ
وصول کیا جائیگا۔ سرکاری مراسلت میں، جو ترکی جرائد میں شائع ہوئی تھی، بیان کیا
کیا گیا تھا کہ:-

"مجلس وزراء کی رائے ہے کہ روٹی کی تیاری کو مقامی آٹے تک محدود کردینا
اصول آزادی کے خلاف ہے اور یہ کہ حال کی طرح مستقبل میں یہ طریقہ اختیار کیا جانا قرین
فطرت ہوگا کہ درآمد شدہ آٹے سے روٹی تیار کرنے کی مشرحۂ ذیل شرائط پر اجازت
دیدی جائے۔ محکمۂ صفائی (میونسپلٹی) کے خاص طور پر یہ کام سپرد کیا گیا ہے کہ وہ لوگوں
کے ارزاں قیمت پر روٹی خریدنے میں جس کے بغیر چارہ نہیں سہولت بہم پہنچانے کے لئے
مناسب تدابیر اختیار کرے۔ اور تجربے سے ثابت ہوچکا ہے کہ یہ مقصد صرف مقامی آٹے کو
استعمال کرنے سے پورا ہوسکتا ہے کیونکہ اگر مقامی پیداوار کو زیادہ تعداد میں صرف کیا
گیا تو اس سے ملک کے تقریباً گیارہ لاکھ ترکی پاونڈ ملک ہی میں رہیں گے اور دوسری
طرف روٹی کی قیمت میں تخفیف ہوجانے سے لوگوں کو سالانہ دو لاکھ ترکی پاونڈ کی بچت
ہوگی۔ لہذا مجلس وزراء نے حسب ذیل فیصلہ کیا ہے، جس کو ایک ارادۂ شاہی کے ذریعے
سے مشرف منظوری بھی حاصل ہوچکا ہے۔"

اس تحریر کے بعد مقامی آٹے سے تیار کی ہوئی روٹی کی قیمت سے متعلق احکام
درج کئے گئے تھے۔ بدیسی آٹے کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ اس طرح روٹی
بنانے والوں کو "آزادئ تجارت کے اصول کو قائم رکھنے کے لئے" اعلیٰ قسم کی روٹی تیار
کرنے کی اجازت حاصل ہوئی تھی اور اس اصول کو روٹی کے اجزائے ترکیبی پر منطبق نہیں
کیا گیا تھا بلکہ ان قیمتوں پر منطبق کیا گیا تھا، جن پر آزادی کے ساتھ روٹیاں فروخت
ہوتی تھیں۔

کرگناں کے زرعی مدرسہ کے ایک سابق طالب علم، اماسیان آفندی کی ایک

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ ام مان ڈرے گن کی تنخواہ روک دی ہے جس نے (۱۹) سال تک ملازمت کی ہے۔

رپورٹ میں، جو وزیر تجارت و زراعت کی موسومہ تھی زراعت کی حالت اس طرح ظاہر کی گئی ہے کہ : "زمین کی زرخیزی کی وجہ سے ہمارے کھیت زمانۂ گزشتہ میں بہت زرخیز تھے۔ اب ان کی قوت پیدا آوری میں انحطاط واقع ہو رہا ہے۔ ہمارے بوڑھے کاشتکار پریشان ہو ہو کر اس کی تصدیق کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اب زمین سے ان کو وہ پیداوار حاصل نہیں ہوتی جو انکی جوانی میں حاصل ہوتی تھی جبکہ پیداوار کا تناسب (۱) کے مقابلے میں (۱۵) اور بیس تک تھا اور آنجا لیکہ اب (۱) کے مقابلے میں (۶) ہے .... قابل زراعت زمین کی کثرت یقیناً ایک دولت ہے لیکن زمین سے اس کی حیثیت کے مطابق کام لینے کے لئے ہمارے کمزور ذرائع کو پیش نظر رکھتے ہوئے زمین کی اس کثرت سے بجائے فائدے کے نقصان زیادہ ہے کیونکہ اس سے کام نہ لئے جانے کی وجہ سے یہ طغیانیوں اور سیلابوں کے لئے وقف ہو چکی ہے اور نتیجہ یہ ہے کہ نہایت ہی زرخیز میدان مضرت رساں بخارات اور باری سے آنے والی تپوں کے گہوارے بن گئے ہیں، جو توسیع آبادی میں مانع ہوتے ہیں۔ جو جانور ان مقامات پر چرتے ہیں خصوصاً جاڑوں کے موسم میں، وہ رطوبت کے زہریلے اثر سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ چنانچہ اس کا ثبوت طاعون مویشی کے پے در پے حملوں سے ملجاتا ہے، جو متعدی ہونے کی وجہ سے صحتمند اضلاع میں بھی پھیل جاتا ہے..... "

ایک دوسری رپورٹ موسومہ وزیر اعظم میں اسی شخص نے بیان کیا تھا کہ یہ لوگ اور خصوصاً پردیسی ہمیشہ یہ کہتے ہیں کہ "ریلیں بناؤ۔ زرعی پیداوار خود بخود بڑھ جائیگی" بلاشک حمل و نقل کے بہتر ذرائع ملک کے لئے سودمند ثابت ہونگے۔ یورپ میں یہ ذرائع حمل و نقل پیداوار کی زیادتی میں مدد دیتے ہیں لیکن یورپ کی مثال کامل طور پر سلطنت عثمانیہ پر منطبق نہیں ہوسکتی کیونکہ ریلیں پیداوار کا ذریعہ نہیں ہیں بلکہ کفایت شعارانہ حمل و نقل کا ذریعہ ہیں۔ ریلوں کی موجودگی سے پیداوار اور توسیع پیداوار کے ذرائع کی کثرت کا پتہ چلتا ہے کیونکہ حمل و نقل کے لئے اگر پیداوار ہی نہ ہو تو ریلوں سے فائدہ پہنچنے کی بجائے حکومت پر ان کا الٹا بار پڑ جاتا ہے ترکی میں برآمد کے قابل صرف زرعی پیداوار ہے اور یہ پیداوار اس قدر کافی نہیں ہے کہ اس سے ریلیں سرسبز ہوسکیں۔ ہمارے ملک میں زرعی پیداوار میں اسوقت تک ہرگز اضافہ نہیں ہوگا جب تک کہ قدیم ذریعہ ہائے پیداوار میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہو۔ بہ الفاظ دیگر اس وقت تک پیداوار میں اضافہ نہیں ہوسکتا جب تک کہ کاشتکار اپنے روزمرہ کے معمولی

کاموں پر قائم ہے اور اس کے پاس اپنے دو ہاتھوں، اپنی محدود ذہانت اور اپنی فرسودہ ہل کلی کے علاوہ دوسرے آلات موجود نہیں ہیں۔ اس کی پیداوار میں اضافہ کرنے کے لئے ضرورت ہے کہ اس کے پاس لازمی طور پر ایسے ذرائع موجود ہوں، جن سے کام لیکر وہ اسی وقت میں اور اسی محنت کے ساتھ اب تک جتنی پیداوار اس کو حاصل ہوئی ہے، اس سے پنج گنی یا چھ گنی پیداوار حاصل کرلے.......“

ان ذرائع میں، جو صرف حکومت مہیا کرسکتی ہے، سب سے پہلے اس رپورٹ میں حفاظت کو جگہ دی گئی ہے اور حفاظت ہی ایک ایسی چیز ہے، جس کا ترکی میں، جو قزاقی اور لوٹ مار کے لئے ارض منتخب کی حیثیت رکھتی ہے، سب سے زیادہ فقدان ہے۔ کرد، بدو، زیبک، چرکس، ترکمان، ان تمام ملکوں کے پناہ گیر ندے، جو ترکی کے قبضے سے نکل گئے ہیں، آغا یا دیرے بے، جو جاگیری حقوق کے مدعی ہیں اور جو فدیہ حاصل کرنے کے لئے معرفۃ الحال زمینداروں کو پکڑ کر لیجاتے ہیں اور لوگوں کو لوٹ لیتے ہیں، جرائم پیشہ اور مضرور، وہ کاشتکار جو مقتدرین کے مظالم کا شکار ہوجاتے ہیں اور جو افلاس کی وجہ سے جرائم کے ارتکاب پر مجبور ہوتے ہیں، غرض یہ سب کے سب ڈاکو اور لٹیرے ہیں۔ قزاقی کی مختلف صورتوں میں گرم بازاری ہے اور ملک پر اس کو قبضۂ مالکانہ حاصل ہے۔ بیسویں صدی میں یہ گروہ قرون وسطیٰ کے قزاقوں کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ ان کی باقاعدہ افواج سے حقیقی معنی میں جنگ ہوتی رہتی ہے، جس میں اکثر انھیں کو فائدہ ہوتا ہے۔ یہ فدیہ حاصل کرنے کی غرض سے دولتمند زمینداروں کو پکڑ لیجاتے ہیں۔ تاجروں کے قافلوں کو لوٹ لیتے ہیں اور ڈاک پر ڈاکے ڈالتے ہیں۔ یہ لوگ ریل گاڑیوں کو روک لیتے ہیں اور چھوٹے چھوٹے قصبوں سے محصول وصول کرتے ہیں۔ یہ لوگ جب مہمات اور خواہشات کی اس زندگی سے تھک جاتے ہیں تو نیک دل شہریوں کی طرح اطمینان سے اپنی محنت کے پھل کھانے کے لئے یہ لوگ ایک غیر مشروط معافی کے معاوضے میں اپنی اطاعت پذیری کو بیع کردیتے ہیں۔ اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انھیں فوج یا جنڈارمہ میں کوئی جگہ دیدی جاتی ہے۔ ترکی میں قزاقی ایک فائدہ بخش بلکہ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ایک شریف پیشہ ہے۔ یہ ایک ملک پر فالبض ہوجاتا ہے اور خود سلطان کے مقابلے میں اپنی قدرت مطلق کی تصدیق کردیتا ہے کاشتکاروں سے سال میں کئی کئی مرتبہ محاصل کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ یہ لوگ جبر یہ محنت اور ادائیات

بالجنس سے عاجز آجاتے ہیں۔ ان کے مویشی ذرا سے بہانہ پر گرفتار کرلئے جاتے ہیں۔ ان کی جھونپڑیاں خزانہ کی منفعت کے لئے ضبط کرلی جاتی ہیں اور ان کو اپنی محنت کا کوئی صلہ نہیں ملتا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ایسے لوگوں کے لئے، جو ان پر ظلم کرتے ہیں، اپنے خون کو پانی کی طرح بہانا چھوڑ دیتے ہیں۔ وہ قزاقی کا پیشہ اختیار کرلینے میں اپنے لئے زیادہ نفع پاتے ہیں یا اگر ان میں بندوق اٹھانے کے لئے کافی دلیری اور جرات ہو تو وہ مال مسروقہ کے خریدار اور کوہستانی بادشاہوں کے رسد رساں بنجاتے ہیں۔ یہی ایک ایسا طریقہ ہے، جس سے وہ ان عہدہ داروں، ججوں، اور لیڈروں سے انتقام لے سکتے ہیں، جنھوں نے مسلسل ان لوگوں پر ڈاکے ڈالے تھے۔ تمام ملکوں میں جہاں بدیسی فاتحوں نے اپنی سلطنت قائم کرلی ہے، مغلوب لوگوں نے اپنے فاتحوں کے خلاف احتجاج کے طور پر قزاقی کا طریقہ اختیار کیا ہے اور اکثر صورتوں میں قزاق قومی ہیرو بن گئے ہیں جیسا کہ زمانہ قدیم کے کلفٹیز کا حال، جس کی شعراء نے خوب مدح سرائیاں کی ہیں لیکن ترکی میں قزاقی کا اصلی سبب ابتک حکومت کے نظم ونسق کی خرابی ہے۔ قزاقوں کے اکثر سرداروں کی تاریخ کے آغاز میں ناانصافی اور انتقام کی ایک زبردست خواہش کا وجود پایا جائیگا۔

ملک کی معاشی اور اخلاقی حالت قزاقی کی سرسبزی اور ترقی کے لئے نہایت ہی مناسب ہے۔ ولایتوں کے خاص خاص شہروں کے علاوہ، جن کو بڑی بڑی سڑکوں کے ذریعے سے ایک دوسرے سے ملا دیا گیا ہے، بعض اہم شہر ایسے بھی ہیں جو یا تو نہایت ہی خراب حالت میں ہیں یا سرے سے جن میں کوئی سڑکیں ہی نہیں ہیں، چٹیل میدانوں، گھنے جنگلوں اور پہاڑوں میں، جن سے قزاق بخوبی واقف ہیں، ان لوگوں کا تعاقب کرنا قریب قریب ناممکن ہے۔ چند آدمی یا سپاہی، جو ان کے تعاقب میں بھیجے جاتے ہیں، ملک سے واقف نہیں ہوتے اور پھر کوئی نقشے بھی نہیں ہیں۔

قزاقی میں ترقی کے دوسرے اسباب بھی ہیں۔ اول یہ کہ ترکی میں مفروریں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ یورپ میں اس پر یقین بھی نہیں کیا جاسکتا۔ عام طور پر یہ باور کیا جاتا ہے کہ ترک لڑائی کے علاوہ کسی چیز کا مطالبہ نہیں کرتے۔ سیرت کی صرف ایک سنجک میں، عثمانی قرضہ عامہ کی رپورٹ کے مطابق (جس کو اس مسئلے میں اس خطہ کے موجودہ نمک کی بنا پر

دلچسپی ہے) تین ہزار سے زیادہ ایسے مضرورین نے، جو سب کے سب یا تو قزاق ہیں یا ممنوعہ اشیاء کی تجارت کرتے ہیں۔ یہ لوگ ایک وقت میں قزاقی کا پیشہ اختیار کر لیتے ہیں، دوسرے وقت میں ممنوعہ اشیاء کی تجارت شروع کر دیتے ہیں اور جیسے حالات ہوتے ہیں یا جیسی فصل ہوتی ہے اسکے مطابق اپنے لئے مصروفیتیں تلاش کر لیتے ہیں۔ قزاقی میں ترقی کا دوسرا سبب ہے مسلمان تارکان وطن کا ورود ہے، جو یا تو حکومت عثمانیہ کے وعدوں پر بھروسہ کر کے قاف، بلغاریہ اور دبروجہ سے آگئے ہیں، یا جنکے پاس روزی حاصل کرنیکے کوئی ذرائع موجود نہیں ہیں، یا جو اس قدر مجہول الحال واقع ہوئے ہیں کہ کوئی کام نہیں کر سکتے اور چوریاں کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔

جب روسیوں نے، عثمانی افواج کے بقیۃ السیف حصے کا تعاقب کرتے ہوئے، قسطنطنیہ کی طرف پیشقدمی کی تھی تو اسوقت حکومت عثمانیہ نے مسلمانوں کو ترک وطن اور دارالسلطنت میں پناہ لینے پر اکسا کر ایک نہایت ہی شدید غلطی کا ارتکاب کیا تھا۔ سلطان کا اس سے یہ مقصد تھا کہ ایک طرف تو ان خوفزدہ اور غضبناک گروہوں کے ورود سے عیسائی آبادی کو لرزہ براندام کر دیا جائے اور دوسری طرف ان لوگوں کے مصائب کے نظارہ سے سفارتوں پر اثر ڈالا جائے۔ قسطنطنیہ اور اسکے نواح میں (.....۸) بچے، جوان، اور بوڑھے مرد اور عورتیں کھچا کھچ بھری ہوئی تھیں اور ان میں سے ایک کثیر تعداد کے پاس کھانے پینے کے کوئی ذرائع موجود نہیں تھے۔ اکثر فاقہ اور میعادی بخار میں مبتلا ہو کر مر گئے۔ جو لوگ باقی بچے انکی حالتیں تباہ تھیں، انکے چہرے زرد تھے، بھوک سے ان کا برا حال تھا اور وہ اپنی حالت پر لوگوں کو متوجہ کرنے کے لیے چیختے پھرتے تھے۔ ان لوگوں کو مسجدوں کے احاطوں، خالی عمارتوں اور ایسے مکانوں میں مقیم کر دیا گیا تھا، جو خاص اسی غرض سے حاصل کئے گئے تھے۔ مہینوں تک حکومت اسی فاقہ کش جماعت کو نہایت بے پرواہی کے ساتھ دیکھتی رہی اور پھر کہیں جا کر اس نے ایک "کمیشن پناہ گیراں" کے قیام کا ارادہ کیا، جس کا فرض یہ تھا کہ مختلف صوبجات میں مہاجرین کے لئے زمینیں مشخص کر دی جائیں۔ لیکن ایسی حالتیں کہ نہ رہنے کو مکان تھا، نہ زراعت کے لئے بیج تھا اور نہ کاشت کیلئے مویشی اس مصیبت زدہ جماعت کی زمینیں کس کام آسکتی تھیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ لوگ قزاقی میں بھرتی ہونے کیلئے ایک لازوال ذخیرہ بن گئے۔ سلطان اپنی اسی مہلک پالیسی پر قائم رہا، جو معاہدۂ برلن کے بعد اس نے اختیار کر لی تھی اور بوسنہ بلغاریہ، دبروجہ، تھسلی، اور قاف کے مسلمانوں کو ترکی میں ہجرت کرنے پر ہمیشہ اکساتا رہا۔ اس نے یہ محسوس نہیں کیا کہ وہ اسطرح اپنے دشمنوں کا کھیل کھیل رہا ہے۔ چرکسی ہجرت سے، جو سبق حاصل کیا جانا چاہتے تھے، وہ ترکی مدبرین نے بالکل بھلا دیا۔

تمام قزاقوں کے پاس جدید قسم کے جلد جلد فیر کرنیوالے ہتھیار تھے۔ یورپ میں قزاق سرداروں میں زیادہ تعداد البانیوں کے علاوہ عیسائیوں کی تھی، جو ایک حیثیت سے کلفٹیز کی روایت میں دوامیت پیدا کر رہے تھے۔ ترکی میں کوئی شخص یہ نہیں بتا سکتا تھا کہ بغاوت کہاں ختم ہوئی اور قزاقی کہاں شروع ہوئی۔ ایشیا میں تناسب اسکے برعکس تھا۔ یہاں عیسائی مصروف رکن نہیں تھے بلکہ جاسوس اور مسروقہ اشیاء کے فراہم کنندہ تھے۔ صرف ولایت عیدین میں، جو سلطنت کا نہایت ہی دولت مند اور اہم صوبہ ہے، قزاقی میں عیسائیوں اور مسلمانوں کے مابین برادرانہ تعلقات تھے اور اس اتحاد نے اس کاروبار میں کملیست پیدا کردی جو دوسری جگہ مفقود تھی۔ یہ ولایت اپنی قزاقوں کے لئے ہمیشہ مشہور رہی ہے۔ بعض قزاق کچھ ایسی عجیب و غریب شخصیتیں بن گئے ہیں کہ ان کے ناموں کو شگون کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ ان ناموں کو بزرگی اور شرافت کے خطاب کے طور پر کوہستانی تاجدار آپس میں ایک دوسرے کو عطا کرتے ہیں اور سب سے زیادہ قابل اور اہل شخص کو عطا کئے جاتے ہیں کسی دوسرے باب میں میں نے یہ بیان کیا ہے کہ کامل پاشا کے بیٹے، ریر ایڈمیرل سعید پاشا نے ولایت عیدین میں کس طرح قزاقوں کی سرداری کی تھی۔ کامل پاشا اور اس کے لائق بیٹے کے بعد قزاقی کو فرو کرنے کی خدمت قرہ سعید پاشا کے سپرد کی گئی۔ یہ ایک جوشیلا جنرل تھا اور اس نے اپنی خدمت مفوضہ کو انجام دینے کے لئے نہایت ہی ہوشیاری اور جوش سے کام لیا۔ ۲۳ جولائی کے انقلاب کے رونما ہونے سے قبل وہ اس سلسلے میں بہت کچھ کر بھی چکا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پہاڑوں میں جو قزاق حکمرانیاں کرتے پھرتے تھے وہ یکایک سحر کے ذریعے سے نابید کر دئے گئے ہیں۔ ولایت میں اب کوئی قزاق باقی نہیں رہے تھے لیکن اس کے بجائے ممنوعہ تجارت میں اضافہ ہوگیا۔ اور پھر محمود شوکت کے قسطنطنیہ پر قبضہ کرلینے کے بعد یکایک صوبہ کے تمام حصوں میں ایسی شدت کے ساتھ قزاقی ایک ساتھ پھوٹ پڑی کہ اس سے پہلے کبھی سننے میں نہیں آئی تھی قزاقوں کے گروہوں کی تعداد میں اتنا اضافہ ہوگیا کہ دسوالسی (Sceptics) بھی یہ پوچھنے لگے کہ ان لوگوں کی حمایت پر کون شخص ہے؟ دو سرداروں کو خاص طور پر پبلک پسند کرتی تھی :- کپتان انڈری، اس نام کا نصف صدی سے ایک عیسائی سردار ہوتا چلا آیا تھا، جو قزاقوں میں مشہور تھا اور شاکر جی محمد جو مسلمان تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اپنے تمام پیشروؤں کی عظمت کو گھٹا دے گا۔ وہ نہایت دلیر اور بالکل نڈر تھا۔ جب وہ انتقام لیتا تھا تو انتہا سے زیادہ ظلم کرتا تھا۔ جب وہ خوش ہوتا تھا تو بے انتہا سخاوت کرتا تھا۔ اسکے

تعاقب میں جو سپاہی اور جندارمی بھیجے جاتے تھے، انکا للکار للکار کر مقابلہ کرتا تھا۔ اس سے عورتیں اس لئے محبت کرتی تھیں کہ وہ بے انتہا حسین تھا اور کاشتکار اس پر اس لئے فدا تھے کہ وہ انکو محاصل وصول کنندگان سے پناہ اور بعض صورتوں میں محصول ادا کرنے کے لئے انکو روپیہ دیتا تھا۔ وہ نہ صرف پہاڑوں ہی کا بادشاہ تھا بلکہ میدانوں کا بھی بادشاہ تھا۔ حکومت نے اس کے سر کی قیمت الــــ ترکی پونڈ مقرر کی۔ اس نے اس کے جواب میں والی کے سر کی قیمت اعــــ ترکی پاونڈ مقرر کردی۔ اسکے خلاف (۱۵) بٹالینیں بھیجنے کا ارادہ کیا گیا۔ مگر وہ برابر حکومت کو للکارتا رہا۔ وہ ۱۹۱۲ء میں مارا گیا اور کہا جاتا ہے کہ اپنے ایک لفٹنٹ کے انتقام کا شکار بنا۔

سمندر پر بحری قزاقوں سے بھی اتنا ہی خطرہ تھا جتنا کہ خشکی پر ان ڈاکوؤں سے یہ قزاق بحر اسود مارمورا، اور دار دانال میں پائے جاتے تھے "ہر سال عثمانی مجموعۃ الجزائر اور پروپانطوس کے ساحلی مواضعات سے متعدد جہاز ملکی پیداوار۔ پھل، ترکاری، اسفنج، تیل، شراب وغیرہ لیکر قسطنطینہ آتے تھے۔ اور جب اپنے مال کو فروخت کرکے یہ لوگ خوش خوش اپنے اپنے گھروں کو واپس جاتے ہوتے تھے کہ یکایک انکے سامنے ایک جہاز آتا تھا، جسمیں مسلح ڈاکو بھرے ہوتے تھے۔ مدافعت بالکل بیکار تھی تمام مال و دولت چھین لیا جاتا تھا۔ جہاز کے مسافر قتل کردئے جاتے تھے اور جرم کے نشانات کو ناپید کردینے کی غرض سے جہاز غرق کردئے جاتے تھے۔" ہر جگہ سے مرکزی حکومت کے پاس ان واقعات کے متعلق شکایتیں آنے لگیں مگر انکا کوئی اثر نہیں ہوا اور حکومت اسی طرح ساکت و صامت رہی۔ عہدہ داروں کے جمود و سکوت میں ذرا بھی کسی طرح خلل واقع نہیں ہوا۔ زیادہ سے زیادہ انھوں نے یہ کیا کہ جرائد میں اس مضمون کا ایک اعلان شائع کرادیا کہ بحری اور بری قزاقوں کے تمام افسانے سلطنت کے دشمنوں کے ایجاد کئے ہوئے ہیں۔

قسطنطنیہ کی کانفرنس میں، جو ۷۷-۱۸۷۶ء کے جنگ ترکی و روس کے قبل واقع ہوئی تھی، حکومت عثمانیہ نے نمونۃً ایک جندارمہ کے قیام کے متعلق اپنے ارادہ کا زور و شور کے ساتھ اعلان کیا تھا۔ اس کی تنظیم کے لئے انگریزی افسروں کے ایک اسٹاف کے ساتھ کرنل باقر کو منتخب کیا گیا تھا اور وہی اسکا افسر اعلیٰ بنایا جانے والا تھا۔ یہ جندارمہ کبھی وجود میں نہیں آیا اور باقر پاشا اور اس کے افسر اپنی اسکیم کے نفاذ کا بیفائدہ انتظار کرتے رہے۔ ۱۸۸۱ء میں اکثر افسروں کو برطرف کردیا گیا اور باقر پاشا نے ترکی سے بددل ہوکر خدیو کی ملازمت اختیار کرلی۔ عبدالحمید کے زمانے میں وزارت حربیہ میں جندارمہ کی تنظیم جدید کیلئے ایک کمیشن کا قیام عمل میں آیا تھا لیکن اس کے

چاہے کتنے ہی اجلاس کیوں نہ منعقد ہوئے ہوں، صورت حال میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوا۔

اصلاحات مقدونیہ کے متعلقہ مرزطاغی نظام العمل کے نفاذ کے سلسلے میں ایک جنڈآرمہ کی جسکو کہا تو مشترک جاتا تھا مگر جس میں در اصل صرف مسلمان ہی مسلمان تھے، سالونیکا منستیر اور کسافو کی تین ولایتوں کیلئے ابتداً اطالوی جنرل ڈی جیارجس اور پھر جنرل کاؤنٹ ڈی روبی لینٹ کے ماتحت یوروپین افسروں نے تنظیم کی تھی۔ انقلاب جولائی کے موقع پر جدید تنظیم یافتہ جنڈآرمہ (۷) بٹالینوں پر مشتمل تھا، جن کے بجملہ (۴) سالونیکا میں تھیں، (۲) منستیر میں اور (۱) اسکوپ میں۔ ان بٹالینوں (۴,۰۰۰) آدمی قابل جنگ تھے جنکے منجملہ ایک ربع کیلئے (۱۸۵) افسروں کے ماتحت، جنمیں سے (۱۱۸) معروف فوج میں سے لئے گئے تھے اور (۲۷) نان کمیشنڈ افسر تھے، جنھوں نے سالونیکا کے مدرسہ میں افسروں کے نصاب کی تکمیل کی تھی گھوڑے بھی مہیا کئے گئے تھے۔

۱۵ راپریل ۱۹۰۹ء کو ایک جوابی انقلاب کی کوشش کے بعد جدید تنظیم یافتہ جنڈآرمہ کا ایک زبردست دستہ قسطنطنیہ کی طرف پیشقدمی کے موقع پر اساسی لشکر کے ساتھ بھیجا گیا تھا، دارالسلطنت پر قبضہ ہو جانے کے بعد انھیں لوگوں نے اس وسیع شہر میں دوبارہ امن قیام کرنے کی نازک ذمہ داری اپنے سر لی تھی۔ جس طریقے پر انھوں نے اپنے اس فرض کو انجام دیا ملکی اور غیر ملکی دونوں قسم کے باشندوں نے اسکی مدح سرائی کی اور اس وقت سے سالونیکا کے "دو کبودیوں" کی جیسا کہ ان لوگوں کو عام طور پر کہا جاتا تھا، یونیفارم کو ایک اعلیٰ مرتبت ہر دلعزیزی حاصل ہوگئی ہے۔

مجوزہ اسکیم کے مطابق سلطنت کو جنڈآرمہ کے پانچ علاقوں میں تقسیم کیا جانے والا تھا، قسطنطنیہ، سالونیکا، سمرنا، بیروت، اور طرابزون طے یہ ہوا تھا کہ ان تمام مقامات کی کل فوج (۲۵) رجمنٹس، پر مشتمل ہوگی، جن میں (۱۸۲۶) افسر اور (۵۲,۰۰۰) نان کمیشنڈ افسر اور جنڈآرمی ہوں گے، جو (۴۴۵۰) چوکیوں پر متعین کئے جائینگے۔ ۱۹۱۱ء میں جدید تنظیم یافتہ جنڈآرمہ میں (۶۵۰) افسر اور (۱۰,۰۰۰) جنڈآرمی تھے۔ ۱۲-۱۹۱۱ء کے موازنہ میں جو گنجائشیں مہیا کی گئی تھیں ان کے لحاظ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ۱۹۱۳ء میں جدید تنظیم یافتہ جنڈرامیوں کی تعداد کم سے کم (۲) سے (۲۲) ہزار تک پہنچ جائیگی لیکن ۱۳-۱۹۱۲ء کی جنگ نے لازمی طور پر اس میں ترمیم کر دی۔ اس سلسلے میں سب سے زیادہ آرمینیہ کی طرف توجہ معطوف کی گئی تھی اور یہ تصفیہ ہوا تھا کہ اس جگہ (۱۵,۰۰۰) جنڈآرمی متعین کئے جائیں چنانچہ اس حصہ کی کمان فرانسیسی جنرل باامان کے سپرد کی گئی ہے۔

Colonel Lamouchc: " The Reorganisation of the Qttoman Gendarmenic

1904—1910"

تجارت وحرفت۔ معادن۔ ہرقلیس کی تیل کے چشمے ریلوے لائنس اور بحساب کلومیٹر ضمانتیں

تجارت وحرفت کے لیے زراعت سے کچھ کم خطرہ نہیں تھا۔ خیرالدین پاشا، عامل تونس کے وزیر اور سلطنت عثمانیہ کے وزیر اعظم نے اس سلسلے میں جو کچھ اپنی کتاب "مسلمانی حکومتوں کے لیے ضروری اصلاحات" میں تحریر کیا ہے، اس کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے:۔

"ہماری موجودہ حالت میں صرف ابتدائی پیداواریں ہمارے پاس ہیں۔ روئی اور ریشم کی کاشت کرنے والے اور مویشی کی پرورش کرنے والے تمام سال نہایت تکلیف کے ساتھ محنتیں کرتے ہیں اور سال کے آخر پر اپنی پیداواریں نہایت کم قیمت پر یوروپین لوگوں کے ہاتھ فروخت کر دیتے ہیں، جو نہایت عجلت کے ساتھ اپنی ذہانت اور محنت سے تیار کئے ہوئے سامان کو پھر انھیں لوگوں کو دس گنی قیمت پر بیچ دیتے ہیں۔ سب سے زیادہ ضروری چیزوں کے لیے اجانب کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے علوم وفنون اور مصنوعات میں ملک کی حالت پسماندگی کا اظہار ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں کہ ترکی نہ صرف اپنی ضرورتوں ہی کو پورا کر سکتی ہے بلکہ دوسرے ملکوں کے لیے بھی بہت سی چیزیں مہیا کرنا اس کے امکان میں ہے، وہ ہر چیز باہر سے خریدتی ہے۔ گروزروں اور توپوں سے لیکر، جو جرمنی، انگلستان، امریکہ اور فرانس سے آتے ہیں۔ ٹوپیوں تک، جو آسٹریا سے آتی ہیں اور عورتوں کے شال تک، جو سوئیٹزرلینڈ سے آتے ہیں، ترکی یوروپین صنعت کی مرہون منت ہے۔ ملک میں دیسی صنعتوں کو رواج دینے کی تمام

کوششیں ایسی حالت میں قطعی ناکامیاب ثابت ہو چکی ہیں کہ یا تو خود ترکوں نے اس قسم کی کوششوں کا آغاز کیا تھا یا ان کی زیر ہدایت ان کوششوں کا آغاز کیا گیا تھا۔ خود وہ خالص صنعتی کاروبار بھی، جن کا یوروپین لوگوں نے آغاز کیا تھا، ایک بڑی حد تک اس لئے سرسبز نہیں ہو سکے کہ ان کی ترقی میں بہت سی رکاوٹیں حائل تھیں۔ ذیل میں ایک مثال اس طریقے کی درج کی جاتی ہے جس کو ترکی میں صنعت و حرفت کی ترقی اور ہمت افزائی کا ذریعہ تصور کیا جاتا تھا:۔

عبدالحمید نے یلدیز کی ایک عمارت میں ایک پروسیلین فیکٹری قائم کی تھی جس کے لیے سول لسٹ کی وزارت نے لیموجیس (Limoges) کے بعض صناعوں اور ایک پینٹر، ام نارکسی کو ملازم رکھا تھا۔ اگرچہ ترکی افسروں نے جو اس کے متعلق کچھ واقفیت نہیں رکھتے تھے، اس کا نہایت ہی بڑا انتظام کیا تھا تاہم فرانسیسی اسٹاف کی کوششوں سے اس کارخانے میں بعض نہایت اعلیٰ اور بہترین چیزیں تیار کی گئی تھیں۔ یہ درست ہے کہ اس کارخانہ میں جو چیزیں تیار کی جاتی تھیں وہ تجارتی اغراض کے لیے نہ تھیں بلکہ صرف شاہی محلات کے لیے تیار ہوتی تھیں۔ عبدالحمید کی معزولی کے بعد حکومت نے بجائے اس کے کہ اس کارخانے کی ہوشیاری کے ساتھ حفاظت کی جاتی اور اس طرح ملک میں ایک ایسی صنعت کا آغاز کر دیا جاتا، جس کی ضرورت تھی، کاریگروں کو موقوف کر دیا اور ان کی جو تنخواہیں چڑھی ہوئی تھیں وہ بھی ادا نہیں کیں۔ کارخانہ بند ہو گیا اور اس پر گولیاں بھی برسائی گئیں حمدی بے ناظم عجائب خانہ شاہی نے اس کارخانہ کو دوبارہ جاری کرنے کے متعلق تحریک کی مگر ایسا کرنے کے لیے سرمایہ موجود نہیں تھا۔

یہی حشر موڈل فارم کا بھی ہوا جو یلدیز میں قائم کیا گیا تھا اور چیدہ چیدہ جانور جن میں سے بعض نہایت ہی بیش قیمت تھے یا تو آپس میں تقسیم کر لئے گئے یا مذبح کو بھیجدئے گئے[1]۔

---

[1] بظاہر اس لیے کہ جبکہ ایک چیز عبدالحمید کی بنائی ہوئی تھی اس لئے وہ بالکل ناکارہ تھی۔ یہ لوگ بہت کچھ منافع کے ساتھ یلدیز کو بھی کسی ٹھیکہ دار کے نہایت آسانی کے ساتھ حوالے کر سکتے تھے کیونکہ ایسی اکثر استدعائیں

جنگلات اور معادن کے معاملے میں ترکی نہایت ہی خوش قسمت ملک ہے لیکن ۱۸۹۰ء کے سرکاری اعداد و شمار سے واضح ہوتا ہے کہ جنگلات (۱۹۲ء ۵۵ء ۵۹ء) (deunum) رقبۂ ملک پر حاوی ہیں۔ (ایک (deunum) (۹۱۹) میٹر (۳۰) سنتی میٹر کے برابر ہوتا ہے) گویا سلطنت کا (۲۴) فی صدی رقبہ جنگلات ہے۔ جنگلات میں لکڑی کی (۱۵) قسمیں پائی جاتی ہیں جن کے منجملہ خاص خاص یہ ہیں:- شاہ بلوط۔ نارون۔ سارس۔ چنار۔ صنوبر۔ کاج، شیشم۔ غوشہ، بلوط، کورنل، اہر گردگان، شمشاد وغیرہ۔ اس میں شک نہیں کہ آٹھ کروڑ پچاس لاکھ دونم کا جو رقبہ ظاہر کیا گیا ہے، اس میں کسی قدر تخفیف ہو سکتی ہے کیونکہ بعض مقامات پر جنگلات کے بجائے اب چھوٹے درخت اور جھاڑیاں لگا دی گئی ہیں تاہم ترکی میں اب بھی اس قدر کافی جنگلات موجود ہیں کہ وہ تمام یورپ کے لیے عمارتی لکڑی فراہم کر سکتی ہے۔ بدقسمتی سے ترکی میں اس کاروبار کے کھولنے کی کسی بدنیتی کی وجہ سے نہیں بلکہ نادانی کی وجہ سے بالکل قابلیت نہیں ہے ہر سال آگ ہزارہا ایکڑ جنگل کو تباہ کر دیتی ہے۔ بالعموم گدڑیے آتش زدگی کے بانی ہوتے ہیں جس سے ان کا یہ مقصد ہوتا ہے کہ آئندہ سال ان کی بھیڑوں کے لیے گھاس پیدا ہو جائے اس کے متعلق جو قوانین ہیں، وہ حرف غلط کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس قسم کی خرابیوں کے انسداد کے لیے جو کمیٹیاں مقرر کی گئی تھیں، انھوں نے بہت ہی کم کام کیا ہے۔ جو مدرسۂ جنگلات قائم کیا گیا تھا، اس نے اب تک کوئی اہم نتائج مرتب نہیں کئے ہیں اور وہ اس وقت تک کچھ نہیں کر سکے گا۔ جب تک کہ حکومت کو اپنے موجودہ طریقوں پر اصرار ہے۔ اس اثنا میں آگ اپنے عمل تباہی میں مصروف ہے اور جنگل مٹے جا رہے ہیں بالخصوص اس لیے کہ چاندی، سیسہ، لوہا، تانبہ، پارہ وغیرہ کثرت سے موجود ہے لیکن ان چیزوں کو بالعموم زمین کے نیچے کے طبقوں ہی میں چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ایشیا کے

بقیہ حاشیہ گزشتہ:- کی گئی تھیں مگر انھوں نے اس کے عظیم الشان گرمی خانوں اور باغوں کو تباہ کر دینے کے بعد، جو سلطان کے خاص باغبان، ام ہنری کے جو فرانسیسی تھا، بنائے ہوئے تھے، اس کو خالی پڑا رہنے دیا۔

معادن سے کم و بیش (۰۰۰ر۴ر۶۹) کلوز (kilos) چاندی ؛ (۰۰۰ر۷۶ر۱) کلوز سیسہ (۱۲۰۶۰۰) کلوز تانبہ برآمد ہوتا ہے۔ اوجی ترکی بھٹیوں کی تعمیر نہایت ناقص ہے اور دھاتوں کو ڈھالنے کے طریقے اب تک ابتدائی حالت میں ہیں۔" اوسطاً کہا جا سکتا ہے کہ چاندی، تانبے، اور سیسے کی گلانے اور صاف کرنے میں ترکی ماہران فلزیات چاندی میں (۳۲) فی صد تانبے میں (۱۲) فی صد سیسے میں (۴۰) فی صد مال ضائع کر دیتے ہیں۔ چونکہ ایشیائے کوچک سے ہر سال مختلف دھاتوں کے (۰۱ ر۸۰ ر۷۷ ر۲۰) کلوز برآمد ہوتے ہیں اس لیے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سالانہ مختلف دھاتوں کے (۰۰۰ر۰۰ر۴) کلوز ضائع جاتے ہیں[1]۔ کوئلے کی کانیں سب کی سب اتنی ہی زرخیز ہیں اور ان سے اتنی ہی غفلت کی جاتی ہے۔ اناطولی میں ترکی کے قبضے میں ایک وسیع معدن زغال ہے، جو بحر اسود کے سواحل پر، اریغل (Eregle) کے کناروں میں؛ جس کو قدیم زمانے میں پان ٹگ ہریکلیوم کہتے تھے اور زنگولداک میں خدا جانے کہاں کہاں تک پھیلی ہوئی ہے۔ ایک عرصہ تک ہریکلیوم کا کوئلہ بدنام رہا ہے۔ یہ کوئلہ دھواں بہت دیتا تھا۔ اس سے کافی گرمی پیدا نہیں ہوتی تھی اور جلدی خراب ہو جاتا تھا لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ کوئلہ نہایت اعلیٰ قسم کا ہے اور کارڈف کے کوئلے سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ چنانچہ معادن زغال میں ایک فرانسیسی انجینیر کے تجربوں سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ اس انجینیر کا اپنے تجربات کی تکمیل کے چند سال بعد جبکہ وہ ڈویژنل جنرل (لیکاق پاشا) بنا دیا گیا تھا، اس کا انتقال ہو گیا۔

یہ تحقیق ایک زبردست فرانسیسی سرمایہ دار، ام مینیل کے مقاصد کے لیے عمل میں لائی گئی تھی، جس نے ہریکلیوم کی تمام کانوں کا ٹھیکہ لینے کی درخواست کی تھی اس وقت تک سلطنت عثمانیہ پر جرمنی کے اثرات حاوی نہیں ہوئے تھے اور یہ معاملہ تقریباً طے ہو چکا تھا کہ ایک بھونڈے اخباری قضیے نے جو فرانس میں شروع ہوا تھا، اس کو ناکامیاب بنا دیا۔

لفٹننٹ کرنل پال مینیل، ام مینیل کے بیٹے کے قسطنطنیہ میں۔ ملٹری اتاچی مقرر

---

[1] Admiral Tchithatcheff.

کیے جانے پر پاریس کے انتہائی یسار کے جرائد جماعت مخالف نے اس رسوائی پر ایک ہنگامہ مچا دیا اور اس بات پر اپنے غم و غصہ کا طوفان برپا کر دیا کہ اس نامزدگی کا مقصد یہی ہو سکتا ہے کہ جلد از جلد وہ فرمان حاصل کرنے کے لیے جس کی بنا پر ہرقلیوم کی معادن زغال کا ٹھیکہ عطا کئے جانے والا تھا، سلطان پر دباؤ ڈالا جائے اس بات کا اتنا بڑا بتنگڑ ابنایا گیا کہ آخر کو لفٹننٹ کرنل مینیل کا تقرر ہی منسوخ کر دیا گیا۔ فرانسیسی حکومت کے اس فیصلے کی یلدیز میں یہ تعبیر کی گئی کہ ام مینیل کو اس کی حکومت نے عاق کر دیا ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ فرانسیسی حکومت کے مخالفین کی سازشیں بھی شروع ہو گئیں اور نتیجہ یہ ہوا کہ جو رعایت عطا کی جانے والی تھی اس سے انکار کر دیا گیا ام مینیل نے کچھ عرصے کے بعد اس مسلئے کو دوبارہ تازہ کرنے کی بے انتہا کوشش کی مگر اب اس کو جرمنی کی پوشیدہ مخالفت کا سامنا کرنا پڑا جس نے ترکی میں اپنا اثر قائم کر لیا تھا۔ بالآخر اس کی موت نے اس مہم کا، جو ترکی میں فرانسیسی مفادات کے لیے اس قدر نفع بخش ہوتی، ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا۔

اب فرانسیسی سرمایہ داروں، آٹومان بنک اور مقامی بنکروں کی ایک کمپنی قائم ہو چکی ہے، جس نے زنگولداک میں ایک قلعہ تعمیر کیا ہے اور مختلف معادن میں کام شروع کر دیا ہے، جن میں سے کچھ سول عہدہ داروں کے مملوکہ ہیں؛ کچھ امارت بحری کی اور کچھ شخصی ملک ہیں، جن کے مالکوں نے ان میں کام کرنے کے حقوق عطا کر دیے ہیں۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء میں ہرقلیہ کے تمام معدنی زغال کو ایک فرانسیسی سنڈیکیٹ کے تفویض کر دینے کے متعلق دوبارہ سوال اٹھایا گیا تھا اس کا صدر ڈائرکٹر آف دی ایجی جنرل آف ڈی ریلویز اینڈ ڈی آٹومان بنک، کاونٹ وٹالی تھا۔ اس کام کی ابتدا نہایت خراب ہوئی تھی اور یہ کوشش ایک ایطالوی سازش کی بنا پر ناکام رہی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہرقلیہ کا کوئلہ جرمنی کے حصے میں آنے کے لیے مقدر ہو چکا ہے، جو نہایت تحمل و صبر کے ساتھ میدان میں آنے کے لیے صحیح وقت کے آنے کی منتظر تھی۔ اناطولی کی ریلوے سوسائٹی کو اسمد و انقرہ کی لائن پر عدہ بازار سے بولو تک کا ٹھیکہ حاصل تھا اور سمندر تک اس لائن

میں توسیع کر لینے کی بھی اس کو اجازت دیدی گئی تھی جسے وہ اپنی سہولت کے لحاظ سے جب چاہتی بنا لیتی۔ اس رعایت میں اس کو یہ حق بھی عطا کر دیا گیا تھا کہ وہ ریلوے لائن کے دونوں جانب (۲۰) کلومیٹر کے منطقے میں تمام معادن میں، جو اس منطقے میں پائی جائیں علاوہ ایک ثلث کے حق کے، جو محفوظ رکھا گیا تھا، کام شروع کر دے۔ اس کے ساتھ جب وہ مناسب خیال کرے تو تیل کے چشموں کا انتظام بھی اپنے ہاتھ میں لے لے۔

اب رہے قابل جہاز رانی دریا اور نہریں تو ابھی ترکی میں ان چیزوں کی ابتدا کرنے کی ضرورت ہے۔ کشتی رانی سے کوئی شخص واقف نہیں ہے۔ دریاؤں کے بہاؤ کو مرتب کرنے کے لیے، جنھوں نے غفلت کی وجہ سے تباہی خیز سیلابوں کی صورت اختیار کر لی ہے اور نہروں کی تعمیر اور دلدلوں کے پاٹنے کے لیے اس سے زیادہ رہبہ کی ضرورت ہے، جو ترکی نظم ونسق کی ترکیبی خرابیوں کے بعد بچا ہے۔ اسی طرح اسکیموں اور مفکورات کے نفاذ میں باب عالی کی منظوریات کے مسلسل آتار چڑھاؤ سے زیادہ استقلال سے کام لینے کی ضرورت ہے۔

جس حد تک ریلوں کا تعلق ہے سلطنت کی حالت بہتر ہے اور اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہ سب معزول سلطان کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ زیر تعمیر ریلیں حسب ذیل ہیں:-

(۱) یورپ میں:- (۱) مشرقی ریلوے سسٹم:-

قسطنطنیہ تا مصطفی پاشا: (۳۵۶) کلومیٹر[1] جو دار السلطنت کو بلغاری اور سربی ریلوں کے ذریعے سے یوروپین سسٹم سے ملاتی ہے۔

(۲) سالونیکا تا مناستیر: (۲۲۰) کلومیٹر۔ ۱۸۹۰ء میں ڈچشی بنک کو اس اختیار کے ساتھ عطا کی گئی کہ خواہ درازو تک خواہ عفلونہ تک اس میں توسیع کر لی جائے۔

---

[1] مشرقی ریلوے کے وہ (۲۰۶) کلومیٹر میں جو بلغاری علاقے میں واقع ہوئے تھے، ۱۹۰۸ء کے بعد سے اب تک کمپنی نے لائن تعمیر نہیں کی ہے۔ سالونیکا تا متروفیز کا اور اسکوب تا زیبانشی کی ریلیں اب سربیوں اور یونانیوں کے قبضے میں ہیں۔

یہ لائن اب سربیوں اور یونانیوں کی ملک ہے۔

(۳) سالونیکا جنکشن تا قسطنطنیہ: (۵۱۰) کلومیٹر (۵۸۹)؛ اس کے نقاط وداعی مشرق میں فیریجیک اور مغرب میں قراسلو ہیں؛ ۱۸۹۲ء میں ایک فرانسیسی انجمن کے نام منظور ہوئی۔ یہ لائن کوہ رودپ کے ساتھ ایک متوازی خط قائم کرتی ہے اور دشمن کے اچانک حملے سے محفوظ رکھنے کی غرض سے اس کو تاحد امکان ساحل سے دور تعمیر کیا گیا ہے۔ لیکن ایک موقع ایسا ہے جہاں سے اسکو اڈرن کی توپوں سے اس کو آسانی کے ساتھ مسمار کیا جا سکتا ہے۔ یہ ایک خالص جنگی لائن ہے اور اس کی تعمیر سے مقصد یہ تھا کہ سمندر کا راستہ اختیار کرنے پر مجبور ہوئے بغیر ترک قسطنطنیہ سے مقدونیہ اور البانیہ کو فوجیں بھیج سکیں۔ اجازت میں تین ذیلی لائنوں کا حق انتخاب عطا کیا گیا تھا؛ لیگوز تا گملجینہ؛ سریس تا اقریدہ؛ وادیٔ میستہ دریا کے برابر برابر جمعہ کی طرف۔ اب یہ یونانیوں اور بلغاریوں کی ملک ہے[۱]۔

(ب) ایشیائے کوچک میں:- (۱) سمرنا تا عیدین وعیدین تا دینار؛ ۱۸۵۶ء میں ایک انگریزی انجمن کو دی گئی؛ (۳۷۶) کلومیٹر (۵۰۹) اصل لائن اور (۱۳۹) کلومیٹر (۱۹۱) کی سات ذیلی لائنیں۔ ابتدائی رعایت، جو (۵۰) سال کے لیے دی گئی تھی اس میں کمپنی کو اصل مشغول کے (۶) فی صدی مع (۲۰۰،۰۰۰) ترکی پاؤنڈ کی حد غایت کی ضمانت دی گئی تھی۔ لیکن تکمیل کار کے لیے جو چار سال کی میعاد مقرر کی گئی تھی اس کی پابندی نہیں ہوئی۔ ۱۸۶۱ء اور ۱۸۶۳ء کی رعایتوں کے ذریعے سے ضمانت شدہ سرمایہ کو بڑھا کر (۱،۷۴۸،۰۰۰) ترکی پاؤنڈ کر دیا گیا اور مشکل مقامات سے بچنے کے لیے راستے میں ترمیم و تنسیخ کر دی گئی۔ ۱۸۶۶ء میں سمرنا تا عیدین کی لائن صورت پذیر ہوگئی لیکن کام شروع کر دینے کے بعد کمپنی ضمانت کے متعلق سلطنت کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں کر سکی۔ بہرحال ۱۸۸۹ء میں اس کا آخری تصفیہ ہوگیا اور ایک معاہدے کی رو سے کمپنی کو وادیٔ میاندر میں توسیع کی اجازت مل گئی۔ ۱۸۸۸ء میں دینار

---

[۱] اگرچہ یہ ریلیں ترکی کے قبضے میں نہیں ہیں تاہم ان کا عثمانی ریلوں کے ضمن میں تذکرہ کیا جانا ضروری ہے کیونکہ ان کی بنا پر ان مکالمتوں کا آغاز ہوا تھا جن میں باب عالی بھی شریک تھی۔

تک اس میں توسیع ہو گئی۔ معاہدہ مذکورہ نے رعایت کی معیاد میں (۲۵) سال کی اور توسیع کردی مگر سلطنت نے اس مدت کے لیے سود کے متعلق کسی قسم کی کوئی ذمہ داری نہیں لی۔ ۱۹۰۶ء میں ایک نئے معاہدے کی رو سے اس لائن کو دینار سے اغزدیر تک بڑھا دینے اور بوردور تک ایک شاخ کھولنے کی اجازت مل گئی۔

(۲) سمرنا تا قصبہ اور اس کی متعلقہ توسیعات: (۴۲۰) کلومیٹر اصل لائن کے؛ (۹۱) کلومیٹر (۷۰۳) میگنیشیا تا سما کی لائن کے اور (۴) کلومیٹر (۸۲۰) ذیلی جنکشن، برنبات کے۔

ابتدائی رعایت، جو ۱۸۶۳ء میں ایک انگریزی کمپنی کو عطا کی گئی تھی، صرف سمرنا تا قصبہ کی لائن (۹۳) کلومیٹر پر مشتمل تھی، جس کو ۱۸۶۶ء میں منسوخ کر دیا گیا۔ ۱۸۷۲ء سے ۱۸۷۵ء تک باب عالی نے اپنے اخراجات سے قصبہ تا علا شہر تک کی لائن تیار کر لی۔ باب عالی نے اس لائن کے متعلق کمپنی کو اس شرط پر رعایت عطا کر دی کہ وہ اپنی کلومیٹرک گارنٹی سے، جس کا اس کو حق حاصل تھا، دست بردار ہو جائے اور یہ کہ اس کی رعایت کی مدت (۹۹) سال کے اندر مقرر کی جانی چاہیئے، جس پر ۱۳ر مارچ ۱۸۹۱ء کو مزید غور کیا جائے گا۔

۱۸۸۸ء کے ایک دوسرے معاہدے کے ذریعے سے کمپنی کو سما سے میگنیشیا تک کی لائن مل گئی۔ ۱۸۹۳ء میں قصبہ کی متعلقہ تمام ریلوے لائنیں اس اجازت کے ساتھ ایک فرانسیسی کمپنی کو بدیں شرط کہ وہ پرانی کمپنی کو (۳۶) ملین فرانکس ادا کر دے دیدی گئیں کہ وہ عافیوں سے قرہ حصار؛ (۲۵۲) کلومیٹر تک اس میں توسیع کرلے۔

۱۹۱۰ء میں سمرنا تا قصبہ کی انجمن کو کلومیٹری ضمانت کے بغیر پروپانطوس پر سما سے پندرمہ تک لائن تعمیر کرنے کی اجازت مل گئی۔ (۱۹۰) کلومیٹر کی لائن ۱۲ر دسمبر ۱۹۲۲ء کو حوالے کر دی گئی۔

(۳) اناطولی کی ریلوے لائنیں: حسب ذیل شاخوں پر مشتمل ہیں:-

حیدر پاشا تا اسمد (۹۳۱) کلومیٹر (۱۵۰)؛ اسمد تا انقرہ (۴۸۵) کلومیٹر (۵۶۱)، اسکی شہر تا قونیہ (۴۴۴) کلومیٹر۔

۱۸۷۵ء سے ۱۸۷۶ء تک حکومت نے اپنے صرفے سے حیدر پاشا تا اسمد کی لائن تعمیر کر کے اس کو اجارے پر دیدیا تھا۔ ۱۸۸۷ء میں یہ لائن انقرہ کی شاخ کے ساتھ ڈائشی بنک کو عطا کر دی گئی۔ پوری لائن دسمبر ۱۸۹۲ء میں دیدی گئی۔

فروری ۱۸۹۳ء میں ڈائشی بنک کو اس لائن میں انقرہ سے قساریہ (۴۱۰) کلومیٹر تک توسیع اور اسک شہر سے قونیہ تک ایک ذیلی لائن تعمیر کر لینے کی اجازت مل گئی۔ یہ ذیلی لائن قدیم زمانے کے دوریلی سے شروع ہو کر، جو اسمد تا انقرہ کی لائن پر ہے، قتاہیہ، عافیوں اور قرہ حصار ہوتی ہوئی زمانۂ قدیم کے آئی کونیم پر ختم ہوئی ہے۔ اس شاخ کی تعمیر ۱۸۹۸ء میں پوری ہوئی۔ اب رہی انقرہ تا قساریہ کی لائن تو مئی ۱۸۹۳ء میں ڈائشی بنک نے اس بنا پر اس سے دست برداری دیدی کہ یہ ایک نہایت ہی مشکل کام تھا۔ کمپنی نے خلیج سبانجہ پر ادا بازار سے بحر اسود پر ہرقلیہ تک، جو اناطولی کے معادن زغال کا مرکز ہے ایک ذیلی لائن کی تعمیر کے متعلق اپنے حقوق کو محفوظ رکھا، جس کی مسافت تقریباً (۱۳۰) کلومیٹر ہے۔

(۴) مدانیہ تا بروصہ؛ (۴۱) کلومیٹر (۲۸۰)؛ چھوٹی پٹری؛ ۱۸۹۱ء میں ایک فرانسیسی کمپنی کو عطا کی گئی اور جون ۱۸۵۲ء میں آمد و رفت کے لیے کھلی۔ اسی رعایت دار کو پرہ پانطوس پر قونیہ میں پندارمہ سے تقریباً (۷۰۰) کلومیٹر کی ایک اور لائن کی بھی اجازت ملی تھی لیکن ایک ایسے اہم اور ایسے پیچیدہ کام کے لیے جس سرمایے کی ضرورت تھی وہ اس سے فراہم نہ ہوسکا۔

(۵) مرسینا تا طرسوس تا ادانہ؛ (۶۷) کلومیٹر؛ ۱۸۸۵ء میں ایک انگریزی و فرانسیسی کمپنی کے تفویض کی گئی؛ ۱۸۸۶ء میں تعمیر کے لیے سپرد کی گئی۔ ۱۸۹۲ء میں کمپنی نے ایک چھوٹی سی ذیلی لائن کی عدن سے عرقی تک؛ (۹۲) کلومیٹر؛ تعمیر کی اجازت چاہی لیکن یہ اجازت اس کو نہیں دی گئی۔ اس کمپنی کے تمام حصص آج بغداد ریلوے کمپنی کی ملک ہیں۔ یہ لائن بحر اسود کی طرف جانے والی ایک اور عظیم الشان ریلوے لائن کا پیش خیمہ بننے والی تھی لیکن جب کبھی بیبیر دن ایوین دے وان دیر، صدر مجلس انتظامی نے اس میں توسیع کرنے کے متعلق گفت و شنید کا سلسلہ شروع کیا، جرمنوں نے جو پہلے ہی سے بغداد ریلوے کا خیال قائم کر چکے تھے،

اس کی مخالفت کی۔ اس کی تمام کوششیں رائگاں گئیں خصوصاً اس لیے کہ یہ ایک شخص واحد کی کوششیں تھیں درآنحالیکہ اس کے مخالفین کی حمایت پر ہمیشہ جرمن حکومت اور قیصر موجود تھا۔ وہ تمام لوگ، جو کچھ دنوں کے لیے ترکی میں رہ چکے ہیں اور جنھوں نے تمام باتوں کا غور سے مطالعہ کیا ہے، جانتے ہیں کہ صورت حال یہی تھی۔ ایک مرتبہ بہرحال کمپنی کو یہ خیال ضرور ہو گیا تھا کہ وہ کامیابی سے ہم قریں ہے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ سر عسکرات بے انتہا اہمیت رکھنے والے فوجی اسباب کی بنا پر اس لائن میں دیار بکر تک توسیع کر دینے کی حامی و مؤیّد تھی۔ دیار بکر ایشائی ترکی کا مرکزی فوجی بنگاہ ہے، جہاں سے ہر سمت میں فوجیں بھیجی جا سکتی ہیں۔ ارض روم سے صرف ایشیائے قریب ہی پر نگرانی رکھی جا سکتی ہے اس لیے کہ یہ ذرا باہر کی طرف واقع ہے۔ جرمنی کے امتناعی حکم نے بہرحال اس تجویز کو روبعمل نہیں آنے دیا۔

قونیہ تا بغداد کی لائن کے جرمنوں کو مل جانے پر مرسینا تا ادانہ کی لائن کیلیے کوئی مستقبل باقی نہیں رہا کیونکہ نئی لائن ادانہ کے تمام عقبی ملک پر حاوی ہو جانے والی تھی مرسینا تا ادانہ کی لائن کے لیے بیکاری میں مبتلا ہو کر مٹ جانا مقدر ہو چکا تھا۔ برخلاف اس کے اگر یہی لائن جرمنوں کے قبضے میں ہوتی تو اس سے بڑے بڑے کام نکل سکتے تھے کیونکہ اس کے توسط سے وہ سمندر کے ساتھ رسل و رسائل کا راست سلسلہ کھول سکتے تھے اور مرسینا اسکندرون کی رسد رسانی کر سکتا تھا۔ اسردنی؛ قرمانیہ؛ اور سلیشیا کی پیداوار قسطنطنیہ اور دمشق شہر کا چکر لگانے کے بجائے ادانہ اور مرسینا سے سیدھی بھیجی جا سکتی تھی۔ لہٰذا ڈوئشی بنک (Deutschi Bank) نے سنہ ۱۹۰۶ئہ میں مرسینا تا ادانہ کمپنی کے تمام حصص خرید لیے۔ اس صورت حال کے خلاف بعض فرانسیسی جرائد نے، جنھوں نے مشرقی امور کا مطالعہ کیا ہے، زبان کھولی ہے مگر یہ کس کا قصور تھا۔ اس فرانسیسی مہم کی ناکامی اکثر دوسری فرانسیسی مہمات کی طرح جن کی پبلک یا ورکی طرف سے کوئی حمایت نہیں کی گئی تھی، ناکامی لازمی تھی حصہ داروں نے بہت اچھا کیا کہ تمام حصص فروخت کر دیے اور اپنا روپیہ تباہ ہونے سے بچا لیا۔ پھر برا ماننے کی اس لیے بھی کوئی وجہ نہیں ہے کہ بغداد ریلوے خاص کر فرانسیسی روپیہ سے تعمیر کی گئی۔ فرانسیسی بنکوں کو یہ سمجھنا چاہئے کہ اپنے

جرمانی رفیق، ڈوئشی بنک کے لیے پیرس کے بازاروں میں اچھا ڈوو دے دی تھی۔

(۶) سمرنا تا درہ دانیال۔ اسمر پر ہوتی ہوئی اس کی ایک شاخ قرہ لبنہ تک جاتی ہے۔ اس کا طول ساڑھے چار سوسے پانچسو کلو میٹر تک ہے۔ پٹری چھوٹی ہے۔ جنوری ۱۹۱۴ء میں اس ریل کی تعمیر کا ٹھیکہ (۹۹) برس کے لیے پیرس کی آمنیوم سوسائٹی کو دیا گیا تھا۔

(ج) عراق و ایشیائے کوچک:- بغداد ریلوے۔ ۵ مارچ ۱۹۰۳ء کو اناطولین ریلوے کمپنی یا بہ الفاظ دیگر ڈوئشی بنک کو عطا کی گئی۔

یہ لائن صرف دو مقامات سے شروع کی جاسکتی تھی۔ شمال میں انگورہ سے اور جنوب میں قونیہ سے شمالی نقطے سے اس لائن کو تعمیر کرانے میں بڑی بڑی دشواریاں پیش آتیں اور بہت دور تک لائن کو تعمیر کرنا پڑتا۔ لیکن اسکے ساتھ ساتھ ترکی کو بہت سے جنگی فائدے بھی حاصل ہوجاتے اور وہ نہایت ہی عجلت کے ساتھ اپنی افواج قاہرہ کو ضرورت کے وقت ارمنیہ میں مجتمع کرسکتی۔ روس نے علی الاعلان اس راستے کی مخالفت کی اور جرمنی نے اس وجہ سے اس کا کچھ لحاظ نہیں کیا کہ اس میں بہت زیادہ صرفہ پڑتا تھا۔ لہذا جنوبی راستے کو، جو قونیہ سے شروع ہوتا ہے، ترجیح دی گئی۔ ابتداءً یہ تصفیہ ہوا تھا کہ یہ لائن ادانہ ہوتی ہوئی انطاکیہ اور بریجک تک لے جائی جائے جہاں سے فرات، عرفہ جس کو قدیم زمانے میں ایڈیسی کہتے تھے، اور دیار بکر کی جہاز رانی شروع ہوگی اور پھر یہ لائن دجلہ کو عبور کرکے موصل تک پہنچ جائے۔

موصل سے یہ لائن دریا کے بائیں جانب کنارے کنارے فرات اور دجلہ کے سنگھم تک جائے گی اور اس طرح بصرہ جا پہنچیگی۔ ۵ مارچ ۱۹۰۳ء کے معاہدے میں یہ قرار پایا تھا کہ یہ لائن قونیہ سے شروع ہوکر قرامان اور اریغلی کو عبور کرے اور پھر طورس کے کوہستانی سلسلے کو عبور کرتی ہوئی ادانہ آپہنچے۔ یہاں سے پھر وادی جیحون جس کو قدیم زمانہ میں پائی رے موز کہتے تھے، کی طرف بڑھ جائے اور مشرق کی طرف چکر کھا کر ہامانیہ، قرنلی، تلیس اور طل جبش پر سے گزرتی ہوئی بریجک کے جنوب میں (۲۰) کلو میٹر کے فاصلہ پر فرات سے آملے۔ فرات کے عبور کرنے کے بعد

پھر شمال اور مشرق کی طرف بڑھادی جائے اور حاران ، نیشہر ، اور عفنیات پر سے گزرتی ہوئی موصل آپہنچے اور یہاں سے جنوب کی طرف دجلہ کے سیدھے کنارے پر ہوتی ہوئی بغداد کو چلی جائے۔ بغداد سے ایک خمیدہ خط قائم کرتی ہوئی فرات تک جائے، جسے یہ مشیب، ریگستان نجف، جو شیعوں کی زیارت گاہ ہے، زبیر اور بصرہ پر عبور کرتی ہے (۹)۔ زبیر سے ایک شاخ ایک ایسے نقطے تک جس کے متعلق بعد میں تصفیہ کیا جانے والا تھا، سیدھی خلیج فارس کو جانے والی تھی۔

اس اصل لائن کی تین شاخیں ہیں:۔

طل حبش سے حلب تک۔ ایک ایسے نقطے سے، جس کا اب تک تعین نہیں کیا گیا ہے، عرنہ تک۔ سدیجی سے، جو دجلہ پر ہے، فارسی سرحد کے قریب عراقین تک۔

اناطولین ریلوے کمپنی کو اس کے علاوہ انھیں شرائط تعمیر و تکمیل پر (exploitation) جو اصل لائن کے متعلق اس کو حاصل ہیں، انطاب ؛ مراش ؛ بریجک ؛ مردین ؛ اربیل ؛ اور ہٹ تک شاخوں کا حق شفعہ بھی حاصل ہے۔ یہ آخر الذکر غالباً طغریت سے روانہ ہوگی اور عراق (میسوپوٹیمیا) کے زرخیز ترین مقامات میں سے ایک مقام کو عبور کرتی ہوئی فرات پر اصل لائن سے دوبارہ جا ملے گی۔

معاہدہ اور کتاب قواعد کی رو سے ریلوے لائن دو دو سو کلومیٹر کی شاخوں پر منقسم ہے اور یہ طے کیا گیا ہے کہ آٹھ سال میں پوری لائن مع اپنی شاخوں کے مکمل کر دی جائے۔ لیکن مستثنیات کی اس قدر کثرت کے ساتھ پیش بندی کی گئی ہے کہ جرمنی جتنی مدت میں چاہے اس کی تعمیر کر سکتا ہے۔ جو شاخیں اب تک تعمیر کی گئی ہیں وہ جداگانہ تین لائنیں قائم کرتی ہیں اور اور یہ لائنیں اس وقت تک ایک دوسرے سے نہیں ملائی جائیں گی جب تک کہ سسلی تاطور (cicialin Taurus) اور اماموز کی لائنیں مکمل نہ ہو جائیں۔

جو شاخیں مکمل ہو چکی ہیں وہ حسب ذیل ہیں:۔

پہلی لائن :۔ سلیشیائی طور کے مغرب میں۔ قونیہ تا بلغوراو، (۲۰۰)

کلومیٹر۔ بلغور لو تا الو کچلہ، (۳۷) کلومیٹر۔ الو کچلہ تا قرہ بنور، (۶۳) کلومیٹر (۱۱۲)۔
دوسری لائن:۔ اداانہ کا میدان، طور اور اماموز کے مابین۔ ڈورک تا ادانہ تا عثمانیہ، (۱۴۱) کلومیٹر (۷) ادانہ تا مرسینا، (۶۷) کلومیٹر۔ تپرا کالی تا اسکندرانہ، (۶۰) کلومیٹر۔
تیسری لائن:۔ اماموز اور فرات کے مابین۔ رجوس تا حلب تا یرابلیں، (۲۰۲) کلومیٹر (۷) توقع ہے کہ بغداد تا سمارہ اور شمالی عراق (میسوپوٹیمیا کی طرف) یرابلوس کے آگے (۱۱۰) کلومیٹر۔ کی لائن عنقریب تیار ہوجائے گی۔
شام میں:۔ (۱) یافہ تا بیت المقدس؛ (۸۶) کلومیٹر (۶۵۹) چھوٹی پٹری۔ سنہ ۱۸۹۰ء میں ایک فرانسیسی کمپنی کو عطا کی گئی اور ستمبر ۱۸۹۲ء میں افتتاح ہوا۔

(۲) دمشق تا حمہ اور اس کی توسیعی لائن، جو مشتمل ہے۔ بیروت تا دمشق کی لائن پر؛ (۱۴۷) کلومیٹر۔ (۲۲۰۴) میٹر طویل۔ دمشقی وحورانی لائن (۱۰۰) کلومیٹر۔ دونوں (۱) میٹر (۰۵) عریض۔ ریاق تا حلب لائن؛ (۳۳۱) کلومیٹر عرض معمولی۔ پہلی دونوں لائنیں ڈسمبر سنہ ۱۸۹۱ء میں ایک فرانسیسی انجمن کو عطا کی گئی تھیں۔ اسی انجمن نے جون سنہ ۱۸۹۳ء میں دمشق سے بریجاک تک (۵۵۰) کلومیٹر کی ایک اور لائن کی تعمیر کا اجازت نامہ بھی حاصل کرلیا، جس میں طلوق تک بشرط ضرورت توسیع ہوسکتی تھی۔ ایک غیر معمولی قانون مورخہ ۱۲ر اکتوبر سنہ ۱۸۹۶ء کی رو سے دمشق تا بریجاک لائن کی تعمیر یکم جنوری سنہ ۱۸۹۷ء سے پانچ سال کے لیے ملتوی ہوگئی۔ ۲۸ر مئی سنہ ۱۹۰۱ء کے ایک اور غیر معمولی نئے قانون میں یہ تصفیہ ہوگیا کہ ریاق سے حمہ تک کی لائن تین سال کے اندر تعمیر کردی جائے۔ ۱۸ر مئی سنہ ۱۹۰۵ء کو حکومت نے اسی انجمن کے نام حمہ تا حلب کی لائن کی منظوری دے دی اور یہ لائن اکتوبر سنہ ۱۹۰۶ء سے کھل چکی ہے۔

(ھ) **شام وعرب میں:۔** حجاز ریلوے۔ دمشق کو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ سے ملاتی ہے۔ (۱۳۲۰) کلومیٹر طویل ہے۔ ایک شاخ حیفہ تک جاتی ہے، جو (۱۶۳) کلومیٹر لمبی ہے۔ یہ لائن اتحاد اسلام کا نتیجۂ عمل ہے۔ اس

لائن کی تعمیر میں چندے کے ذریعے سے حصہ لینے کے لیے تمام عالم اسلامی کو مدعو کیا گیا ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ مقامات مقدسہ اور گنبد خضراء کے زائرین کے لیے سہولت پیدا ہو جائے۔ یہ ریلوے لائن عبدالحمید کی حکومت کے لیے اس امر کا ایک ذریعہ تھی کہ دنیا کے خاص خاص مسلمانوں سے، جو دول خارجہ میں آباد ہیں، تعلق پیدا ہو جائے تاکہ حکومت مصر، تونس، الجیریہ اور ہندوستان میں اپنی پالیسی کو شکایت کا موقع دئے بغیر جاری رکھ سکے۔

سچ تو یہ ہے کہ حجاز ریلوے سب سے پہلے ایک جنگی لائن ہے، جو صرف بطور نمائش زائرین کے لیے تعمیر کی گئی ہے۔ ممالک خارجہ کے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کو ایسی صورت میں بھی کہ سفر مفت کیا جائے۔ ریل کے ذریعے سے درعات اور پھر وہاں سے مقامات مقدسہ کو جانے کے لیے حیفہ پر جہاز سے اترنے میں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ جاوا اور رانڈیز سے آنے والے زائرین قافلوں کے ذریعے سے مکہ معظمہ کو جانے کی غرض سے بدستور حیفہ پر جہاز سے اترتے رہینگے۔ یہی حالت مصری زائرین کی بھی ہوگی، جو جدہ جانے کے لیے سویز اور قصیر سے جہاز میں بیٹھیں گے۔ قاف سے آنے والوں کو علاوہ دوسرے لوگ، جو حجاز ریلوے کو استعمال کرنے کا خیال کر سکتے ہیں وہ صرف مراکش اور الجیریا کے زائرین ہوں گے حج و زیارت کے نقطۂ نظر سے حجاز ریلوے کا جو بڑا فائدہ ہے، وہ یہ ہے کہ جو کاروان سلطانی تحائف مکہ معظمہ کو لیجاتا ہے اور جو دمشق سے روانہ ہوتا ہے، وہ ریگستان کو عبور کرنے اور بدؤوں کے حملے کا خطرہ اٹھانے کے بجائے ریل کے راستے سے آمد و رفت کرے گا۔ مسافت کو کئی ہفتوں میں طے کرنے اور خطرے اٹھانے کے بجائے یہ کاروان اب صرف چند دنوں میں بے غل و غش اپنی منزل مقصود کو پہنچ جایا کرے گا۔

سیاسی اور فوجی نقطۂ نظر سے اس لائن کو بہت کچھ اہمیت حاصل ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ سلطان عبدالحمید کا یہ قول بالکل بجا تھا کہ اس کے عہد کا یہ ایک عظیم الشان خیال تھا۔ اتحاد اسلام کا نظریہ چونکہ اصول خلافت پر مبنی ہے اس لیے یہ ناگزیر ہے کہ یہ آل عثمان ہی کے قبضے میں رہے

اس مقصد کے حصول کے لیے اس امر کی ضرورت ہے کہ عرب پر آل عثمان کا تسلط قائم رہے۔ لیکن کئی سال سے عرب کی صورت حال ترکوں کے لیے نازک ہو گئی ہے۔ بغاوت ہر وقت برپا رہتی ہے اور انگلستان اپنی ان تدابیر کو روبہ عمل لانے کے لیے صرف موقع کا منتظر ہے کہ ایک پروٹیکٹوریٹ قائم کردی جائے۔ جس کی بنا پر عرب مصر کی ایک باج گزار ریاست بن جائے گی۔ انگلستان نے عدن کے ذریعے سے، جہاں بیٹھ کر وہ یمن اور اسیر (assry) میں بدامنیاں پھیلاتا رہتا ہے، اور محمد یحییٰ حمید الدین اور سید ادریس (Seyid Idriss) کی پوشیدہ طور پر امداد و اعانت کرتا رہتا ہے، اس جزیرہ نما کو بالکل بند کردیا ہے۔ ایک دوسرا اور بند اس نے عمان پر قائم کیا ہے، جس کے تقریباً تمام امیروں اور سرداروں کو انگلستان سے تنخواہ ملتی ہے۔ تیسرا مورچہ قویط (Koweit) ہے، جو انگلستان کی حقیقی ولایت کا ماتحت قرار دیدیا گیا ہے اور جہاں سے وہ وہابی امیر عبدالعزیز ابن سعود کے لیے اسلحہ اور سامان جنگ کی رسد رسانی کرتا رہتا ہے اور پانچواں میدان عمل نجد ہے، جہاں وہابی انگلستان کے موکل بن چکے ہیں۔ خود حجاز میں بدامنی پھیلی ہوئی ہے اور بلاد مقدس کی بقا وہابیوں کے حملے پر منحصر ہے۔ عرب میں دریا کے راستے سے فوجوں کا بھیجنا طوالت سے خالی نہیں ہے اور اس میں مصارف بھی بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ پھر یہ وقت بھی ہے کہ ایک وقت میں بہت ہی کم لوگ مصروف عمل ہو سکتے ہیں۔ ایک ایسی ریلوے لائن کی تعمیر سے، "جو دمشق کو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ سے ملا دے"، باب عالی کے لیے یہ سہولت پیدا ہوجاتی ہے کہ بہ لحاظ واقعات جس قدر فوج کی ضرورت ہو وہ حجاز کو اتنی فوج بھیج دے اور بلاد مقدس کو ایسی مصروفیتوں کا مرکز قرار دے دے جو موثر طریقے پر عثمانی اقتدار کو قائم کرنے کی غرض سے اسیر (assyr) اور نجد کے خلاف کامیابی کے ساتھ مصروف عمل ہونے کا موقع دے سکیں۔ دنیائے عرب میں ترکوں کے مخالف جو تحریک پیدا ہو گئی ہے وہ اس صورت سے روکی جاسکتی ہے۔ ان واقعات کے لحاظ سے فرانسیسی اور انگریزی پروپاگنڈا کے خلاف اتحاد اسلام کو ایک نئی طاقت اس لئے حاصل ہوجائے گی کہ انھیں دونوں طاقتوں

کے خلاف اس کو خاص طور پر معرض وجود میں لایا گیا ہے۔ ترکوں کو اس امر کی ہر وقت امید ہے کہ وہ فرانسیسیوں کو الجیریہ اور تونس سے اور انگریزوں کو مصر سے نکال دینگے اور اس معاملے میں ان کو جرمنی کی امداد پر اعتماد ہے۔

حکومت عثمانیہ نے ان ریلوے لائنوں کو تعمیر کرنے کی غرض سے بڑی بڑی قربانیاں کی ہیں۔ کلومیٹرک گارنٹیوں میں اس کی بہترین مالگزاریوں، اعشار (tithes) کا ایک بڑا حصہ صرف ہو جاتا ہے۔ عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ ہر ملک میں ریلوں کی کثرت سے صرف اس کی معاشی دولت کی توفیر میں مدد ملتی ہے لیکن یہ ریلیں اس طرح قائم کی جانی چاہئیں کہ وہ ملک کی ضروریات کی متکفل ہوں اور پیداوار کے اصلی مرکزوں تک ان کے ذریعے سے راستے کھل جائیں۔ لیکن ترکی میں ایک سے زیادہ صورتوں میں یہ سوال کرنا درست ہے کہ آیا حکومت کے پاس ان قربانیوں کی منظوری صادر کرنے کے کافی وجوہ موجود تھے؟

ریاست کی عطا کردہ کلومیٹرک گارنٹیوں کی تین مختلف صورتیں ہیں:۔

(۱) کلومیٹرک گارنٹی غیر محفوظ:۔ ریاست مداخل کی ایک اقل حصے کی ضامن ہوتی ہے اور اگر یہ اقل مقدار وصول نہ ہو تو جو کچھ کسر باقی رہتی ہے، عام اس سے کہ وہ کتنی ہی کیوں نہ ہو ریاست ادا کرتی ہے۔

(۲) کلومیٹری ضمانت مع ضمانت جوابی:۔ ریاست مداخل کے ایک اقل مقدار کی بھی ضامن ہوتی ہے لیکن رعایت اس کے جواب میں ریاست کو اس امر کی ضمانت دیتا ہے کہ اس کی ضمانتی امداد ایک مقررہ تعداد سے زیادہ نہیں بڑھیگی۔

(۳) ریاست لائن کی تعمیر کنندہ کمپنی کو مداخل کا ایک حصہ مثلاً مداخل کا نصف دے دیتی ہے لیکن وہ اس نصف رقم کی ضامن نہیں ہوتی بلکہ دوسرے نصف کی ضامن ہوتی ہے، جو مالی اخراجات کے لیے مخصوص ہوتا ہے۔

ان تینوں طریقوں میں سے کسی ایک طریقے سے بھی جو لائنیں ضمانت شدہ ہیں، وہ حسب ذیل ہیں:۔

اناطولین ریلوے:۔ حیدر پاشا تا اسمد کے لیے (۱۰,۳۰۰) اور اسمد تا

انگورہ کے لیے (۰۰۰ر۱۵) فرانک کی ضمانت۔ اسپار؛ ارطغرل؛ قناہیہ اور انگورہ کی جن سنجکوں میں سے یہ لائن گزرتی ہے، ان کے مداخل عشر (titaes) اس ضمانت کے لیے وقف ہیں۔ جتنی کمی واقع ہو، اس کا تکملہ ریاست کے ذمہ ہے۔ ۱۹۰۷ء و ۱۹۰۸ء کے اخراجات کے لیے (۶۰۷ر۱۱ر۱۸) فرانکس (۴۹) اور ۱۹۰۸ء و ۱۹۰۹ء کے مصارف کے لیے (۱۷۵ر۵۶ر۲۹) فرانکس۔

عشق شہر تا قونیہ کے لیے (۳۲۲۸ر۱۳) فرانکس (۴۰) کی ضمانت۔ لیکن ریاست فی کلومیٹر (۴۳۷ر۶) فرانکس (۳۰) سے زیادہ ادا نہیں کرے گی عام اس سے کہ مداخل چاہے کچھ بھی ہوں۔ ضمانت۔ طرابزون اور گموشس خانی کی سنجکوں کے تمام قسم کے عشر۔ کمی کا بار ریاست پر ہوگا۔ ۱۹۰۷ء و ۱۹۰۸ء کے اخراجات کے لیے (۸۴۷ر۹۹ر۲۹) فرانکس (۴۷) ۱۹۰۸-۰۹ء کے مصارف کے لیے (۹۲۰ر۹۰ر۲۵) فرانکس (۵۶)۔

سمرنا تا قصبہ اور اس کی توسیعات:۔ سمرنا؛ قصبہ؛ علی شہر کی مقدم لائن اور اس کی شاخوں کی گارنٹی سالانہ (۰۰۰ر۱۰ر۲۳) فرانکس۔ جملہ مداخل اس کی بحیثیت یک نصف تکمیل کریں گے اور ناکافی ہونے کی صورت میں ایدین کی سنجک پر محصول بڑھا کر اس کا تکملہ کیا جائے گا۔ کمی کا بار ریاست پر ہوگا۔ ۱۹۰۷-۰۸ء کے لیے (۴۵۱ر۳۹ر۳) فرانکس (۳۷) اور ۱۹۰۸-۰۹ء کے لیے (۵۰۳ر۵۸) فرانکس۔ علی شہر تا افیوم قرہ حصار کی توسیع کے لیے گارنٹی (۸۰۰ر۱۸) فرانکس۔ جن سنجکوں میں سے یہ شاخ گزرتی ہے، ان کے مداخل عشر اس کے کفیل ہیں۔ کمی بابتہ ۱۹۰۷-۰۸ء۔ (۰۷ر۰۷ر۳۴) فرانکس (۰۸) بابتہ ۱۹۰۸-۰۹ء (۱۹۰ر۵۴ر۳۴) فرانکس۔

دمشق، حمہ ریلوے اور اس کی توسیعات:۔ گارنٹی (۶۰۰ر۱۳) فرانکس القیر اور دمشق کے مداخل عشر کی کفالت۔ کمی بذمہ ریاست بابتہ ۱۹۰۷-۰۸ء (۳۹۵و۹۳و۲۰) فرانکس (۴۰)، بابتہ ۱۹۰۸-۰۹ء (۶۶۹ر۹۴ر۲۳) فرانکس (۵۳)۔

بغداد ریلوے:۔ شاخ اول قونیہ سے بلغورلو تک۔ ۵ر مئی ۱۹۰۳ء کے معاہدے کے فقرہ ۳۵ میں رعایت دار کو ہر مکمل و تعمیر شدہ کلومیٹر پر (۰۰۰ر۱۱) فرانکس سالیانہ اور اخراجات تعمیر کے متعلق (۵۰۰ر۴) کلومیٹر کی ایک سالانہ

رقم عطا کی گئی ہے۔ یہ ادائیاں حسب ذیل طریقے پر عمل میں لائی جاتی ہیں:-
(۴) فی صد کا ایک سرکاری قرضہ اور (۰۸۷۵۳۸ر) فیصد کا ایک سن کنگ فنڈ (Sinking Fund) (۱۱٫۰۰۰) فرانک سالانہ کا ضامن ہے۔
ہر تکمیل شدہ اور زیر تعمیر کلو میٹر پر رعایت دار کو (۲٫۶۹٫۱۱۰) فرانک (۶۵) کا بانڈ ملتا ہے۔
شاخ اول کے لیے ریاست نے کمپنی کو بصورت لون بانڈس (ضمانت نامجات قرضہ) بشرح (۴) فی صد (۵۴) ملین فرانک دیدیئے ہیں، جس کا ۵ر مارچ ۱۹۰۳ء کو اناطولین ریلوے کمپنی کے ساتھ تصفیہ ہوا تھا۔ اس قرضے کے سالیانہ کے تکملہ کے لیے، جس کی مجموعی تعداد (۹۷٫۱۱٫۹۹۰) ترکی پاؤنڈ ہے، حکومت نے حلب اور عرفہ کی سنجکون کے مداخل عشر سے (۱٫۰۶٫۰۰۰) ترکی پاؤنڈ اور ولایت ہائے بغداد؛ موصل؛ دیار بکر اور ایڈین کی بعض قزق (Kazaks) کے مداخل عشر سے (۳۶٫۰۰۰) حاصل کیے ہیں۔
اخراجات تعمیر کے متعلقہ (۴٫۵۰۰) فرانک کے سالیانہ کی کفالت جن کے متعلق یہ تصفیہ ہوا تھا کہ مداخل کے ایک معینہ تعداد تک بڑھ جانے پر اس میں تخفیف ہو جائے گی، ان مداخل کی بیشی سے کی گئی ہے، جو اناطولین ریلوے کمپنی کی کفالت کے لیے مخصوص ہیں۔ ریاست نے جس حد تک کمی کا بار اٹھایا وہ یہ ہے:- سنہ ۱۹۰۷ء میں (۲۷٫۴۹٫۱۱۲) فرانک اور سنہ ۱۹۰۸-۹ء میں (۲٫۷۴٫۲۰۳) فرانک۔
کلو میٹرک گارنٹی کے لیے اس لحاظ سے حسب ذیل رقوم کی ضرورت پڑی ہے:-
(۱۸۷٫۸۲٫۹۳٫۱) (۱۰) سنہ ۱۹۰۷ء کے اخراجات کے لیے اور (۱٫۹۹٫۳۴٫۰۰۰) سنہ ۱۹۰۸-۹ء کے لیے اگر کبھی ایسا ہو کہ ان لائنوں کی ایک بڑی تعداد اپنے مداخل حمل و نقل کے ذریعے سے اسٹیٹ گارنٹی کا تکملہ کر دے تو ابھی ایسا ہونے کے لیے کئی برسوں کی ضرورت ہے۔
موجودہ حکومت کے نظام العمل میں ریلوں کی تعمیر کے لیے کلو میٹرک

گارنٹیاں شامل نہیں ہیں۔ مانا کہ یہ طریقہ بالکل درست ہے لیکن سوال یہ ہے کہ کمپنیاں کون سے سرمائے سے ریلوں کی تعمیر کریں گی؟ ۔ تمام ضمانتوں انتہا یہ ہے کہ خود سود کے مسدود ہو جانے پر یہ کمپنیاں تباہ ہو جائیں گی اور پھر ترکی حکومت کو خارجی مداخلت کا سامنا ہو گا۔ ان کی تباہی سے ترکی کی ساکھ پر، جو پہلے ہی سے معمولی حیثیت رکھتی ہے، کاری ضرب پڑے گی۔ اگر بہت ہی زیادہ کوشش سے کام لیا گیا تب بھی ایسی ریلیں تعمیر ہوں گی، جن کی تعمیر اور ربنا نہایت خراب ہو گی اور نتیجہ یہ ہو گا کہ حکومت کے لیے تمام قسم کی مشکلیں پیش ہو جائیں گی۔

اس میں شک نہیں کہ نوجوان ترکوں کو اپنے خیالات میں ان پیشکشوں کی بنا پر بہت کچھ ہمت افزائی ہو رہی ہے، جو مختلف سنڈیکیٹس نے ان کے سامنے پیش کئے ہیں لیکن ان سنڈیکیٹس کو اس معاوضے کے متعلق بہت زیادہ غلط فہمی ہو رہی ہے، جو ان کے خیال میں اس سرمائے پر ان کو ملنے والا ہے، جو وہ ان معاملات میں لگانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ حکومت امریکن سنڈیکیٹوں کے پیشکشوں کی طرف توجہ کر رہی ہے، جو ایشیائے کوچک میں ایشیا اور میسوپوٹیمیا (عراق) کے قریب تر بغیر کسی گارنٹی کے (۲۰۰۰) کلومیٹر تعمیر کرنا چاہتے ہیں اور ان کی صرف یہ شرط ہے کہ (۹۹) سال کے لیے ان تمام معادن کا ٹھیکہ ان کو دیدیا جائے، جو اس وقت حکومت کے زیر نگرانی کام کر رہی ہیں یا جو لائن کے دونوں طرف بیس بیس کلومیٹر کے منطقے میں دریافت کی جائیں۔ یہ شرط کچھ بہت زیادہ اہم نہیں ہے۔

۱۹ر اگست ۱۹۰۹ء کے پارلیمنٹ کے منظور کردہ ایک قانون میں یہ تصفیہ ہوا ہے کہ یمن میں حدیدہ سے صنعاء تک چھوٹی پٹری کی ایک لائن تعمیر کی جائے، جس کی حسب ذیل دو شاخیں ہونگی:۔

(۱) حدیدہ سے خلیج جبانہ تک جہاں کچھ بھی نہیں ہے اور جہاں رعایت دار کو جہازوں کے قیام، فوجوں اور اسباب جنگ کے خشکی پر اتارنے اور اسی قسم کی دوسری باتوں کے لیے ضروری اقساط مہیا کرنی ہونگی۔

(۲) دوسری صنعاء سے عمران تک۔ جس فرانسیسی جماعت نے

اس معاملے کا تصفیہ کیا ہے اس کے پاس معلوم ہوتا ہے ضرورت سے زیادہ دولت موجود ہے اور وہ اس دولت کو ضائع کرنے پر تلی ہوئی ہے۔

بغداد ریلوے اور اناطولی (ایشیائی ترکی) کی معاشی تقسیم

اگرچہ ترکی نے معاہدۂ لندن کے متعلق یہ اعلان کر دیا ہے کہ وہ اس کو باطل تصور کرتی ہے اور ساتھ ہی اپنے افعال سے اس امر کا ثبوت بھی دیدیا ہے کہ اس کے نزدیک یہ معاہدہ کالعدم ہے تاہم باب عالی اناطولی (ایشیائی ترکی) کے مکمل طور پر برقرار رکھنے کے متعلقہ فقرے کو قابل پابندی سمجھتی ہے اور اس کا یہ ارادہ ہے کہ دول کے ساتھ اپنے آئندہ تعلقات کے قیام میں وہ اس فقرے سے منشور اعظم کا کام لے۔ یہ پہلا موقع نہیں ہے کہ معاہدۂ لندن سے بھی زیادہ اہم اور سنجیدہ معاہدوں میں ترکی کی کلیت کے اصول کو ضبط تحریر میں لایا گیا ہے۔ نتیجہ جو کچھ ہوا ہے وہ سب کو معلوم ہے! پھر وہی لوگ، جو اپنے کو ترکی کا سب سے زیادہ بہی خواہ محافظ ظاہر کرتے ہیں، سب سے زیادہ اس امر کے خواہشمند ہیں کہ اناطولی اور میسوپوٹیمیا (عراق) کو ہضم کر جائیں۔ فریڈرک اعظم اکثر کہا کرتا تھا کہ: "خدا مجھے میرے دوستوں سے بچائے۔ میں اپنے دشمنوں سے اپنی حفاظت کر سکتا ہوں"۔ ترکوں کو بھی یہی مقولہ بغداد ریلوے کا ٹھیکہ اپنے جرمن دوستوں کو عطا کرنے میں جو خطرہ لاحق ہوتا ہے اس پر غور کرتے وقت پیش نظر رکھنا چاہئے۔

ابتدا ہی سے اس ٹھیکے نے یہ سوال اٹھا دیا تھا کہ آیا اناطولی اور عراق

(میسوپوٹیمیا)، ایسی حالت میں کہ ان پر سلطان کا برائے نام اقتدار رہے، معاشی اور سیاسی نقطۂ نظر سے بالکلیہ جرمنی کی جاگیر بن جائیں گے؟۔ لیکن یہ نوالہ اتنا بڑا تھا کہ نگلا نہیں جا سکتا تھا۔ جرمنی کو انگلستان؛ فرانس؛ اور روس سے معاملہ طے کرنا تھا۔ جن میں سے ہر ایک اپنے حصے کا دعویدار تھا اور قدرتی طور پر ترکی ہی کی ذات پر اس حساب فہمی کے اخراجات کا بار پڑنے والا ہے۔ چاروں طاقتوں سے علیحدہ علیحدہ طور پر اس معاملے میں جو گفت و شنید ترکی نے کی ہے اور ہر طاقت سے جو کچھ اس سلسلے میں مشورہ کیا جا رہا ہے وہ سب اناطولی (ایشیائی ترکی) کی اقتصادی تقسیم کی ایسی حالت میں محض ایک تمہید ہے کہ سیاسی اعتبار سے حصے ٹکرے کرنے کی بہرحال جو کچھ صورت حال واقع ہوگی اس کے متعلق ترکی خود اپنی ہی مشکور ہوگی۔ ترکی کی سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ وہ عبدالحمید کی غلطیوں کو برقرار رکھے ہوئے ہے بلکہ ان میں مبالغے سے بھی کام لے رہی ہے۔ معزول سلطان کا یہ عقیدہ تھا کہ اپنے کو جرمنی کے ہاتھوں میں دیدینے سے اس کی مطلق العنانی کا قیام متیقن ہو جائے گا۔ نوجوان ترکوں پر بھی کچھ عرصے کے پس و پیش کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جرمنی کی دلفریبی کا جادو چل گیا ہے۔ ان کو یقین ہے کہ جرمنی کی امداد کے بعد یورپ اور ایشیا میں ترکی تسلط کے لیے کوئی خطرہ باقی نہیں رہے گا۔ وہ جرمنی سے بالکل متفق ہیں اور اس سے بھی زیادہ جرمنی کو دے رہے ہیں، جو خود سلطان عبدالحمید عطا کرنے پر آمادہ تھے۔ اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ دوسری طاقتوں کو بھی ترکی سے اسی طرح کوئی دلچسپی نہیں ہے جس طرح کہ فرانس کو، جس نے ترکی کے خلاف کبھی کوئی مقبوضاتی خیالات قائم نہیں کئے ہیں تو بھی یہ طاقتیں اس امر کو جائز نہیں رکھ سکتیں کہ جرمنی اناطولی کا اجارہ دار بن بیٹھے۔ انگلستان؛ فرانس اور روس کے مفادات مادی و اخلاقی یہاں سے متعلق ہیں اور یہ مفادات اس قدر کثیر اور مختلف النوع ہیں کہ وہ اپنی رعایا کو دھوکا اور اپنے تاریخی اعتبارات کو جھٹلائے بغیر ان سے دست بردار نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ ان کو مجبوراً ترکی اور اسی طرح طبیعی طور پر جرمنی سے مفاہمت باہمی کے لیے مطالبہ کرنا پڑا۔ اسی وقت سے جب سے کہ ترکی نے اپنے ایشیائی

صوبے جرمنی کے حوالے کردئے تھے یہ طاقتیں اپنے کو اس امر پر مجبور باور کرنے لگی تھیں کہ اسی قسم کی مراعات کا مطالبہ کریں، جو جرمنی کو عطا کی گئی ہیں۔ اور چونکہ آج کل سیاسی مسائل اور اقتصادی مسائل میں تفریق نہیں کیجا سکتی کیونکہ ایک دوسرے کا پیش خیمہ ہوتا ہے اس لیے یورپ کی اقتصادی سرپرستی لازمی طور پر سیاسی سرپرستی کو قائم کرکے رہے گی۔ ۱۹۰۶ء میں حکومت اور عثمانی بنک کی حساب فہمی کے بعد اس وقت جبکہ قرضۂ جاریہ کا مسئلہ پیش ہو چکا تھا بعض غیر متعلقہ (sleeping) حصہ داران بنک لندن اور پیرس میں انفکاک کے حامی تھے اور ان کا یہ خیال تھا کہ ترکی میں اب قلیل منافعوں کے ساتھ کاروبار کرنے کے لیے بہت ہی کم صورتیں باقی رہگئی ہیں۔ اس خیال کے مخالفین کی رائے کو اس موقع پر بہرحال فوقیت حاصل ہوگئی اور یہ تصفیہ کیا گیا کہ بنک کے حلقۂ عمل میں توسیع کردی جائے تاکہ ترکی میں تمام قسم کی مہمات کا اجارہ اس کے لیے متیقن ہو جائے۔ سر ایڈگر ون سنٹ کو، جو پہلے عثمانی قرضۂ عامہ کی مجلس انتظامی میں انگریزی اور ولندیزی تمسک داروں کا نمائندہ اور اس وقت مصری سائرات کا صدر ناظم تھا، ام فارس ٹر کی جگہ، جو بالکل ضعیف ہوگیا تھا، آٹومان بنک کا ڈائرکٹر جنرل مقرر کیا گیا اور یہ فریضہ اس کے ذمہ عائد کیا گیا کہ وہ اس جدید نظام العمل کو عملی جامہ پہنائے۔ لیکن اس شخص کا نظم ونسق تباہی خیز ثابت ہوا۔ اس کے زمانے میں بنک ایک اچھا خاصا قمارخانہ بن گیا اور ایسی مفت خوری جماعتوں کا ایک طوفان بے تمیزی مچ گیا جن کے حصوں میں واہی تباہی سٹہ بازی کو پورا پورا دخل تھا۔ جب ان کمپنیوں کو خسارہ ہوا تو ان کے تمام ناکارہ کاغذات (تمسکات) کا بار بنک پر پڑا، جس نے آخری لمحہ تک اس امر کی خواہش کی تھی کہ اس واہی تباہی سٹہ بازی کو ناکارہ حصوں میں قائم رکھا جائے۔ بنک کا تمام محفوظ سرمایہ ہضم ہوگیا۔ (پورٹ فولیو) مقوے میں تمام جھوٹے اور مصنوعی حصص کی بھرمار تھی، جن میں دوسرے حصوں کے ساتھ ٹرانسوال کی معادن کے حصے بھی شریک تھے۔ ان حصص کی قیمت (۲) ترکی پاؤنڈ سے شروع ہوکر بہت جلد (۱۵) ترکی پاؤنڈ تک پہنچ گئی۔ بنک نے اپنے خریداروں میں اس امر کے متعلق بہت کچھ پروپاگنڈا پھیلایا کہ وہ اپنے نقد زر امانت کو معادنی حصص

سے تبدیل کرلیں۔ جب یورپ میں یہ ریلا کم ہوا تو قسطنطنیہ پر خوف و ہراس کی حالت طاری ہوگئی۔ بنک اس معاملے میں اس قدر الجھا ہوا تھا کہ اس نے چاہے کچھ بھی ہو ان تمام حصص کو قائم رکھنے کی کوشش کی۔ اس نے سرمایہ گر کے حصص کو جس فرضی قیمت تک وہ پہنچ چکے تھے، قرضہ جات کی ضمانت کے طور پر قبول کرلیا۔ یہ صورت حال اس وقت تک باقی رہی جب تک کہ دھماکے کے ساتھ ساتھ تمام چیزیں فنا نہ ہوگئیں۔

صرف دو چارۂ کار باقی تھے اور دونوں میں برابر کا خطرہ تھا۔ یا تو سرمائے کا تقاضہ کیا جائے اس لیے کہ بنک کے حصص صرف نصف آزاد تھے اور یا انفکاک سے کام لیا جائے۔ سرمائے کے تقاضے میں کامیابی کی کوئی امید نہیں تھی۔ اب رہا انفکاک تو سب سے بڑی مصیبت اسی سے پیدا ہوتی۔ اگر ادائیات کا سلسلہ شروع کیا جاتا تو سرمایۂ ادا کردہ سے ڈیڑھ ملین پاؤنڈ کی کمی پڑتی۔ یہی وہ وقت ہے جبکہ ڈوئشی (Deutsche) بنک نے آٹومان بنک کے سامنے امداد کی تجویز پیش کی۔ دسمبر ۱۸۹۷ء میں ام تھیوڈور برجہ، منتظم آٹومان بنک متعینۂ پیرس پانچ دوسرے فرانسیسی اقتصادیین کے ساتھ برلن گیا اور بلجیم کی شراکت کے ساتھ ایک فرانسیسی سنڈیکیٹ کے نام سے ترکی میں فرانسیسی اور جرمنی ریلوں کے اتحاد اور بغداد ریلوے کی تعمیر کے متعلق ڈوئشی بنک کے ساتھ شرائط طے کرلیے۔

ریلوں کے اس اتحاد میں تعمیر شدہ اور تکمیل یافتہ لائنوں میں جرمنی کا حصہ فرانس کے حصے پر بہت زیادہ فوقیت رکھتا تھا اور فرانس بصورت زر کمی کو پورا کرنے پر مجبور تھا۔ چونکہ ان لوگوں کو ضروری سرمائے کا مزید (۴۰) فی صد حصہ بغداد ریلوے کی تعمیر کے لیے مہیا کرنا تھا اس لیے اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ جرمنی کے مصارف میں بہت زیادہ کمی ہوگئی اور فرانس کو مصارف کا بہت زیادہ بار برداشت کرنا پڑا۔ ڈوئشی بنک اور فرانکو بلجین سنڈیکیٹ میں سے ہر ایک نے، جن کا صدر آٹومان بنک تھا، (۴۰) فی صد لے لیا اور بقیہ کے لیے یہ تصفیہ ہوا کہ انگلستان، روس وغیرہ کے مابین تقسیم کردیا جائے۔ چونکہ جرمنی

کے پاس صرف ۲/۵ حصص تھے اس لیے ان طاقتوں نے اس امر پر زور دیا کہ جرمن اثر کو تفوق حاصل نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ بغداد ریلوے ایک بین الاقوامی معاملہ قرار پاگیا۔ یہ دراصل ایک چکمہ تھا۔ فرانسیسی گروپ میں بلجین حصہ دار سرے ہی سے جرمنی کے ہاتھوں میں کٹ پتلی بنے ہوئے تھے۔ ترکی کی تمام ایسی مہمات میں جن میں جرمنی کھلم کھلا حصہ نہیں لینا چاہتا تھا، بلجیم کو آگے بڑھا دیا جاتا تھا۔ یہی وہ صورت تھی جس پر کاربند ہو کر ان لوگوں نے تمباکو کی تجارت، ٹرام وے کمپنیوں اور عثمانی قرضہ عامہ کے مسائل میں اس وقت جرمنی کے مقصد اصلی کو پورا کر دیا تھا۔ جبکہ ایک جرمن نمائندے نے اس امر کا مطالبہ کیا تھا کہ صدارت صرف انگلستان یا فرانس ہی کا تنہا حق نہیں ہونا چاہئے بلکہ یکے بعد دیگرے کونسل کے تمام ممبروں کو ملنی چاہئے۔ بغداد ریلوے کے معاملے میں بلجیم والوں نے جرمن والوں کے دلالوں کا کام دیا اور انگلستان و روس کے وہ کام انجام دینے پر بھی، جو ان کے لیے مقدر ہو چکا تھا ریلوے کے مسئلے میں جرمنی کا تفوق یقینی تھا۔

عثمانی بنک اور ڈوشی بنک کے اشتراک کے ناکامیاب ثابت ہونے پر جرمنی نے تنہا بغداد لائن کی تعمیر کی ذمہ داری لیلی۔ پہلے حصے کا جس حد تک تعلق ہے یعنی قونیہ سے بورغورلو تک، جہاں لائن مسطح حصۂ ملک میں سے گزرتی ہے اور جہاں ریل کی تعمیر کے لیے انجنیری میں بڑی مہارت کی ضرورت ہے، یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ کام بحسن وخوبی انجام دیا گیا خصوصاً اس لیے کہ ان لوگوں کو پیرس میں (۵۴) ملین کا، جو اس سیکشن کے لیے دئے گئے تھے، تلث مل گیا۔ تمام باتیں اتنی خوبی کے ساتھ انجام دیگئیں کہ بغداد سوسائٹی نے (۵۴) میں سے، جو اسے قابل انتقال حصص کی صورت میں ملا تھا، (۱۸) ملین بچالیے۔ لیکن بورغورلو سے ادانہ تک دوسرے حصے کے لیے، جس میں کوہ طور کی بلندیوں کو عبور کرنا تھا، بہت زیادہ مصارف کے ساتھ کام کرنے کی ضرورت تھی اور فی کلومیٹر یہاں پہلے سے تگنا صرفہ ہوتا تھا۔ (۵۴) ملین کی امداد جو حکومت عثمانیہ کی طرف سے دی گئی تھی اور (۱۸) ملین کی رقم ملا کر، جو پہلے سیکشن کے مصارف

کی بچت تھی، کل (۲۷) ملین ہوتے تھے اور یہ رقم بالکل ناکافی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بغداد ریلوے کی تعمیر روک دی گئی۔

انصاف کی بات یہ ہے کہ جرمنی والوں نے ترکی میں اپنے تمام معاملات میں ایک باقاعدگی اور خوش اسلوبی اور انہماک کا اظہار کیا ہے، جو موقع شناسی اور عجیب وغریب ذکاوت کیساتھ متحد ہے۔ انھوں نے حلیف کے آخری اسٹیشن سے، جو مردین کا اسٹیشن ہوگا اور تقریباً (۸۴۰) کلومیٹر کے فاصلے پر ہے، چار شاخوں کی فوری تعمیر کی اجازت طلب کی ہے۔ اس صورت سے انھیں تیسری، چوتھی، اور پانچویں شاخوں کی تعمیر کفایت ہوگی، جو میدان میں سے گزرتی ہیں اور جن کی تعمیر آسان ہے۔ ان شاخوں کی تعمیر سے جو بچت انھیں حاصل ہوگی وہ اتنی کافی ہوگی کہ دوسری شاخ کی تعمیر میں جو کثیر مصارف عائد ہوئے ہیں، ان کا معاوضہ ہوجائے۔ یہ معاملہ ۲ رجون ۱۹۰۸ء کو طے ہوا تھا۔ ضروری قرضہ جات کی فراہمی کے کفیل وہ اقتصادی مداخل تھے، جو ایسی مالی آمدنیوں سے قابل اخذ تھے جنھیں حکومت کے اناطولین ریلوے کی کلومیٹری ضمانت کے متعلقہ مداخل عشر کی زیادتی پر ڈوئشی بنک سے حاصل کئے ہوئے ایک قرضے کی ادائی کے لیے مخصوص کردیا گیا تھا۔ ۱۹۱۳ء میں ابھی اس کا انتظار ہی تھا کہ حکومت عثمانیہ نے ان مداخل کی بیشی جو قرضۂ عامہ کے لیے مختص ہوچکے تھے اور جن پر اس کو کامل اختیار حاصل تھے، اس مہم کی تکمیل کے لیے منتقل کردیئے۔ تاہم ایک مسئلہ اب بھی حل طلب باقی رہ گیا اور وہ یہ تھا کہ بغداد ریلوے مردین تک، توسیع کے لیے (۲۲۶) ملین (۱۴۴۰۵۳) فرانکس (۲۰) کی جس رقم کی (حسب اعداد مندرجۂ معاہدہ ۵ ر مارچ ۱۹۰۳ء) کی ضرورت تھی، اس کو کس طرح حاصل کرے۔ برلن کے بازار میں اس قدر اہمیت رکھنے والا قرضہ بیک وقت واحد ٹھکانے نہیں لگ سکتا تھا۔ یہی وہ موقع تھا جبکہ ان لوگوں نے ۱۸۹۷ء کے اشتراک کی طرف کسی قدر ترمیم کے ساتھ اس غرض سے مراجعت کی کہ لندن اور پیرس کے بازاروں کی مدد ان کو حاصل ہوجائے۔

دسمبر ۱۹۰۹ء میں پیرس اور سوئٹزرلینڈ میں (۱۰) ملین فرانک کے

سرمائے کے ساتھ، جو ایک معتدل مقدار تھی اور کسی کے لیے باعث شکایت نہیں ہو سکتی تھی، ترکی میں ریلوں کی تعمیر کے لیے ایک انجمن قائم کی گئی جس کے بانی ڈوئچی اور آٹومان بنکس تھے۔ ان کا کام یہ تھا کہ حصص کو پیرس میں جگہ دیں۔ سر ارنسٹ کیسل کو لندن کا دیانت دار ندیم بنایا جانے والا تھا اس آخری انتخاب کو مشکل سے مستحسن کہا جا سکتا ہے۔ ۱۹۰۸ء میں (۷) ملین ترکی پاؤنڈ کے ترکی قرضے کے موقع پر سر آرنسٹ کیسل نے (۲) ملین لندن کے بازار میں رکھے تھے۔ اس میں سے صرف (۵,۰۰,۰۰۰) پاؤنڈ انگلستان میں فروخت ہوئے تھے ما بقی اٹومان بنک کے مقبوضے میں اب تک باقی تھے اس واقعہ سے ثابت ہو چکا تھا کہ سر ارنسٹ کیسل کی اقتصادی طاقت اس اعلےٰ اعانت کے باوجود اور ان تمام کثیر التعداد معاملتوں کی موجودگی میں بھی، جو اس نے مصر میں سطے کی تھیں، محدود تھی اور یہ کہ انگریزوں کو ترکی کے متعلقہ معاملات میں بہت کم اعتماد تھا۔ اس کے علاوہ جون ۱۹۰۸ء میں ٹائمز نے برطانوی سرمائے کے بغداد ریلوے میں کسی مفید کام میں لگائے جانے کے خلاف جو لب و لہجہ اختیار کیا تھا، اس سے بخوبی قیاس کیا جا سکتا تھا کہ سر ارنسٹ کیسل کو کامل طور پر ناکامی ہوئی ہے۔

بغداد ریلوے کے معاملے میں انگلستان ابتداء سے جرمنی کا مخالف رہا تھا۔ برطانوی حکومت نے سمرنا تا ایدین ریلوے لائن کے حصوں کو جرمنی والوں کے ہاتھ فروخت کرنے کو ممنوع قرار دیدیا تھا کیونکہ ان حصص سے جرمنوں کو ایشیائے کوچک میں غلبہ حاصل ہو جاتا اس صورت نے بغداد ریلوے کو خلیج فارس پر اپنا آخری اسٹیشن قائم کرنے سے روک دیا اور قویط برطانوی حفاظت میں چلا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کمپنی کو مجبوراً اپنا آخری اسٹیشن غار عبداللہ (Khor-Abdallah) پر قائم کرنا پڑا۔ سائرات کے (۳) فی صد زائد محصول کے نفاذ کے خلاف، جس سے دول اس خیال سے متفق ہو چکی تھیں کہ مقدونیہ میں اصلاحات کو نافذ کرنے میں اس سے مدد ملے گی، انگلستان کی طرف جو مشکلات پیش کی گئی تھیں، وہ تمام صرف اس بیشی کے خدشے سے پیدا ہوئی تھیں، جو بغداد ریلوے کی گارنٹی کو

جزوی طور پر اس لحاظ سے عطا کی گئی تھی کہ جرمنی زیادہ چستی کے ساتھ تعمیر کا کام چلا سکیں۔

انگریزوں اور جرمنوں کے مابین عراق (میسوپوٹیمیا) میں ایک عظیم الشان کھیل کھیلا گیا عبدالحمید کو اس امر کا بڑا خیال تھا کہ عراق سے آمدنی حاصل کی جائے کیونکہ زرخیز اراضی یا ایسی اراضی کا ایک بڑا حصہ، جو زرخیز بنائی جا سکتی تھی، صرف خاص (Civil List) کے قبضے میں تھا یعنی اس پر سلطان کا قبضہ تھا نہ کہ مملکت کا۔ دجلہ اور فرات کے کناروں کو جہاز رانی کے قابل بنانے کی غرض سے مرمت کے لیے یلدیز میں بہت سی تدبیریں سوچی گئی تھیں۔ مسلمانوں کی فتوحات تک یہ ملک نہایت ہی زرخیز تھے کئی مرتبہ علاقۂ صرف خاص نے ان دونوں دریاؤں کے حالات جہاز رانی کے مطالعے کے لیے بیشمار رقومات محفوظ کی تھیں۔ لیکن آخر میں کوئی مفید اور اہم کام انجام نہیں دیا گیا۔ عبدالحمید کے زمانے کی بہت سی اور باتوں کی طرح اس معاملے کے متعلق بھی سلطان کے بہترین ارادے عاملین کے مکروہ انتخاب کی وجہ سے متزلزل ہو گئے۔ عبدالحمید یہ نہیں جانتا تھا کہ اپنے ارادوں کے نفاذ کی غرض سے لوگوں کا کس طرح انتخاب کرے۔

سنہ ۱۹۰۷ء میں جرمنوں نے ایک بنک آف بغداد کے قائم کرنے کا ارادہ کیا۔ جرمن اخبارات آج چاہے کچھ بھی کہیں مگر واقعہ یہ ہے کہ اس کی اجازت انھیں عبدالحمید نے دیدی تھی۔ اس کے متعلق جو تردید کی گئی ہے وہ غرض سے خالی نہیں تھی کیونکہ وہ لوگ یہ نہیں چاہتے تھے کہ بغداد ریلوے کے متعلق جو تدبیریں سوچی گئی ہیں اس سے انگریز واقف ہو جائیں۔ چنانچہ قسطنطنیہ میں جرمنی اور انگلستان کے مابین جو قضیہ واقع ہوا تھا طہران میں بھی اس کا اعادہ کیا گیا۔ جدید بغداد بنک کے سپرد یہ کام کیا جانے والا تھا کہ وہ بعض شاخیں تعمیر کرے، جس کا حق قیام ۵ مارچ سنہ ۱۹۰۳ء کے معاہدے کی رو سے جرمنوں کو حاصل تھا۔ ان شاخوں میں بغداد سے مکہ شیخین، کربلا تک اور بغداد سے سرحد فارس تک کی شاخیں بھی شامل تھیں اور یہ اسی زمانے میں تعمیر کی جائیں جبکہ موصل

تک جانے والی - اصل لائن کا کام شروع کیا جائے - سرحد فارس تک جانے والی شاخ کو معتد بہ اہمیت حاصل تھی جس کی صرف یہ وجہ نہیں تھی کہ اس کی وجہ سے کرمان شاہ کی تجارتی منڈی تک راستہ کھل جاتا تھا بلکہ یہ وجہ بھی تھی کہ یہ بغداد کو طہران سے ملانے والی ایک لائن کے پیش خیمے کا بھی کام دینے والی تھی، جو شوستر پر سے گزرتی اور جس کی ایک شاخ شوستر سے محمرہ تک جاتی، جو شط العرب کے دہانے پر اس جگہ جہاں یہ قارون سے ملتی ہے، ایک فارسی بندرگاہ ہے۔

اس صورت سے جرمنوں کو یہ موقع مل جائے گا کہ وہ قویط سے جو نقصان ہوا ہے، اس کی تلافی کرلیں۔ اور بغداد ریلوے کے لیے فارسی ساحل پر ایک مفر تلاش کرلیں اور اس طرح خلیج فارس میں برطانیہ عظمی کے تفوق کے لیے خطرہ پیدا کردیں، جس کو کہ انگریز بحر ہند میں اپنے مقبوضات کے ایک تسلسل سے تعبیر کرنے کے عادی ہوگئے تھے۔ ایران میں پٹرول کا ایک عظیم الشان چشمہ ہے، جو عراق کے چشموں سے کسی طرح کم اہمیت نہیں رکھتا۔ اس چشمہ کی پیداوار کافی کفایت کے ساتھ محمرہ پر خالی کی جایا کرے گی۔ صریح شرائط کے ماتحت بغداد ریلوے کو خلیج فارس پر فاؤ (Fao) کے علاوہ، جو شط العرب کے ڈیلٹا میں جزر و مد کی حد کے باہر واقع ہے، کوئی دوسرا مفر میسر نہیں آسکتا تھا۔

اس مقام پر ایک ایسے بندرگاہ کی تعمیر میں، جہاں بڑے بڑے جہاز ٹھہر سکیں، اس قدر کثیر مصارف کی ضرورت ہوگی کہ اس کا خیال ہی نہیں کیا سکتا اور پھر جو نتائج حاصل ہوں گے ان کا انحصار بھی دوسری چیزوں پر ہوگا۔ محمرہ کا مقام وقوع فاؤ کی بہ نسبت بہت اچھا ہے اگرچہ اس سے بھی جو مطمح نظر ہے، وہ پورا نہیں ہوتا۔ تاہم یہ خیال کرنے میں کوئی ہرج نہیں تھا کہ محمرہ کے جنوب و مشرق میں فارس کے ساحل پر، جس کے بحری پیمائش کے نقشے بھی موجود نہیں تھے، ممکن ہے کوئی خلیج مل جائے، جہاں بغداد ریلوے پہنچکر سمندر سے تعلق قائم کرے گو اس میں ریلوے کو ایک بڑا چکر کاٹنا پڑیگا

فارس اور ترکی کے انقلابات نے ان تدابیر کا خاتمہ کر دیا۔ عبد الحمید نے دجلہ اور فرات کی جہاز رانی کا کن سے شن علاقہ صرف خاص کو دیدیا تھا اور راس کن سے شن کے کام کا سر انجام جرمن بنک آف بغداد کے ذمہ تھا جو ان دلدلوں کو بھی خشک کرتا جو دونوں دریاؤں کی طغیانی کی وجہ سے پیدا ہو گئی تھیں اور فرات، دجلہ اور شط العرب کو ہموار بھی کرتا۔ یہ درست ہے کہ یہاں پہلے ہی سے دو کمپنیاں موجود تھیں۔ ایک فرات، دجلہ اور شط العرب پر، جو ایک انگریزی کمپنی موسومہ "دی یوف رے ٹیز اینڈ ٹائی گرس اسٹیم نے وی گے شن کمپنی" کی مملوکہ تھی اور جس کو لنچ برادرس (Linch Brothers) کے خاندان نے قائم کیا تھا۔ دوسری شط العرب اور دجلہ پر ایک عثمانی انجمن یا یہ کہنا چاہیے کہ سلطنت کی مملوکہ تھی جو اس کے بجائے قائم کی گئی تھی۔

سنہ ۱۸۳۴ء میں کپتان لنچ نے سلطان محمود سے ایک فرمان حاصل کر لیا، جس میں اس کو دجلہ اور شط العرب میں دو کشتیاں چلانے کی اجازت دی گئی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ فرمان برطانوی حکومت کو عطا کیا گیا تھا کیونکہ اس میں کسی نام کی صراحت نہیں کی گئی تھی اور بیان یہ کیا گیا تھا کہ اس فرمان کو انگریزی سفارت میں اس غرض سے ارسال کر دیا گیا تھا کہ جس کا حق ہو اس کو دیدیا جائے۔ کپتان لنچ نے صرف یہ کیا تھا کہ اپنا نام برطانوی حکومت کو عارضی طور پر استعمال کرنے کی اجازت دیدی تھی۔ سلطان عبد المجید کے زمانے میں لنچ کے خاندان کو فرات میں بھی ایک جہاز چلانے کی اجازت مل گئی اور یہ کہنا چاہئے کہ سنہ ۱۸۴۱ء میں اس کی صورت حال میں باقاعدگی پیدا ہو گئی۔

سنہ ۱۸۵۹ء میں گزلتو رشید پاشا، والی بغداد نے بغداد کے مقامی سوداگروں کے فراہم کئے ہوئے سرمائے کی امداد سے ایک جہاز ران انجمن "انتظام عمان" کے نام سے قائم کی۔ سنہ ۱۸۶۱ء سے سنہ ۱۸۶۳ء تک بغداد کی کونسلکری (Proconsulate) کے زمانہ میں مدحت پاشا نے دی گے شن سروس کو بہت کچھ تقویت پہنچائی لیکن اس کی مراجعت کے بعد بد نظمیوں کی وجہ سے کمپنی کو خسارہ ہوا۔ کمپنی کے بیڑے کے (۸) جہازوں کے منجملہ صرف (۳) جہاز باقی رہ گئے اور یہ بھی روز بروز ابتر ہو رہے تھے۔ دوسرے پانچ جہازوں کا یہ حشر ہوا کہ ان میں سے ایک غرق ہو گیا، ایک جل گیا اور تین بالکل ناکارہ ہو گئے۔

۱۸۸۹ء میں مصطفیٰ اشیم پاشا، والی بغداد نے ایک (عثمانی لمیٹیڈ لایابی لٹی کمپنی) کے قیام کے ذریعے سے اس کمپنی کو دوبارہ قائم کرنے کا تہیہ کیا۔ اس کو توقع تھی کہ مقامی اصل داروں ہی میں نئے جہازوں کی خریداری کے لیے ضروری سرمایہ فراہم ہو جائیگا لیکن یہ کوشش کامیاب نہیں ہوئی۔ ۱۸۹۲ء میں وزارت صرف خاص نے اپنی باری پر اپنی شرکت کے ساتھ ایک عثمانی لمیٹیڈ لایابی لٹی کمپنی کو قائم کرنے کے لیے سبقت کی۔ لیکن یہ بھی کامیاب نہیں ہوئی۔ بالآخر ۱۸۹۹ء میں ایک فرمان شاہی نے علاقۂ صرف خاص کو دجلہ اور فرات میں ایک نیوی گیشن سروس کے آغاز کی اجازت دیدی۔ انگلستان سے نئے جہاز خریدے گئے لیکن عثمانی کمپنی انگریزی کمپنی کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ نہیں کرسکی۔ انگریزی جہاز جن کو نہایت اچھی حالت میں رکھا جاتا تھا (۴) یا (۵) دن میں بغداد پہنچ جاتے تھے اور جزر و مد کی حالت کے لحاظ سے (۳) یا (۴) دن میں بصرہ پہنچتے تھے۔ عثمانی جہاز مد کی حالت میں (۷) یا (۸) دن میں اور جزر کی حالت میں (۱۴) یا (۱۵) دن میں بغداد پہنچتے ہیں۔ چونکہ ان میں زیادہ سامان بارکرنیکی گنجائش نہیں ہے اس لئے اس کی کمی کو پورا کرنے کے لیے وہ دوسرے جہازوں کو کھینچتے ہیں اور اس طرح ان کی رفتار میں بہت زیادہ سستی پیدا ہو جاتی ہے۔ انگریزی جہازوں میں ہندوستانی ڈاک جاتی ہے اور مصالحہ کی حمل و نقل کے لیے وہ عثمانی کشتیوں سے مقابلہ کرتے ہیں کیونکہ کرایہ کی بیشی کے باوجود انھیں کو ترجیح دی جاتی ہے۔

۱۹۰۷ء میں علاقۂ صرف خاص اور جرمنی کے مابین دجلہ اور فرات کی جہاز رانی کا کنسیشن جرمنوں کو دئے جانے اور دونوں دریاؤں کے راستوں کو ہموار کرنے نیز عراق کی آبپاشی کے متعلق جو گفت و شنید ہوئی تھی اس میں ۱۹۰۸ء کے انقلاب کی وجہ سے رخنہ پڑ گیا۔ حکومت اسلامی نے یہ تصفیہ کیا کہ آبپاشی کا کام خود ریاست کو انجام دینا چاہئے۔ چنانچہ انگریزی کمپنی سے عثمانی کمپنی کے ساتھ اسکی شرکت کے لیے گفت و شنید کی گئی۔ یہ نئی انجمن عثمانی انجمن ہوتی اور اس کے نصف حصص عثمانی رعایا کے لیے مخصوص ہوتے۔ اس کو دونوں دریاؤں کی جہاز رانی کا اجارہ حاصل ہوتا اور اس کی کشتیاں ایک طرف تو موصل تک اور دوسری طرف دیار بکر تک

جاسکتیں۔ بغداد ریلوے کے مستقبل کے لیے یہ ایک کاری ضرب ہوتی لہٰذا اس اسکیم کو ناکامیاب بنانے کے لیے جرمن اثرات سے کام لیا گیا۔ ابتدائی معاہدے پر جس کو حلمی پاشا کی کابینہ نے لنچ کے خاندان کے لیے منظور کر لیا تھا، کمیٹی کے قائم کردہ اس اصول کے تحت کہ "ترکی ترکوں کے لیے ہے"، ترکی جماعت مخالف کے جرائد نے نہایت شدید حملہ کیا۔ اس اصول کے تحت ایسی رعایت صرف عثمانی رعایا کے ساتھ جائز رکھی جاسکتی تھی۔

اساسی حق کے متعلق ایک سوال کے پیدا ہوجانے پر اس میں ناکامیابی ہوئی کیونکہ حکومت پارلیمنٹ کی قبل از قبل اجازت کے بغیر رعایت عطا نہیں کرسکتی تھی۔ سینیٹ نے اس اصول کی حمایت میں اپنی رائے کا اظہار کیا۔

پارلیمنٹ میں ایک اور سوال اٹھایا گیا، جس میں ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ دسمبر ۱۹۰۹ء کے پورے دو اجلاس صرف ہوئے۔ شدید اور واہی تباہی بحث و تمحیص کے بعد حلمی پاشا کی کابینہ کو (۸۰) کے مقابلے میں اور (۴۵) غیر حاضریوں کے ساتھ (۱۶۸) کی تصویت سے اعتماد حاصل ہوگیا، جس نے معاہدۂ لنچ کی تدفین کا پلہ برابر کردیا۔ حالات حاضرہ اس امر کے متقاضی تھے کہ حکومت کی طرف سے معاہدے میں کوئی اقتصادی عہد و پیمان نہ کیا جائے۔ کیونکہ اس سے تمام کفایت غتر بود ہوجائے گی۔ لنچ کا خاندان مجوزہ ترمیمات کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ اس نے یہ اعلان کرکے گفت و شنید کو منقطع کردیا کہ اس معاملے کو برطانوی حکومت کے اس غرض سے اس نے تفویض کردیا ہے کہ ۱۸۳۴ء و ۱۸۴۱ء کے فرامین کی رو سے جو حقوق اس کو حاصل ہیں، ان کی توثیق کی جائے۔ کچھ دن کے بعد حلمی پاشا کی کابینہ کو شکست ہوگئی، جس کی خاص وجہ یہی مسئلہ تھا جس کی بوجوہ احسن تکمیل کے متعلق اس کو اصرار تھا۔ اس کی دانست میں ترکی کے لیے یہ مناسب تھا کہ جرمنی کی بجائے انگلستان کو خوش رکھا جائے۔

بہرحال قسطنطنیہ میں جرمنی اثر کو، جو مطلقیت کے زوال کے بعد بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ فنا ہوجائے گا، مارشل وان بی برس ٹین (Bieberstein) سفیر جرمنی کی ہوشیاری اور جنگی جماعت اتحادیین کی امداد سے بہت جلد تفوق حاصل ہوگیا۔

جرمن ڈپلومیسی نے نہ صرف بلغور لو وحلیفی قرض (۱۹۱ ملین فرانک) کی دوسری قسط کے لیے ضروری سرمایہ جمع کرنے میں بلکہ ان چون چون ملین کی تین قسطوں کے فراہم کرنے میں بھی ہر ممکن تدبیر سے کام لیا، جو حلیف۔ و بغدادی قرضے کا کام دینے والی تھیں۔ اس غرض کے لیے جرمن حکمت عملی کی طرف سے اس خواہش کا اظہار کیا گیا کہ ترکی، جس کو اپنے تمامتر موازنے کے لیے اس رقم کی ضرورت تھی، درآمدشدہ بیرونی اسباب تجارت پر محاصل کرورگری میں ۴ فی صدی اضافے کا اس کو مجاز کردے۔ روس نے انگلستان اور فرانس کو صرف اس شرط کے ساتھ اس اضافے سے اتفاق تھا کہ کسی صورت میں بھی اس سے بغداد ریلوے کے لیے کسی قرضے کی گارنٹی کا کام اسوقت تک نہ لیا جائے جب تک کہ اس مہم میں ان کی شراکت کا اس سے زیادہ پسندیدہ طریقے پر اطمینان نہ دلا دیا جائے، جو اب تک اختیار کیا گیا ہے۔ سب سے پہلے جرمنی نے اس سلسلے میں روس سے تخاطب کیا اس لیے کہ اس کو نہایت آسانی کے ساتھ ہموار کیا جا سکتا تھا۔ مکالمتوں میں حصہ لینے سے روس کو باز رکھنے کی غرض سے جرمنی نے یکایک اپریل ۱۹۱۰ء میں ایران کے منطقۂ محفوظ میں ریلوں کی تعمیر کے لیے جرمنوں کو رعایت ملنے کے متعلق بعض قرائن کا اظہار کیا۔

ایرانی معاملات میں جرمنی کی مداخلت کی دھمکی نے روس کو اس حد تک بیدار کر دیا کہ اس نے وزیر خارجہ، ام سیزونوف کو چانسلر، کاؤنٹ ڈی بیتھ مین ہال ویگ کے ساتھ راست معاملہ طے کرنے کے لیے پوٹسڈم کو روانہ کر دیا۔ ۴ نومبر ۱۹۱۰ء کو انتظامات کے متعلق ایک اسکیم کا اعلان کیا گیا، جس کی ایوننگ نیوز نے کچھ ایسی تعبیر کی کہ فرانس میں نہایت تلخ نکتہ چینیاں پیدا ہو گئیں کیونکہ رائے عامہ کے ایک کثیر حصے نے یہ محسوس کر لیا کہ اب روس فرانکو رشین اتحاد کو منسوخ کرنے والا ہے۔

۱۲ جنوری ۱۹۱۱ء کو بیت النابیں میں اس مسئلے کے متعلق سوال کیے جانے پر وزیر خارجہ، ام پیکان نے بیان کیا کہ فرانسیسی اور انگریزی حکومتوں کو معلوم ہے کہ ام سیزونوف کس غرض سے پوٹسڈم گیا ہے۔ باب عالی کو، جس نے ان تمام باتوں میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا، بہت کچھ غصہ تھا۔ ۹ فروری کو وزیر خارجہ، رفعت پاشا نے انگریزی سفیر کو یہ اطلاع دی کہ عثمانی حکومت عراق اور خلیج فارس کے متعلقہ مسائل

ہیں برطانوی حکومت سے گفت و شنید کرنا چاہتی ہے۔ اسی قسم کی ایک تدبیر بغداد ریلوے اور دوسری ریلوے پلانس کے پیدا کردہ مسائل کے متعلق فرانسیسی سفارت کے ساتھ بھی اختیار کی گئی۔ اور آخر میں باب عالی نے الحلیف سے آگے لائن کو توسیع دینے کے متعلق بغداد کمپنی کے ساتھ گفت و شنید کا آغاز کر دیا۔ یہ تمام مکالمتیں بہت جلد ختم ہو گئیں۔ اور ۲۱ مارچ کو شاخ حلیف تا بغداد، شاخ اسکندرون اور اس شہر کے لیے ایک بندرگاہ کی تعمیر کے متعلق تین معاہدے منعقد ہو گئے۔

کمپنی شروع ہی سے ان جدید مداخل کی فراہمی سے دست بردار ہو گئی، جو معاہدہ ۱۹۰۳ء کے فقرہ ۵۳ کی مندرجہ سالانہ امداد کی ادائی کے لیے وقف تھے اور جو شاخ حلیف تا بغداد کی تعمیر و تکمیل کے لیے عطا کیے گئے تھے۔ کمپنی کو ادا کی جانے والی رقم حکومت کے مملوکہ قرضہ عامہ کے خالص مداخل کی بیشی کی بچت سے لی جانے والی تھی۔ محرم کے مجریہ حکم کے فقرہ ۷ کی رو سے کمپنی نے (۳) فی صدی کا زائد محصول دیوانی وضع کرنے کے بعد اپنے ان تمام حقوق سے دست کشی اختیار کر لی، جو (۴) فی صدی کے زائد محصول کے متعلق، جس کو حکومت نافذ کرنے کی کوشش کر رہی تھی، تمام سابقہ معاہدات منعقدہ سے پیدا ہوتے تھے۔ مذکورہ بالا رقم ان مداخل عشر کی بیشی سے ادا کی جائے گی، جو بغداد ریلوے کے ابتدائی (۲۰۰) کلو میٹر اور اناطولی کی عثمانی لائنوں کے لیے کلو میٹرک گارنٹی کے طور پر مخصوص کر دئے گئے ہیں (ف ۲)۔ کمپنی کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ حکومت سے یکجائی طور پر یا علٰحدہ علٰحدہ طریقہ پر موجودہ معاہدہ کی تاریخ نفاذ سے قرضہ کی اقساط ۴، ۵ و ۶ کے بحساب (۵۴) ملین فرانک فی قسط، اجرا کرنے کا مطالبہ کرے (ف ۳)۔

معاہدہ ثانی کی رو سے بغداد ریلوے سوسائٹی کو اسکندرون اور مصطفیٰ بے یا عثمانیہ کے بیچ میں ایک چوڑی پٹری کی لائن کی تعمیر و تکمیل کی اجازت مل گئی (ف ۱) یہ رعایت اسی وقت ختم ہو گی جب کہ حلیف اور بغداد لائن کے دوسرے صدہم کلو میٹر کی درمیانی لائن کی متعلقہ رعایت منقضی ہوتی ہے (ف ۳) کار ہائے تعمیری زمانہ منظوری سے دو سال کے اندر ختم ہو جائینگے (ف ۴) کمپنی اپنی ذمہ داری اور خطرہ پر خزانہ سے کسی گارنٹی یا امداد کا مطالبہ کئے بغیر اپنی مرضی کے موافق لائن کی تعمیر کریگی

(ف ٦) ۔حکومت اس شاخ کو اس وقت تک پھر نہیں خرید سکتی جب تک کہ بورغولوتا حلیف کی شاخ کو بھی نہ خرید لے ۔ باز خریداری کی صورت میں اختتام رعایت تک ریاست سے واجب الوصول سالیانہ خریداری کے پانچ سالہائے ماقبل کی ریاست کی بازگشت رقوم کو وضع کر لینے کے بعد اوسط آمدنی کے برابر تھا ۔ اس کے متعلق یہ تصفیہ ہوا تھا کہ یہ پہلی تعمیر اور ضمنی کاموں کے مصارف کے بشرح (٦) فی صدی انفکاک سے کم نہیں ہوگا ۔ اس کے علاوہ مجموعی مداخل کی کمی ریاست ادا کرے گی (ف ١ ا)

تیسرا معاہدہ انجمن بندر حیدر پاشا عرف ڈوشی بنک کو اسکندرون پر ایک بندرگاہ کی تعمیر کی رعایت کے عطا کرنے سے متعلق تھا، جس سے جہاز سیدھے اسکلہ (quays) تک آسکیں گے ۔ ابتداءً اسکندرون کا بندرگاہ اور اسکندرون تا حلب فرانس کے تفویض کیے گئے تھے لیکن فرانسیسی حکومت کی بدنظمی سے، جو اپنے سفیر متعینہ قسطنطنیہ کے مشورہ پر کبھی کاربند نہیں ہوگی، تمام اختیارات تیزی بلا کسی معاوضہ کے منسوخ ہوگئے ۔ ۱۹۰۳ء میں جب بغداد ریلوے کے معاہدے پر دستخط ثبت ہوئے تو فرانسیسی حکومت کو اپنی غلطی محسوس ہوئی لیکن اب تیر کمان سے نکل چکا تھا ۔ جرمن کمپنی کو یہ حق بھی حاصل تھا کہ وہ فوجوں اور مسافروں کو جہاز پر چڑھانے اور اتارنے کے لیے پایاز پر، جو اسکندرون سے کسی قدر شمال کی طرف ہٹا ہوا ہے، سیڑھیاں بھی بنالے (ف) ۔

ان تین رعایتوں کے بدلہ میں بغداد ریلوے سوسائٹی ایک تاوان کی ادائی کے سلسلہ میں، جس کا تعین بعد میں کیا جانے والا تھا، بغداد تا خلیج فارس اور بندر بصرہ کی متعلقہ رعایت، نیز خلیج فارس پر ایک بندرگاہ کی تعمیر سے دست بردار ہوگئی ۔

خلیج فارس کی سیکشن کو ترک کر دینے کے متعلق جرمنوں سے گفت و شنید کرنے میں باب عالی اس کوشش میں تھی کہ اس کو انگلستان سے جو بغداد ریلوے کا اپنے مفادات

ف ١ ۔ یہ لائن جو تپرک قلعہ تا اسکندرون کے نام سے موسوم ہے ! ۳۰ اکتوبر ۱۹۱۲ء کو تعمیر و تکمیل کے لیے سپرد کی گئی تھی ۔

خلیج کی بنا پر مخالف تھا، مفاہمت کرنے کا کوئی بہانہ ہاتھ آجائے۔ ۲۲ مئی کو ہندوستان کے سابق وائسرائے لارڈ کرزن نے پارلیمنٹ میں اعلان کیا کہ برطانوی حکومت اپنے تجارتی اور سیاسی مفاد کی ضمانت کے بغیر اس امر کی ہرگز اجازت نہیں دی گی کہ انگریزی سرمایہ سے بغداد ریلوے کی تعمیر میں کام لیا جائے۔ ان ضمانتوں میں پہلی یہ تھی کہ بغداد سے خلیج فارس تک جو شاخ تعمیر کی جانے والی ہے وہ اگر انگریزی نہ ہو تو کم سے کم اس کو بین الاقوامی ہونا چاہئے اور جرمنی کو کوئی غالب پوزیشن حاصل نہیں ہونی چاہئے۔ ثانیاً انگلستان کی خواہش تھی کہ قویط اور محمرہ کے شیوخ کے ساتھ جو معاہدے ہوئے ہیں، ان کو ترکی تسلیم کرے ساتھ ہی اس نے شط العرب کی نگرانی حکومت عثمانیہ کے تفویض کرنے سے انکار کر دیا۔ باب عالی نے یہ تجویز پیش کی کہ بغداد تا خلیج کی شاخ کے لیے جو سرمایہ فراہم ہو اس میں (۴۰) فی صد عثمانی سرمایہ ہونا چاہئے اور انگلستان، فرانس اور جرمنی کا (۲۰) (۲۰) فی صد۔ انگلستان نے اس تجویز کو منظور کرنے سے اس لیے انکار کر دیا کہ عثمانی سرمایہ کے (۴۰) فی صدی کا صرف یہ اثر ہو گا کہ جرمنی کے (۲۰) فی صدی کو تقویت پہنچ جائے گی، چنانچہ اس نے یہ تجویز کی کہ روس بھی اس میں شریک ہو اور پھر ہر مملکت (۲۰) فی صدی سرمایہ مہیا کرے۔

اسی اثنا میں ۱۹ اگست ۱۹۱۱ء کو روس اور جرمنی کے معاہدہ پر پیٹر بورغ کے مقام پر دستخط ثبت ہو گئے اور پوٹسڈم کی ملاقات کے بعد اس کو مشتہر کر دیا گیا۔ اس کا مضمون تقریباً وہی تھا، جو ایوننگ ٹائمز نے شائع کیا تھا۔ خاص اختلاف صرف مضامین کی نمبر اندازی کے متعلق تھا۔ جرمنی کے اس وعدہ کے بدلہ میں کہ وہ اپنے ہم قوموں کے لیے شمالی ایران اور ایک ایسے منطقہ میں جو تقریباً ۳۱ اگست ۱۹۰۷ء کے انگریزی و روسی معاہدہ کے مشخصہ منطقہ کے جس کو روسی حلقۂ مفاد تسلیم کر لیا گیا تھا، مماثل تھا، ریلوں یا اسی قسم کی دوسری مہمات کے لیے رعائتیں حاصل نہیں کرے گی، سن پیٹر بورغ کی حکومت نے یہ ذمہ داری لی تھی کہ وہ ایسی تدابیر اختیار نہیں کرے گا جن سے بغداد ریلوے کی تعمیر میں رکاوٹ پیدا ہو یا جن کی بنا پر اس تعمیر میں بیرونی سرمایہ استعمال ہونے سے رکتا ہو۔ اسکی

شرط لازم یہ تھی کہ روس کسی قسم کا کوئی مالی یا معاشی ایثار نہیں کریگا (ف۱)۔ اس کے علاوہ روس نے اس امر کا بھی وعدہ کیا کہ وہ جرمنوں کو ایران میں ایک لائن تعمیر کرنے کی اجازت دے گا، جو طہران سے شروع ہو کر بغداد ریلوے کی شاخ سدیجی تا ہنیکین (Hankekin) سے اس وقت جا ملے گی جب کہ یہ لائن تیار ہو جائے (ف)

گو باب عالی اور انگلستان کے مابین گفت و شنید جاری نہیں رہی لیکن انگریزی اور جرمنی مشاورتیں ایک نتیجہ اول تک پہنچ گئیں۔ ۵ر جولائی ۱۹۱۲ء کو بغداد ریلوے کے رعایت دار، ڈوشی بنک اور فرات اور دجلہ کی اسکیم نے دی گیش کمپنی کے مابین، جو ایک انگریزی کمپنی تھی اور جس کا صدر ام لنچ تھا، ایک سوسائٹی موسومہ "واٹر ٹرانسپورٹ آف دی ایسٹ" کے قیام کے لیے ایک معاہدہ پر دستخط ثبت ہو گئے، جس کا مقصد لنچ کمپنی اور شط العرب کی جہاز رانی کے انتظام کا انضمام تھا۔ یہ معاہدہ، جو بظاہر خاص مفادات سے متعلق معلوم ہوتا تھا، دراصل بہت زیادہ اہم معاہدات کی تمہید تھا۔

۱۶ر مئی ۱۹۱۳ء کو ترکی جرائد نے نہایت جوش وخروش کے ساتھ اعلان کیا کہ سابق وزیر اعظم، حقی پاشا اور سر ایڈورڈ گرے کے مابین لندن میں جو گفت و شنید جاری تھی، اس کا انجام نہایت ہی مبارک ہوا ہے۔ تصویر افکار کے بیان کے مطابق ترکی نے قویط پر انگریزی حلقہ اثر کو تسلیم کر لیا، جس کے متعلق اب تک اس نے داوریت کا دعویٰ کیا تھا اور جس کے متعلق اتحاد و ترقی کے جرائد نے احتجاج کیا تھا کہ ترکی کبھی اس سے دست بردار نہیں ہوگی۔ انگریزوں کو شط العرب میں جہاز رانی کا اجارہ اور بصرہ پر ایک بندرگاہ اور قویط تا بصرہ کی لائن کی تعمیر کی اجازت نیز انگریزی تجارتی مال کے براہ شط العرب محمرہ تک آزاد عبور و مرور کی رعایت عطا کر دی گئی۔ اس کے جواب میں انگلستان نے ترکی کو (۵) ملین ترکی پاؤنڈ شام اور ارمینیہ میں اصلاحات کے نفاذ میں آسانی پیدا کرنے کے لیے قرض دیدے[۱]۔ مزید براں انگلستان ایک کثیر قرضہ دینے پر بھی رضامند ہو گیا تا کہ

---

[۱] (Fashoda)

سلطنت عثمانیہ اپنی مالی ضروریات کو پورا کرنے کے قابل بن سکے۔ سب کے آخر میں انگلستان نے محاصل سائرات کے اضافہ، پیٹنٹ ٹیکس، اجارہ جات وغیرہ کے متعلق ترکی کی درخواست کو بھی منظور کر لیا۔

ایک دوسرا ترکی جریدہ "طنین" جس کو جماعت اتحاد و ترقی کا مشیر تصور کیا جا سکتا ہے، اس معاہدہ سے مطمئن نہیں تھا، جو اس کے بیان کے مطابق یورپ کی بالعموم اور اتفاق ثلاثہ کی بالخصوص صورت بدل دینے کے لئے مقدر ہو چکا تھا۔ یہ بات نہیں تھی کہ یہ کوئی نئی چیز ہو بلکہ یہ ۴ جون ۱۸۷۸ء کے معاہدۂ قبرص کی طرح کے سابقہ معاہدات کی طرف محض ایک مراجعت تھی۔ مگر ترکی جریدہ اپنے کو اس امر پر مبارک باد دے رہا تھا کہ انگریزی و فرانسیسی اتحاد منقطع ہو گیا ہے۔ اس کا بیان تھا:۔ "دی ٹیمس" ایک تار میں یہاں اعلان کیا گیا ہے کہ اس اخبار میں انگریزی و ترکی معاہدہ کے خلاف ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ یہ اخبار غصہ سے لال پیلا ہو رہا ہے کیونکہ انگریزی و ترکی معاہدہ ایک انگریزی و جرمنی مفاہمت کے سنگ بنیاد کا کام دے گا۔ ہماری طرف سے یہ فیصلہ کرنے میں غلطی ہوئی ہے کہ انگریزی و جرمنی مخالفت کو مستقل نہ کیا جائے، جو ہمارے مفادات کے اسقدر خلاف ہے؟ ... اگر فرانس اپنے معاشی امور میں اپنی ناکامیابی کو ضبط تحریر میں لا چکا ہے تو یہ ایک ایسے ماہر سیاست کی غلطی ہے، جو اپنے زمانہ وزارت خارجہ (Iuaid' Ossay) میں روس کو خوش رکھنے کے لیے بہت بے چین رہا ہے۔ دی ٹیمس اب تک شام کے متعلق فرانس کے جمود و سکوت اور انگلستان کے حق میں فرانسیسی اثرات کے زوال کا رونا رو رہا ہے۔ یہ تمام شامی وطن دوستوں کے لیے ایک ہدایت خیز بیان ہے۔ ہم ٹیمس کا شکریہ ادا کرتے ہیں کیونکہ اس کے مضمون سے رائے عامہ میں بیداری پیدا ہو جائے گی۔

لیکن اس موقعہ پر ہمیں انگریزی و فرانسیسی مودت کی معمی وشی پر اپنی رائے کا اظہار کرنا چاہئے۔ کیا فرانس فاشودا (Fashoda) کی طرح برطانیہ عظمیٰ میں بھی حریف تلاش کرے گا؟"

اپنی خواہشات کو غلطی سے واقعات تصور کر کے ترکی جرائد حد سے بہت

بڑھ گئے تھے۔ ۲۹ مئی کو دار العوام میں سر ایڈورڈ گرے نے اس معاملہ کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا اس نے کہا کہ بغداد ریلوے کے متعلقہ فقروں کی اب تک تصدیق یا تکمیل نہیں ہوئی ہے اور اس لیے تفصیلی بیان ناممکن ہے "ہمارے پاس ترکی کے ساتھ چند معاہدات کا مسودہ ہے، جس پر ہمیں امید ہے کہ بالآخر دستخط ثبت ہو جائیں گے۔ پورے مسودہ کو سامنے رکھنے کے بجائے تفصیل بیان کرنا دوسرے ممالک کی نظروں میں ان تفصیلات کی اہمیت میں مبالغہ سے کام لینے اور اس کے خلاف عوام کے جذبات کو مشتعل کرنے کا مرادف ہوگا۔

بغداد ریلوے کے متعلق ترکی کے ساتھ خاص طور پر جس امر کے متعلق معاہدہ کیا گیا تھا وہ یہ تھا کہ لائن انگریزی حکومت کی رضامندی کے بغیر بصرہ سے آگے نہ لیجائی جائے۔ اگر برطانیہ نے لائن کو آگے بڑھانے کی اجازت نہیں دی تو ایسی صورت میں اس کا آخری اسٹیشن بصرہ ہوگا۔

یہی وہ نظریہ ہے جس کی انگریزی جرائد نے ہمیشہ پیچ کی ہے۔ چنانچہ جون ۱۹۱۲ء میں ٹائمز نے تحریر کیا کہ صحیح طور پر یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ بغداد تا خلیج کی شاخ کے لیے جرمنی سے کس معاوضہ کا وعدہ کیا گیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس سے دست کشی اختیار کرنے میں جرمنوں نے اس کی متعلقہ کلومیٹرک گارنٹی سے بھی دست کشی اختیار کر لی تھی؛ اور "بظاہر ترکی حکومت نے ان کو معاوضہ ادا کرنے کی ذمہ داری لے لی تھی" اس امر پر بین القومی کمیٹی کافی تعمق کے ساتھ غور نہیں کر سکتی تھی۔ اس سلسلہ میں ٹائمز نے تحریر کیا کہ:-

"اس سے بھی زیادہ اہم سوال ٹرمی نس سے متعلق ہے۔ چند ہفتے گزرے کہ ایک جرمانی جریدہ نے یہ افواہ پھیلائی تھی کہ قویطہ کو ٹرمی نس (Terminus) قائم کرنے کیلئے مشخص کر دیا گیا ہے؛ اور یہ کہ لائن غار عبد اللہ پر ختم ہوگی۔ اس مسئلہ کا سب سے آسان حل یہ ہے کہ لائن کو بصرہ پر ختم کر دیا جائے، جو ولایت کا خاص مرکز اور مزید براں عراق (میسوپوٹیمیا) کا قدیم ترین بندرگاہ ہے۔ اس غرض کے لیے بصرہ کے انتخاب سے انگلستان کا وہ شدید اعتراض رفع ہو جاتا ہے، جو اس کو بغداد ریلوے کی تعمیر کے خلاف ہے۔ علاوہ بریں بصرہ سے ترکی کو یہ جواز حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ شیخ قویطہ کو سلطان کے نام نہاد حقوق کو مجروح کئے بغیر ہمارا دست نگر خود مختار سردار تسلیم کرلے"۔

انگریزی و ترکی معاہدہ کی اسکیم ان مفادات کو متیقن کر دیتی ہے، جن کا برطانیہ ولایت قویط میں دعویدار ہے۔ سر ایڈورڈ گرے نے اس امر کے متعلق بہت زیادہ صاف بیانی سے کام لیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ :- ان انتظامات سے ہمارے وہ خدشات رفع ہو جاتے ہیں، جو خلیج فارس سے متعلق ہیں۔ ان سے ہمارے مفادات کی صیانت ہوتی ہے اور جرمنی کو معلوم ہے کہ اس کے مفادات ان سے مجروح نہیں ہوتے۔ ہماری رضامندی کے بغیر بصرہ سے آگے لائن میں کوئی توسیع نہیں کی جا سکتی۔ ترکی اس امر کی ذمہ داری لیتی ہے کہ قویط میں حالات موجودہ کو قائم رکھا جائے گا۔ بہ الفاظ دیگر شیوخ قویط اور برطانیہ کے ساتھ جو معاہدات مرتب ہوئے ہیں، وہ بغیر کسی ترمیم کے علیٰ حالہ قائم رہیں گے۔ بغداد تک جہاز رانی کا تعلق برطانیہ سے ہے۔ موجودہ انتظامات میں اس امر کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ جہاز رانی میں کوئی رکاوٹ واقع نہ ہو بلکہ اس میں اور ترقی ہو۔"

جس حد تک بغداد تا بصرہ کی شاخ کا تعلق ہے، انگریزی مفاد کی دو انگریزی نظار نمائندگی کریں گے۔ سر ایڈورڈ گرے نے کہا تھا کہ "برطانیہ کو اس امر پر اصرار ہے کہ محاصل حمل و نقل کے معاملہ میں کسی کے ساتھ رعایت و طرف داری سے کام نہ لیا جائے اور وہ اس امر کا یقین کر لینے کا خواہشمند ہے کہ اس نظریہ کو عملی جامہ پہنایا جائے گا۔ یہ خواہش صرف انتظامات میں حصہ لینے ہی سے پوری ہو سکتی ہے۔ انگلستان کو ایک ایسی رعایت میں تفوق حاصل نہیں ہو سکتا، جو ایک عرصہ تک جرمنی کی ملک رہی ہے۔ دو منتظمین کا وجود ہدایت یا انسداد کار کے لیے کافی نہیں ہے لیکن وہ اس غرض کے لیے کافی ہیں کہ محاصل اور دوسرے مسائل کے متعلق ہم کو مطلع کرتے رہیں، جن پر ہم بشرط ضرورت سیاسی سوالات اٹھائیں گے۔

دفتر خارجہ کے افسر اعلیٰ نے اپنے بیانات کو حسب ذیل الفاظ پر ختم کیا تھا۔

"بغداد کے متعلق جرمنی نے ترکی کے ساتھ نجی طور پر کچھ مفاہمتیں کر لی ہیں۔ ہمارا ان میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ ہمارے معاہدات ترکی کے ساتھ مرتب ہو چکے ہیں اور جرمنی ان میں شریک نہیں ہے لیکن اس کے ساتھ اس امر کی بھی ضرورت ہے کہ جرمنی کو معلوم ہو جائے کہ ہم نے ترکی کے ساتھ جو معاہدات طے کئے ہیں،

ان میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے، جو ان حقوق کے مطابق نہ ہو، جو ترکی نے اس کو عطا کئے ہیں"۔

یہ دراصل جرمنی حکومت کی بعض تجاویز کا ایک درپردہ جواب تھا، جس نے انگریزی اور ترکی گفت و شنید سے واقف ہو کر لندن میں یہ ظاہر کر دیا تھا کہ وہ بغداد تا خلیج فارس کی شاخ کے متعلق بندر اسکندرون کے مراعات کی بنا پر اپنے حقوق کو مسلمہ تصور نہیں کرتی۔ نیز اس کا یہ ارادہ ہے کہ وہ تعمیر میں شرکت کرے یا کم و بیش فوائد حاصل کرلے۔ یہ فوائد پہلے ہی سے روشن ہو چکے تھے:۔ یہ وعدہ تھا اس امر کا کہ پیرس کی اقتصادی کانفرنس میں برطانیہ جرمنی کے اس مطالبہ میں اس کی تائید کرے گی کہ بغداد ریلوے کی ضمانت سے کروڑ گری کا زائد محصول قائم رکھا جائے۔ نیز انگلستان محمرہ تک ایک لائن کی تعمیر کے متعلق اپنے ارادہ کو فسخ کر دے گا۔ برطانوی حکومت نے جرمنی کو یہ معلوم کرا دینے پر ہی اکتفا کیا کہ وہ جلد از جلد فرانسیسی حکومت کے ساتھ تصفیہ کرلے گی۔ بغداد ریلوے کی معاملہ میں برطانوی حکومت نے ہمیشہ فرانسیسی حکومت سے متفق ہو کر کام کیا ہے یا نہایت وفاداری کے ساتھ تمام قسم کی گفت و شنید سے اس کو مطلع کرتی رہی ہے سنہ ۱۹۰۹ء میں جو سیو پال کمبوں، فرانسیسی سفیر متعینہ لندن اور سر ایڈورڈ گرے کے مابین ایک معاہدہ پر دستخط ثبت ہو گئے، جس کا مقصد یہ تھا کہ طرابولی تا حمص تا بغداد اور بصرہ تک ایک لائن کے مراعات حاصل کئے جائیں جس سے دونوں طاقتوں کو استحکام حاصل ہو جائے گا جہاں سے وہ فائدے کے ساتھ جرمنی سے گفت و شنید کر سکیں گی۔ سنہ ۱۹۱۰ء میں فرانس نے اپنے اس خیال کو ترک کر دیا۔ پوٹسڈم کی ملاقات کے بعد جب ترکی نے بغداد ریلوے نیز کروڑ گیری کے محصول زائد اور ٹھیکوں کے متعلق فرانسیسی سفارت کے ساتھ گفت و شنید کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تو فرانسیسی حکومت نے ارضی کردستان میں فرانسیسی کمپنیوں کے ذریعے سے ایک ریلوے سسٹم کی تعمیر یا بصورت دیگر اس امر کی تجویز پیش کی کہ ماورائے طونو تا ایڈریاٹک اور البانیہ و مقدونیہ کی دوسری ذیلی لائنوں کی تعمیر و تکمیل کے متعلق فرانسیسی کمپنیوں کو مراعات دی جائیں شام میں فرانسیسی ریلوں کی صورت حال میں باقاعدگی پیدا کی جائے جن کو ایسے مقابلہ سے دوچار ہونا پڑا تھا جو سلطنت عثمانیہ کے معاہدوں کے خلاف تھا، جس نے حجاز لائن اور اس کی شاخوں کو تعمیر کر لیا تھا؛

جس حد تک البانیہ اور مقدونیہ کی ریلوں کا تعلق ہے، جنگ بلقان نے اس مسئلہ کو ملتوی کر دیا تھا۔ اب رہیں دوسری ریلیں تو فرانس کو شام کی ریلوں سے خاص طور پر دلچسپی تھی اس لیے کہ یہ صوبہ ہمیشہ سے ایک ایسا صوبہ رہا ہے، جہاں فرانسیسی مفادات کی تعداد معتد بہ تھی اور جہاں ان کے لیے سب سے زیادہ خطرہ تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ شامی ریلوں کی فرانسیسی سسٹم کو شمال میں جرمانی بغداد ریلوے کی شاخوں اور مشرق اور جنوب میں حجاز ریلوے کی شاخوں کی موجودگی سے تباہ ہوجانے کا خطرہ تھا۔ لیکن خانگی اقتصادی مفادات قسطنطنیہ کی فرانسیسی سفارت کی پالیسی میں آرمینو کردستانی لائنوں کو، جن کے منجملہ (۲۰۰۰) کلومیٹر تعمیر طلب تھے، پیش پیش رکھنے کے لیے ساعی تھے۔ (۲۰۰۰) کلومیٹر کی یہ تعمیر طلب لائن سمسون سے سواس، دفریق، ہرپوت، آرزنجان اور ارض روم کو جانے والی تھی۔

شامی ریلوں کے مسئلہ کی صورت حال حسب ذیل تھی:۔ دمشق تا حمہ اور حجاز ریلوے کی فرانسیسی سوسائٹی کے مابین جو تصفیہ ہوا تھا، اس کی ترکوں نے پابندی نہیں کی تھی۔ ہر دو انتظاموں کے مابین محاصل کے متعلق جو معاہدہ اس غرض سے طے ہوا تھا کہ حمیدیہ ریلوں کے ستم دانہ تقابل کا انسداد کیا جائے، جس کی معاہدہ میں صراحت ہوچکی تھی۔ اس پر کبھی عمل نہیں کیا گیا۔ ابتداءً حجاز ریلوے نے، جو ایک مذہبی اور جنگی خیال کا نتیجۂ عمل تھی، تجارتی رجحانات کا اظہار کیا تھا۔ قدم کو، جو ایک اسلامی مقام مقدس ہے، لائن کا صدر مقام قائم رکھنے کے بجائے حجاز ریلوے نے برائک جو دمشق کے تجارتی مرکز میں واقع ہے، اپنا نقطہ نفاذ منتخب کرلیا تھا۔ علاوہ بریں حجاز ریلوے نے بیت المقدس تک درعہ تا حیفہ کی لائن کا راستہ اختیار کیا تھا اور اس کی ایک شاخ جبل دروز کی طرف بھی تھی، جس کی وجہ سے حورانی کاشت کا حمل و نقل اس کے لیے کامل طور پر متیقین ہو گیا تھا۔ نظم و نسق نے اس تمام تجارتی مال کو محصول سے مستثنیٰ کر دیا تھا جو اس کی مملوکہ ریلوے لائن کے ذریعے سے منتقل کیا جائے چونکہ یہ لائن چندہ اور مذہبی نذرانہ کے ذریعہ سے تعمیر کی گئی تھی اس لیے ایصال معاوضہ کے لیے کوئی واجب الادا رقم اس کے ذمہ نہیں تھی۔

۲۶ جولائی سنہ ۱۹۱۱ء کو دمشق تا حمہ کی کمپنی کے حصہ داروں کے سنڈیکیٹ نے

اپنی سسٹم کی محصوری کے خلاف فرانسیسی سفارت میں ایک درخواست پیش کی جس میں حکومت جمہوری کی اعانت کی بھی استدعا کی گئی تھی۔ عثمانی وزارت تعمیرات کے موسومہ ۷ار ستمبر کے ایک مراسلہ میں سوسائٹی کی مشکلات کا تذکرہ کرتے ہوئے معاوضہ کے متعلق اس کے مطالبات کی وضاحت کی گئی تھی، جو حسب ذیل تھے:۔ ۱۹۰۵ء کے معاہدہ میں محاصل کے متعلق جس گرانٹ کی پیش بندی کی گئی تھی، اس کا نفاذ اور ایک لائن کا کن سے شن، جس کی رو سے حلب تا ریاق کی لائن میں یافہ تا بیت المقدس کی شاخ پر لدہ تک اس شرط کے ساتھ توسیع کی جا سکے کہ اگر ضرورت ہوئی تو اس کو مصری سرحد تک بڑھا دیا جائے گا۔ ان مطالبات پر عثمانی حکومت نے کوئی لحاظ نہیں کیا۔

ارمنی کردستانی شاخ کے متعلق ایک مشکل مسئلہ حل طلب تھا یعنی روسی منظوری کے حاصل کرنے کی ضرورت تھی، جس کے بغیر کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ ۱۹۰۰ء کے معاہدہ کی بنا پر، جو زینوویف نے ارمنیوں کے حق میں مسلح مداخلت کی دھمکی دے کر سلطان عبدالحمید سے منظور کرا لیا تھا، بحر اسود کی کھاڑی میں تمام قسم کے ذرائع حمل و نقل کی تعمیر میں روس کو حق شفعہ حاصل ہو گیا تھا، الا اس صورت میں کہ خود ترکی حکومت اس کام کو انجام دے۔ حکومت عثمانیہ نے بغداد ریلوے کی طرح کوئی مراعات منظور نہیں کئے بلکہ حق معاوضہ کے متعلق دو فرانسیسی کمپنیوں کے ساتھ چند معاہدات طے کر لیے جن کی رو سے ایک کمپنی کے سپرد تعمیر اور دوسری کے تعمیر شدہ لائنوں کے استعمال کا کام سپرد ہو گیا۔ روس نے ۱۹۰۰ء کے مراسلت معاہدہ کی بنا پر اس کو تسلیم نہیں کیا۔ حقیقت یہ تھی کہ روس اپنی قاف کی سرحد کے قریب کسی ریلوے سسٹم کو اس لیے جائز نہیں رکھنا چاہتا تھا کہ اس کی وجہ سے اس کی ایشیائی سرحد پر ترکی فوجوں کی نقل و حرکت میں آسانی پیدا ہو جاتی۔ ۱۹۱۲ء میں اپنی سیاحت روس کے زمانہ میں موسیو پائنکارے فرنچ کونسل کے صدر نے فرانسیسی کمپنیوں کے دعاوی کی پیروی کی تھی۔ روسی ہائی کمانڈر نے اس امر پر اصرار کیا تھا کہ ان ریلوں سے ایک جنگی سوال چھڑ جاتا ہے، جس کی بناء پر اس امر کی ضرورت داعی ہوتی ہے کہ قاف کی فوج میں لازمی طور پر معتد بہ اضافہ کیا جائے؛ اور یہ اس وقت تک موثر طریقہ پر نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ پولینڈ کی مجتمعہ افواج میں کمی نہ کی جائے۔ بہرحال روسی حکومت نے اس شرط پر اپنا اعتراض

اٹھا لینے کا وعدہ کرلیا کہ یہ ریلیں ارزنجان پر ختم کر دی جائیں۔

۲۴ر فروری ۱۹۱۳ء کو موسیو بون پارہ فرانسیسی سفیر متعینہ قسطنطنیہ نے حسب ذیل فہرست مطالبات باب عالی کے حوالہ کر دی، جس کی بنا پر فرانسیسی حکومت نے سائرات اور پیٹنٹ رائٹس کے اضافہ کی شرط پر گفت و شنید کا سلسلہ شروع کرنے پر اظہار آمادگی کیا تھا:۔

(۱) ایسے فرامین کا نفاذ، جن میں بعض مدارس اور بعض دوسرے فرانسیسی ادارات کے قیام کی انھیں اصول پر منظوری دی گئی ہو جو ۱۹۰۱ء کے فرانسیسی و ترکی معاہدات میں مرتب کیے گئے تھے۔

(۲) اس معاہدہ کا مستقبل میں باقاعدہ نفاذ۔

(۳) سندات کی قدر و قیمت کے متعلق فرانسیسی اور ترکی مدارس کی یکسانیت۔ محاصل سے استثنیٰ وغیرہ۔

(۴) فرانسیسی رعایا کو اگر ترکی میں قانونی سزا دی جائے تو ان کو صرف فرانسیسی قونصل خانہ کے محابس میں انسدادی طور پر حراست میں رکھا جائے گا۔ آسٹرین حوالگیات کی ہمیلیت سنے، جن کا اس معاملہ کی ترتیب سے تعلق تھا، متواتر پریشان کن واقعات پیش آئے مثلاً فرانسیسی رعایا کی ناجائز اور طویل حراست، بعض فرانسیسی رعایا کے لیے ترکی کی مراجعت کا عدم امکان وغیرہ۔

(۵) اہل تونس اور مراکش کو فرانسیسی رعایا تسلیم کر لیا جائے (الجیریہ والوں کو ترکی میں ہمیشہ فرانسیسی رعایا تصور کیا جاتا ہے۔ اگر یہ لوگ عثمانی قومیت اختیار کرنا چاہتے ہیں تو ان کو ایک اعلان کرنا پڑتا ہے، جس کے بعد فرانسیسی قونصلی اقتدار کو (۷۵) دن کی اس لیے مہلت حاصل ہوتی ہے کہ اگر ضرورت ہو تو مداخلت کی جائے۔

(۶) بعض مطالبات کے متعلق، جو زیر غور ہیں، ثالثی فیصلہ کا طریقہ اختیار کیا جائے۔

(۷) ریلوے لائنیں:۔

(الف) ارمینیہ میں سمسون۔ سیواس۔ خرپوت۔ دیار بکر لائن کا صریح

کن سے شن (in regie) اس راستہ کی تکمیل دیار بکر۔ ارض روم طرابزون
کی لائن کے ذریعہ سے عمل میں لائی جائے۔
(ب) شام میں:-(۱) ریاق سے بیت المقدس کی طرف دمشق
تاحمہ کی لائن میں توسیع۔
(۲) دمشق تاحمہ کی لائن کی دونوں شاخوں
اور حجاز ریلوے کے مابین، جو شامی ساحل
تک جاتی ہے، ٹریفک کی تقسیم کا انتظام
ایک بیروت پر اور دوسری حیفہ پر۔
یہ دونوں صورتیں اس لیے قطعی ناگزیر ہیں کہ دمشق تاحمہ کی لائن کی
تعمیر میں جو فرانسیسی سرمایہ صرف ہوا ہے، اس کا جائز میدان عمل غصب نہ ہو سکے)
(۸) بندرگاہیں:۔ فرانسیسی جہات کو حسب ذیل بندرگاہوں کا
کن سے شن:۔ انابولی اور ہرقلیہ، بحر اسود پر؛ طرابولی؛ حیفہ اور یافہ شام میں۔
فرانسیسی مطالبات پر ترکی جرائد اپنے غصہ کو پوشیدہ نہیں رکھ سکے۔
ان کے نزدیک یہ امر بالکل طبیعی تھا کہ ترکی کو سرداروں؛ امیروں؛ اور عرب
کے جنوبی ساحل کے سلطانوں پر، خلیج فارس میں اور بحر عمان اور جزائر بحرین پر،
جو حق داوریت حاصل ہے، اس سے وہ انگلستان کے حق میں دست بردار
ہو جائے۔ یہ کہ خلیج فارس کے عثمانی حصہ آب پر نگرانی قائم کرنے کے متعلق
ترکی برطانیہ کے حق کو تسلیم کرتی ہے۔ اور یہ کہ کویط پر انگریزی پروٹیکٹ توریٹ
کا قیام ترکی کو تسلیم ہے۔ جرائد نے فرانس پر یہ الزام رکھا کہ وہ ناجائز فائدہ
حاصل کرنا چاہتا ہے۔ ذیل میں طینن کے ایک ایسے طویل مضمون کے بعض
اقتباسات کا جو حکومت کا القا کردہ تھا، ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔
اپنی مالگزاری میں اضافہ کرنے کی غرض سے ترکی سالہا سال سے محاصل
سائرات میں بیشی اور غیر ملکیوں سے پیٹنٹ ڈیوٹی کے تسلیم کرانے میں مصروف
رہی ہے۔ یورپ کی دول عظمی اور حکومت امریکا نے غیر ملکیوں کے لیے نفاذ تمتع
(حق استفادہ جائیداد) کے اصول کو تسلیم کر لیا ہے لیکن باب عالی کے ملاحظہ میں

پیش کردہ ایک مشترکہ یادداشت کے ذریعہ سے انھوں نے مذکورہ بالا قانون کے طریق نفاذ کے متعلق چند استدعائیں مرتب کی ہیں۔ ان استدعاؤں کا تعلق بعض التفاتات اور بعض دیگر امور سے ہے۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ عثمانی حکومت اپنے مطمح نظر سے سفراء کو عنقریب آگاہ کردے گی۔ ہمیں توقع ہے کہ مسئلہ کے اس پہلو کے متعلق کسی قسم کی دقتیں پیش نہیں آئیں گی۔ لیکن پیٹنٹ ٹیکس کے مسئلہ نے ایک مختلف صورت حال پیدا کردی ہے۔

مشترکہ یادداشت کے علاوہ ہر طاقت نے اعلان کیا ہے کہ وہ اپنی سالمیت کو بعض دیرینہ مسائل کے تصفیہ پر منحصر کرتی ہے۔ چنانچہ ہر طاقت نے فرانس کے ایما پر اپنے مطالبات کی ایک طویل یا مختصر فہرست باب عالی کے ملاحظہ میں پیش کی ہے۔ طویل ترین فہرستیں روس اور فرانس کی ہیں۔ دول کے ان مطالبات پر ہماری طرف سے صرف اظہار تعجب کیا جا سکتا ہے۔ ان سب میں فرانسیسی فہرست سب سے زیادہ اہم ہے کیونکہ اس میں بعض سیاسی اور اقتصادی مسائل سے بحث کی گئی ہے۔ ہمیں توقع ہے کہ فرانسیسی حکومت اصرار سے کام نہیں لے گی۔

فرانسیسی مطالبات میں بعض ریلوں اور بندرگاہوں کی رعایتوں سے متعلق ہیں۔ اب تک ترکی نے کوئی رعایت کسی سفارت کے توسط سے عطا نہیں کی ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ فرانسیسی سفارت مطالبات پیش کرنے کا اپنے کو مجاز تصور کرتی ہے؟۔ ہمارے ملک میں فرانسیسی اور جرمانی سرمایہ مساوی سے جو عملہ قائم کیا گیا ہے، وہ خاص خاص شخصیتوں کی درخواست پر اور "عثمانی کمپنی" کے نام سے قائم کیا گیا ہے۔ خود بغداد ریلوے کی بھی، جس کے متعلق فرانس اس قدر آزادی کے ساتھ رطب اللسان ہے، یہی عدالتی صورتِ حال ہے۔ اس ریلوے کے سلسلہ میں جو قرضہ جات عائد ہوئے ہیں، ان کا سلطنت کے قرضہ میں اندراج کیا گیا ہے۔ یہ امر جائز رکھنے کے قابل نہیں ہے کہ فرانسیسی حکومت ایک سرکاری دستاویز کے ذریعہ سے مساوی مراعات کا مطالبہ کرے۔ پیٹنٹ ٹیکس کے نفاذ کے بعد دوستانہ طور پر گفت و شنید کا آغاز کیا جا سکتا تھا لیکن اس کے بجائے

ایک ذلیل قسم کی معاملت کی ہمارے سامنے تجویز پیش کی گئی ہے"۔
ایک ایسے وقت میں جبکہ جاوید بے، سابق وزیر مالیات پیریس میں (۷۰۰) ملین فرانک کا قرضہ حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا، ترکی جرائد کا اس قسم کا لب و لہجہ اختیار کرنا ان کی سخت ناعاقبت اندیشی تھی۔ یہ درست ہے کہ ان جرائد نے اپنا طرز بیان بہت جلد بدل دیا اور جاوید بے کو یہ احکام مل گئے کہ وہ کوشش کئے جائے اور فرانسیسی حکومت کے ساتھ معاہدہ کرلے۔ ستمبر میں یہ اعلان کیا گیا کہ اس قرضہ کا معاملہ طے ہوگیا ہے اور اس کے ضمن میں ایک طرف تو سیاسی اور معاشی نقطہ نظر سے مساوی طور پر فرانسیسی نظام العمل کو تسلیم کرلیا گیا، جس میں ریلوں اور بندرگاہوں کے مسئلہ کو فرانسیسی گروپ کے ساتھ ان خاص خاص معاہدوں کے مقصد اصلی کی حیثیت حاصل تھی، جو جاوید بے کے مرتب کردہ تھے۔ دوسری طرف فرانس نے حسب ذیل امور کو منظور کرلیا:۔
محاصل سائرات میں (۱۵) فی صدی تک اضافہ۔ فرانسیسی رعایا کے مقابلہ میں بالواسطہ محصول بندی کا نفاذ، پٹرول؛ دیا سلائی؛ تمام قسم کے الکحل، سگریٹ کے کاغذ، تاش کے پتوں وغیرہ پر اجارہ یا محاصل کا قیام بیان کیا جاتا ہے کہ فرانسیسی حکومت نے وعدہ کیا تھا کہ پیرس میں ترکی قرضہ کی فراہمی میں سہولتیں پیدا کردی جائیں گی اس میں کوئی شک نہیں کہ مساواتوں میں قرضہ کا سوال بھی اٹھایا گیا تھا لیکن کوئی معاہدہ اس کے متعلق طے نہیں ہوا تھا اور نہ فرانسیسی سفارت نے کوئی وعدہ ہی کیا تھا۔ فرانسیسی حکومت کی رضامندی کا مذکورہ بالا ترکی مطالبات کی منظوری پر مشروط طور پر اظہار کیا گیا تھا۔ اور اس میں ترکی کے غیر مشروط طریقہ پر تمام فرانسیسی استدعاؤں کے تسلیم کرلینے کی شرط مضمر تھی۔ اب عثمانی حکومت نے اس معاہدہ پر نظر ثانی کا مطالبہ کیا، جو اس کے نمایندے جاوید بے نے منظور کرلیا تھا۔ نظر ثانی کے متعلق عذرات یہ پیش کئے گئے تھے کہ جاوید بے کو مختارانہ اختیارات حاصل نہیں تھے ساتھ ہی اس نے ریلوں اور بندرگاہوں کے معاہدوں کے متعلق اس حیثیت سے گفت و شنید کا آغاز کیا کہ گویا وہ معاہدہ کے پروجکٹ کا ایک خالص سیاسی حصہ تھا۔

فرانسیسی گروپس اور باب عالی کے مابین تازہ گفت و شنید کے بعد اس خاص امر کے متعلق ایک معاہدہ مرتب ہو گیا، جو بلیاک سی سسٹم کی تعمیر و مہم جوئی سے تعلق رکھتا تھا۔ فرانس کو حسب ذیل لائنوں کے متعلق مراعات مل گئے، جو عثمانی بنک کو دی جانے والی تھیں اور جن کی تعمیر ریلوں کے مشترکہ نظم و نسق کی جانب سے ہونے والی تھی۔

(۱) سمسون تا سواس، ہرپوت تا ارغنہ۔
(۲) ارغنہ تا بطلس وفان۔
(۳) طرابزون تا ارض روم۔
(۴) ارض روم تا ارزنجان تا سواس۔

قستمونی کے مقام پہ سمسون تا سواس کی لائن میں ایک نقطہ کا — اناپولی اور ہرقلیہ کی بندرگاہیں فرانسیسی گروپس کو دیدی گئیں، جن کی نمائندگی اسکنیدا اینڈ کمپنی (Schnieder & Co.) کی فرم کر رہی تھی۔ کروسو (Creusot) کا کارخانہ عثمانی بندرگاہوں کی متحدہ کمپنی کے نام سے مصروف عمل تھا۔

شامی سسٹم کے لیے دمشق تا حمہ کی لائن کے مداخل کے اجتماع اور اس کی توسیع کا اصول تسلیم کر لیا گیا۔ اس میں صرف اتنی کسر رہ گئی کہ پیرس کے مسلمہ اصول اجتماع اور جنوبی توسیع کے راستہ کے تشخیص میں کچھ اختلاف رائے تھا۔ یافہ، حیفہ اور طرابولی (واقع شام) اسکنیدا (Schnieder) کی کمپنی کو عطا کر دیے گئے۔

اب رہے سیاسی مسائل تو یہ پیرس کے مقام پر ترتیب دئے جانے والے تھے، جہاں جاوید بے جرمانی حکومت کے ساتھ گفت و شنید کو ختم کر کے واپس آ گیا تھا۔ جرمنی سے گفت و شنید کی ضرورت فرانسیسی اور جرمانی حلقہ ہائے اثر کی تقسیم جدید کی بنا پر لاحق ہوئی تھی۔ معاہدہ ۱۹۰۰ء کی ترمیم اور عثمانی حکومت کے مدعوہ جدید محاصل کے مسائل میں بھی جاوید بے کو روس کے ساتھ کامل اتفاق ہو گیا تھا۔

ابھی فرانسیسی مطالبات پوری طرح مرتب بھی نہیں ہوئے تھے کہ

جرمانیوں نے جوابی تجویزیں مرتب کرلیں۔ بحر اسود کی کھاڑی میں انھوں نے انقرہ تا سیزیریہ اور سواس تا ہرپوت تا دیار بکر کی لائنوں کا مطالبہ کیا۔ یہ موخر الذکر فرانسیسی سمسون تا سواس کی لائن کی ایک قدرتی اور ناگزیر توسیع تھی۔ اس استحقاق اور رعایت سے کام لے کر، جن کو جنوبی شام میں ابتداءً اقتصادی جماعتوں نے منظور کرلیا تھا، جو فرانسیسی مفادات کی نگرانکار تھیں، جرمنی نے یہ خواہش کی کہ ان تمام لائنوں پر، جو شام میں مرسینہ اور طرابلس کے مابین سمندر تک آتی ہیں، اس کے حق شفعہ کو باقاعدہ طور پر تسلیم کرلیا جائے۔ یہ سچ ہے کہ اس سے لوگوں کو یہ خیال ہوتا تھا کہ اگر فرانس نے بلقانی مطالبات کے متعلق پیرس کی اقتصادی کانفرنس کے روبرو چارہ جوئی کی اور اگر اس نے خزانہ عثمانیہ کے منظورہ مداخل کا ایک حصہ بغداد ریلوے میں صرف کرنے پر اتفاق کرلیا تو ایسی صورت میں جرمنی اور فرانس کے مابین ایک شریفانہ معاہدہ طے ہوجائے گا۔

میں پہلے بیان کرچکا ہوں کہ ۱۹۰۱ء تا ۱۹۰۳ء کی واقع شدہ معاملتوں کے بعد، جن کی بنا پر انگریزی اور فرانسیسی سرمایہ نے بغداد ریلوے کی تعمیر میں حصہ لیا، فرانس نے اپنی رضامندی کو جرمنی کے ساتھ کامل مساوات پر مشروط کردیا تھا لیکن اس صورت نے فرانسیسی مالیہ کو نقل و حرکت سے باز نہیں رکھا تھا۔ بلکہ اس نے فرسٹ اور سیکنڈ بغداد لون کے مصارف کا (۳۰) فیصدی حصہ بھی حاصل کرلیا تھا حصص کے بازار میں فروخت نہ کئے جانے کی وجہ سے حکومت کے ہاتھ پاؤں پھنسے ہوئے تھے۔ لیکن فرانسیسی مہاجن اپنے حصص کا اندراج کرنے پر مجبور تھے اور اگر یہ لوگ بغداد ریلوے کی تعمیر کے لیے رقومات کے جاری کرنے کا سلسلہ قائم رکھتے تو ان کی پوزیشن نہایت ہی خراب ہوجاتی۔ اس مسئلہ نے اب جو صورت اختیار کرلی تھی، وہ یہ تھی کہ یا تو فرانسیسی مالیہ کو ایسی پوزیشن میں رکھنا چاہئے کہ بغداد ریلوے سے اس کا کوئی تعلق باقی نہ رہے یا اس کے لیے ایسے ذرائع مہیا کردینے چاہئیں کہ وہ اپنے حصص کو جاری کرسکے کیونکہ وہ تذبذب میں نہیں رہ سکتا تھا۔ بہ الفاظ دیگر یوں کہنا چاہئے کہ اب یہ

سوال پیدا ہو رہا تھا کہ کیا بغداد ریلوے میں شرکت کرنے سے کوئی فائدہ ہوا تھا؟ جواب بالکل سادہ ہے اور نفی میں ہے۔ اپنے اتحاد عمل کا معاوضہ بغداد ریلوے کی مجلس انتظامی کے (۲۷) اراکین کے منجملہ اپنے (۸) ممبروں کی صورت میں فرانسیسی گروپ نے حاصل کیا تھا یعنی فرانسیسی عنصر مجبور محض ہے۔ یہ ایک بالکلیہ جرمانی معاملہ ہے اور کبھی بین القومی حیثیت حاصل نہیں کرے گا۔ ایک ایسے کھلاڑی کا پارٹ انجام دیتے ہیں، جو اپنی دولت کے پیچھے بھاگا چلا رہا ہے اور مزید بغدادی ہمت آزمائیوں میں حصہ لینے میں فرانسیسی بنک اچھی طرح بیوقوف بنے ہیں۔ ۱۹۰۸ء اور ۱۹۱۱ء کے حکومت کے ساتھ مرتب شدہ معاہدات میں جرمانیوں نے فرانسیسی سرمائے کے بغیر ہی کام کرنے کی کوشش کی تھی، لیکن اس سے پہلے کہ ان مفادات اور منفعتوں کی کوئی قیمت قرار پاتی، جو بغداد اسکیم نے اس صورت سے حاصل کئے تھے، اس امر کی قطعی ضرورت تھی کہ عثمانی قرضہ عامہ میں کسی بچت کا اظہار کیا جائے ورنہ آئندہ قرضہ جات کی کفالت نہیں ہو سکتی اور جو قرضہ جات اجرا کئے جا چکے ہیں، وہ مشکلات میں پھنس جائیں گے۔ اور پھر صورت یہ ہے کہ یوروپین صوبہ جات کے نکل جانے کی وجہ سے قرضے کی بچت میں تخفیف لازمی ہے، جس کی بنا پر ممکن ہے کہ بغداد لونس کی ادائیات میں رخنہ پیدا ہو جائے۔ ۱۹۱۱ء و ۱۹۱۲ء میں قرضہ کی خالص آمدنی (۴۱٫۲۶٫۰۰۰) ترکی پاؤنڈ تھی۔

قرضے کی مجموعی رقم کے لیے جس میں سود اور قرضۂ متحدہ کا انفکاک اور ترکی لاٹس (Turkish Lots) کے لیے مختص شدہ مقررہ سالیانہ بھی شامل ہے (۲٫۵۷٫۰۰۰) ترکی پاؤنڈ کی ضرورت ہے۔ اور اسی بنا پر (۱۹٫۶۹٫۰۰۰) ترکی پاؤنڈ کی بیشی ہوتی ہے۔ اس میزان میں یوروپین صوبہ جات کی امداد (۹٫۷۰٫۰۰۰) اور سابقہ (۸) فی صدی پر سائرات کے (۴) فی صدی محصول مزید کے اعداد، جو بالکلیہ روماٹلی کے لیے مختص تھا، (۹٫۵۰٫۰۰۰) ترکی پاؤنڈ تھے۔ گویا مجموعی تعداد (۱۹٫۲۰٫۰۰۰) ترکی پاؤنڈ تھی۔ اگر ایسی صورت میں روماٹلی کی مالگزاری ترکی کے ہاتھ سے نکل جائے تو قرضۂ متحدہ اور ٹرکش لاٹس کے بانڈ ہولڈرس کے لیے کوئی خدشہ نہیں ہوگا۔

لیکن اس صورت میں جرمنی کے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا اور یہی وجہ ہے کہ جرمانی حکمت عملی بلقان کو قرضۂ عثمانیہ میں اپنے متناسب حصے کو قبول کر لینے پر مجبور کر رہی ہے۔ لیکن اس اشتراک عمل کے علاوہ دوسرے ذرائع ایسے اور بھی موجود ہیں کہ جن سے کام لے کر قرضۂ عثمانیہ کے نقصان کی تلافی کی جا سکتی ہے۔ مثلاً متحدہ اور ٹرکش لاٹس کے انفکاک کی شرائط میں ترمیم۔ تیسویں ادائی کے لیے انفکاکی رقم میں اضافہ کر کے (۹۴۰ر۹۶ر۸) ترکی پاؤنڈ قرار دیدیا گیا ہے، جس کے منجملہ (۶۳۳ر۳۱ر۶) ترکی پاؤنڈ متحدہ کے لیے اور (۲۴۰ر۶۴ر۲) ٹرکش لاٹس کے لیے ہیں۔ یہ یقینی ہے کہ اس قسم کے انفکاک میں مبالغے سے کام لیا گیا ہے۔ ترکی کی مالی صورت حال کا مقتضیٰ یہ ہے کہ وہ پہلے سے زیادہ گراں شرائط پر جدید قرضہ جات کی سلسلہ جنبانی کرے۔ جرمانیوں کو ان تعمیرات کے لیے فرانس کی منظوری کی ضرورت ہے، جو وہ ۱۹۰۰ء اور ۱۹۱۱ء کے معاہدات سے متعلق کرتے ہیں۔ یہ لوگ اس قرضے کی مجموعی رقم کے دعویدار رہیں، جو ۱۹۰۰ء کے مداخل کی بنا پر حکومت عثمانیہ کو واجب الادا ہے۔ ساتھ ہی یہ لوگ اس امر میں فرانس کی تائید کے بھی طالب ہیں کہ قرضۂ عامہ کے لیے جو رقومات مختص کی گئی ہیں ان کو از سر نو شدت کے ساتھ ترتیب دیا جائے۔ تاکہ بغداد لائن اور اس کی شاخوں کی تعمیر کے لیے جس رقم کی ضرورت ہوئی تھی، وہ حاصل ہو سکے۔ اس کے بدلے میں جرمانیوں کو لازم ہے کہ وہ بحر اسود کی کھاڑی کی ریلوے سسٹم کے متعلق اپنے مطالبات سے دست بردار ہو جائیں اور بغداد اور دمشق تا ریاق تا حلب کی (فرانسیسی) کمپنی کے مابین شام کے شمال میں ٹریفک کے معاملے میں مساوی شرکت کو منظور کر لیں۔

برلن اور پیرس میں دونوں متعلقہ کمپنیوں کے اقتصادی گروپس کے مابین اگست کے مہینے میں گفت و شنید شروع ہوئی۔ ڈوئشی بنک جرمنی کی طرف سے اور آٹومان بنک اور صدر نظامت ریلویز و تعمیرات نے فرانس کی طرف سے پیروی کی جو جاوید بے کے تسلیم کردہ فرانسیسی و ترکی معاہدے پر مبنی تھی۔ اس سلسلے کو ام کیمبان، فرانسیسی سفیر متعینہ برلن اور ام ڈی زمرمان، انڈر سکریٹری فار اسٹیٹ فار فارن ریفیرس نے جاری رکھا۔ اقتصادیین میں کامل اتفاق تھا۔ ابتدا میں صرف فرانس کی طرف سے ان زائد مراعات کی

تصدیق و توثیق میں پس و پیش کیا گیا تھا، جو ڈوئشے بنک نے فرانسیسی گروپ سے حاصل کر لیے تھے مگر اس کے لیے فرانس کے پاس کافی وجوہ تھے۔

آٹومان بنک نے بغدادی حصص کو، جو اس کے پاس تھے اور جو اس کے لیے بیکار تھے، ڈوئشے بنک کو واپس کر دئے۔ اس کے بدلے میں اس نے ۱۹۱۱ء کے ترکی لون کے حصص واپس لے لیے، جو سائرات قسطنطنیہ پر محفوظ تھے۔ ان حصص کو جرمانی بنکوں نے خرید لیا تھا اور فرانسیسی حکومت کے پیرس میں ان کے داخلے کی اجازت سے انکار کی بنا پر، ان کو رعایا میں تقسیم نہیں کیا گیا تھا۔ آٹومان بنک آف بغداد کا مالی حصہ (۵۰) ملین فرانک تھا اور ۱۹۱۱ء کے قرضے کی تعداد معنادی طور پر (۲۹،۶۰۰،۰۰۰) ترکی پاؤنڈ تھی۔ جرمانی گروپس کے مقابلے میں تنسیخ سے کام لیا جانے والا تھا۔ فرانس میں ایک قرضے کو پیش کر کے، جس کا ایک بڑا حصہ جرمانی گروپس کے لیے نافع ہوگا، یہ مقصد حاصل کیا گیا تھا اور جرمانی گروپس اس دوسری معاملت پر ترکوں کو پیشگی رقم ادا کرنے پر راضی ہو گئے تھے اس صورت سے یہ لوگ اپنی پیشگی ادائیات کا معاوضہ حاصل کریں گے۔

شام میں شمال کی جانب یعنی عیبر میں فرانسیسی لائن روک دینا پڑا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ان ترقیات کا قبل از قبل سدباب کر دیا گیا ہے، جن کی توقع کرنے کا اس کو حق حاصل ہے۔ اگر گزشتہ متروکات کا ازالہ نہیں کیا جا سکتا تو کم از کم اتنا ضرور ہو سکتا ہے کہ فرانسیسی سسٹم کے لیے ایک ایسا منطقۂ عمل حاصل کر لیا جائے، جو معمولی طور پر اس کے مساوی ہو سکے۔ فرانسیسی سسٹم کو ان تمام شاخوں پر حق شفعہ حاصل ہونا چاہئے، جو ایک ایسے خط کے جنوب میں تعمیر کی جانے والی ہوں جو مسکینہ سے شروع ہو کر، فرات پر ہوتا ہوا حلب کے قریب سے سمندر تک جاتا ہو اور یہی صورت حلب تا مسکینہ کی ریلوے لائن کی بھی ہونی چاہیئے۔ اس مسئلے پر ام رابرٹ ڈی کے[1] نے یہ کہا تھا کہ ''یہ بغداد ریلوے کو نقصان پہنچانے کا یا کسی ایسی چیز کے لیے لڑنے کا سوال نہیں ہے جس پر جرمانیوں کو اپنے استقلال کے لیے جائز طور پر حق حاصل ہو..... اور ابتداء میں مسئلہ بغداد میں ان کی مخالفت کرنے میں نااہلیت اور ناعاقبت اندیشی پر ہم کافی طور پر متعدد

۱۔ ''فرانسیسی ایشیا اکتوبر ۱۹۱۳ء

مرتبہ کہہ چکے ہیں کہ ہر بات کو اس کی موجودہ حالت میں تسلیم کر لینا چاہیے اور اس لیے اس پر اصرار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ جرمانیوں کے علاقے پر حملہ کرنے کا سوال نہیں ہے بلکہ ان کے ساتھ ایک معاہدہ کرنے کا سوال ہے، جس سے ان کو ہمارے علاقے پر حملہ کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہو سکے گا۔ کوئی شخص نقشے پر نظر کرے اور یہ دیکھے کہ اگر وہ حلب کے عرض البلد میں ریلیں تعمیر کرنے کے حق پر اصرار کرتے رہے تو کیا ایسی صورت میں ان پر یہ شبہ کرنے کی کوئی وجہ ہے کہ وہ ہمارے منطقے پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔''

ارمنی کردستانی ریلوے کے متعلق جرمانی، ہر پوت تک پیش قدمی سے احتراز کرنے پر آمادہ ہیں لیکن وہ مروین تا دیار بکر تا ارغنہ کے اور اس امر کے مدعی ہیں کہ ان کو دیار بکر سے روسی سرحد تک لائن کے تعمیر کرنے کا حق حاصل ہے۔ آٹومان بنک اور ریجی جنرل اس امر پر متفق ہیں کہ سیوا تا ہر پوت کی لائن کو دیار بکر پر، جو اس کا قدرتی ٹرمی نس ہے، ختم نہیں ہونا چاہیئے بلکہ بغداد لائن پر ارغنہ تک جانا چاہیئے۔ فرانسیسی سفارت نے اس انتظام کے خطرات کی طرف ایما کیا ہے۔ دیار بکر کو فرانسیسی منطقے میں لازماً واقع ہونا چاہیئے۔ خود روس بھی، جس کی رضامندی سن ۱۹۰۰ء کے ترکی و روسی معاہدے کی رو سے ضروری ہے، دیار بکر پر جرمانی ریلوے کو پسند نہیں کرتا۔ اس کے اعتراضات ۱۱ر فروری کے ''اوترو روسی'' (Outro Rossiy) میں وضاحت کے ساتھ بیان کیے گئے تھے:۔

''معاشی دشواریوں کے قطع نظر'' اس اخبار کا بیان ہے کہ ''انقرہ تا سواس تا ارض روم کی لائن کی تعمیر کا ردعمل ہماری مدافعت قاف کے لیے مضر ہو گا۔ بحالت موجودہ ہماری سرحد قاف محفوظ ہے نہ صرف قارص کے سامنے قلعہ بند چوکیوں کی وجہ سے بلکہ اس لیے بھی کہ ارمنیہ میں جنگی مصروفیتوں کا جس مقام کے لیے مرکز بن جانا ممکن ہے وہاں سڑکیں نہیں ہیں۔ راستوں کے اس فقدان سے ایسے مقام پر، جہاں کوہستانی راستے موسم سرما میں برف سے ڈھکے ہوتے ہیں اور موسم گرما میں تیز بہنے والے چشمے ان کو مسمار کر دیتے ہیں، محفوظ سپاہ کی نقل و حرکت اور افواج کا اجتماع ناممکن ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ روس کو قاف کی مدافعت کے لیے صرف تین آرمی کورس پر بھروسہ ہے

اور پھر اس کا بھی کوئی خطرہ نہیں کہ ہماری امدادی فوجوں کے ورود سے پہلے ترکوں کی جرار تر فوج کامیابی حاصل کر سکے گی۔ لیکن اس عظیم الشان ترکی قلعہ کے ارض روم کی ریلوے لائن کے ذریعے سے انقرہ، قرۂ حصار، قونیہ، ہرپوت، دیار بکر، موصل، اور بغداد سے مل جانے کی وجہ سے تمام صورت حال متغیر ہو جائے گی۔ ترکی فوجوں کا اجتماع اسی سرعت و عجلت کے ساتھ عمل میں آسکے گا جیسا کہ قاف میں ہماری فوجوں کے ساتھ ہوتا ہے۔"

فرانسیسی، ترکی اور جرمانی گفت و شنید اس مسئلے میں ترکی اور روسی منافرتوں میں ایک نوعیت رکھتی ہے۔ لہذا ایک کے بغیر دوسرے کو کامیابی نہیں ہو سکتی۔

روس اور ترکی کی بحث و تمحیص کا تعلق جن امور سے ہے، وہ یہ ہیں:۔

(۱) ۱۹۰۰ء کے معاہدے پر اس طرح نظر ثانی کی جائے کہ ایسے امور میں روس کے حق شفعہ کے متعلق کوئی غلط فہمی باقی نہ رہے، جن کا ریلوں کی تعمیر یا روس کی مشروط منظوری حاصل کرنے سے قبل، جس کو ریلوں پر نگرانی رکھنے کا حق اور ان کی تعمیر میں حصہ حاصل ہوگا۔ ارمینو کردستان کے علاقہ میں ان کے کن سے کشن سے تعلق ہے (۲) چند اقتصادی مسائل مثلاً قرضہ عثمانیہ کی مجلس انتظامی میں ایک روسی نائندے کا داخلہ، ترکی میں روس کے تجارتی مفادات کا تحفظ، پٹرول کی تجارت وغیرہ (۳) اصلاحات ارمینیہ کے متعلق یہ مسئلہ اگرچہ سیاسی تھا اور ان اقتصادی مسائل سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا، جو مسئلے بغداد ریلوے کے اٹھائے ہوئے تھے، تاہم ترک اس پر بحث و مباحثہ کرنے پر مجبور تھے۔ ان اصلاحات کی بنائے اصلی ارمنی کردستان میں یورپین نگرانی کا قیام ہے یعنی یہ کہ اناطولی (ترکی ان ایشیا) کو نگرانی میں رکھا جائے۔

لیکن اناطولی میں یورپین مفادات کی صحیح تعریف سے متعلق مباحثات میں باب عالی کو نہ صرف جرمنی، انگلستان، فرانس اور روس ہی کا سامنا ہے بلکہ ایطالیہ اور آسٹریا نے بھی یہاں ایک اہم مفادات دریافت کر لیے ہیں اور وہ بھی اپنے حصے کے دعویدار ہیں۔ ستمبر میں یہ اعلان کیا گیا تھا کہ بنک آف روم نے بحیرۂ روم پر روڈس کے مقابلے میں، جو جنگ طرابلس کے بعد سے ایطالیہ کے قبضے میں ہے، عدالیہ سے بردور تک جو اندرون میں واقع ہے، ایک ریلوے لائن کا کن سے شن حاصل کر لیا ہے۔ یہ

اعلان صحیح نہ تھا بلکہ یہ صرف ایک قسم کا جواز تھا، جو حکومت عثمانیہ نے میلان کے ایطالوی تجارتی بنک کو اس غرض سے عطا کردیا تھا کہ وہ ایک ایسی ریلوے لائن کے ممکن الوقوع قیام کے مسئلے کا مطالعہ کرے۔ ایطالوی جرائد کے بیان سے پتہ چلتا ہے کہ اس معاملے میں ایطالیہ کو جرمنی کے ساتھ متحد کردیا جائے گا۔ چنانچہ میسے گیرو نے ایک عجیب و غریب مراسلت میں برلن کو مخاطب کیا، جس میں اس نے اس امر کا مطالبہ کیا تھا کہ ان اثرات پر غور کیا جائے، جو جرمنی کے سیاسی حلقوں میں ایطالوی کن سےشن کی خبروں سے پھیل گئے ہیں۔ ان حلقوں میں عظیم ترین اہمیت عدالیہ کی ریلوے لائن سے منسوب کی گئی تھی، جو بحیرۂ روم پر بغداد ریلوے کے لیے ایک نیا مخرج پیدا کردیگی۔ لیکن یہ عدالیہ تا بردور کا راستہ نہیں تھا بلکہ عدالیہ تا قونیہ کا راستہ تھا جس کی پیش بندی کی گئی تھی۔

"عدالیہ تا دینار کی ریلوے لائن سے"، جرمانی نمائندوں کی تصدیق کے مطابق، جن کے اعلانات کو میسے گیرو نے شائع کیا تھا، "بہت کم اقتصادی منفعتیں حاصل ہوتی ہیں اور اس کو ایک دشوار گزار کوہستانی سلسلے میں سے گزرنا پڑے گا۔ دینار عدالیہ تا بردور کی لائن کے تسلسل میں واقع ہے اور یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ ایک جرمانی پروجکٹ، جس کو اب ترک کردیا گیا ہے، خلیج بردور و دینار کے ذریعے سے عدالیہ کو افیوں قرہ حصار سے ملادینے پر مشتمل تھا۔ یہی وہ لائن ہے جو آج زیر غور ہے یا یوں کہنا چاہئے کہ یہ دراصل عدالیہ تا قونیہ کی لائن ہے۔ ثانی الذکر بہت زیادہ اہم ہے اور اول الذکر بہت کم"۔

جرمانی نمائندوں کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلے کے متعلق کافی معلومات حاصل نہیں ہے۔ ان کو یہ لازمی طور پر معلوم ہونا چاہئے تھا کہ ایدین سوسائٹی کی ریلوے لائن عرصہ ہوا کہ دینار اور بردور تک پہنچ چکی ہے اور یہ کہ دینار سے اغرویدر تک توسیع کے متعلق ۱۹۰۶ء کے معاہدے کے ذریعے سے شاہی حکومت اس امر کی ذمہ داری لے چکی ہے کہ وہ کسی ایسی لائن کی ایدین سسٹم کے دونوں جانب (۴۰) کلومیٹر تک تعمیر کے لیے کن سےشن عطا نہیں کرے گی، جس کے لیے اس کے ساتھ تقابل قائم کرنے کا امکان ہو۔ ایسی صورت میں عدالیہ کی ایطالوی لائن دینار تک کس طرح جاسکتی تھی۔ علاوہ بریں

عدالیہ تا بردور کی لائن میں بیشمار فنی مشکلات تھیں اور صرف ایک مشتبہ اقتصادی مفاد حاصل ہوتا تھا۔

رودس کے محاذی ساحل پر جنزلی سے ایک اور ریلوے لائن کے نکالے جانے کا بھی تذکرہ کیا گیا تھا۔ لیکن جنزلی ایدین نظام کا ایک جزو تھی۔ اور یہ سمجھ میں نہیں آسکتا کہ مرمریس کی طرف لے جانے کے لیے ایک ایطالوی لائن کو اس مقام سے کس طرح شروع کیا جاسکتا تھا۔ اب رہا اخیون قرہ حصار تا عدالیہ کا سوال تو یہ ایک پرانا جرمانی پروجکٹ ہے اور اس کے متعلق سنجیدگی کے ساتھ کبھی کوئی کارروائی اختیار نہیں کی گئی۔ علاوہ بریں حکومت اور ایدین کے مابین ۱۹۰۶ء کے معاہدے نے اس کی تعمیل کو ناممکن بنا دیا ہے۔ لیکن رومانی جریدے کے نمائندے نے جس چیز میں سب سے زیادہ دلچسپی لی وہ ایطالیہ کے حاصل کردہ کن سے شن کی سیاسی اہمیت تھی کیونکہ ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ جزائر کے مسئلے پر جرمنی اور ایطالیہ کو اتفاق تھا۔

"بندر عدالیہ اور جزائر رودس و استامبالیہ کے گہرے تعلقات کو معلوم کرنے کیلیے یہ کافی ہے کہ بحر ایجین کے نقشے پر نظر ڈالی جائے۔ متی لینی، کیو اور دوسرے چھوٹے چھوٹے جزیرے غالباً ترکی کے پاس رہیں گے اور اس امر کا غالب قرینہ ہے کہ رودس اور استامبالیہ ایطالیہ کے پاس چلے جائیں گے۔ جرمنی کو نہ صرف ریلوے لائن کے کن سے شن ہی کا علم ہے بلکہ وہ ان مشاورتوں سے بھی واقف ہے، جو باب عالی اور ایطالوی دفتر خارجہ کے مابین جزائر ایجین کے متعلق جاری ہیں اور شاید اس نے اپنی رضامندی کا بھی اظہار کردیا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ یونان اس بنا پر ہم سے برگشتہ ہوجائے مگر مجھے یقین ہے کہ شاہ قسطنطین کے دورے کے بعد سے یہ امر اس کے ملاحظے میں لایا جاچکا ہے کہ جرمنی ایطالیہ کا حلیف ہے اور یہ کہ بحر ایجین میں ایطالوی طاقت کا اضافہ اتحاد ثلاثہ کی اختیار کردہ پالیسی کی عام تدابیر سے متفق ہے۔"

سیکولو کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ ایطالوی لائن عدالیہ سے قونیہ جائیگی دوسرے جرائد کا بیان ہے کہ یہ مسئلہ عدالیہ سے مرسینہ تک براہ ارمناک و سلفقہ ایک ریلوے لائن کی تعمیر سے متعلق تھا۔ پہلی ممکن ہے دوسری ناممکن ۱۹۰۶ء کے معاہدے میں یہ امر ممنوع قرار دیا گیا ہے کہ کوئی ایطالوی لائن قونیہ یا مرسینہ تک جائے۔ یہ اعتراض

کیا جا سکتا ہے کہ مرسینہ بغداد ریلوے میں شامل نہیں ہے اور یہ کہ ادانہ سے جہاں سے لائن گزرتی ہے یہ (۴۰) کلو میٹر سے زیادہ فاصلے پر واقع ہے۔ لیکن مرسینہ تا ادانہ کی ریلوے بغداد کمپنی کی ملک ہے۔ اس کی مملوکہ لائنوں کے منجملہ ایک یہ لائن بھی ہے اور سنہ ۱۹۱۲ء کے معاہدے میں جو ممانعت کی گئی ہے، وہ اس پر حاوی ہوتی ہے

بہر حال جو کچھ بھی ہو اطالیوں نے علانیہ یہ بہت کچھ مصروفیتوں کا اظہار کیا۔ ان لوگوں نے یہاں ایک نائب قونصل مقرر کیا؛ مدارس اور شفاخانے کھولے اور ایک اسکواڈرن قائم کی۔

ویانی جرائد کے بیان کے مطابق، جن میں ریش اسپاسٹ (Reichspost) اور نیوی فری پریسی (Neve Freie Presse) پیش پیش تھے، آسٹریا ہنگری نے ایشیائے کوچک میں مصروف عمل ہونے کا ارادہ کیا اور اس ارادے کی تکمیل کے لیے سلیشیہ بہترین مقام تھا سلیشیہ "آخری غیر مقبوضہ مقام ہے، جہاں گنے اور روئی کی کاشت ہو سکتی ہے اور "جو غیر کاشت شدہ اور غیر آباد معلوم ہوتا ہے"۔ ٹریسٹی میں آسٹردی بنکروں کے ایک سنڈیکیٹ کے قیام کا مسئلہ اس غرض سے پیش ہوا کہ سلیشیہ میں ریلیں تعمیر کی جائیں اور معدنی کاروبار کا آغاز کیا جائے۔ جس کاروبار کا جرمانی پہلے ہی سے آغاز کر چکے ہیں، اس کے متعلق یہ سمجھنا چاہیے کہ انہیں کو اس پر ملکیت حاصل ہے بغداد ریلوے شمال میں سلیشیہ پر سے گزرتی ہے اور مرسینہ تا ادانہ کی لائن، جو قراساریہ تک لے جائی جائے گی اور جو پہلے فرانسیسی تھی، آج ڈوشی بنک کے قبضے میں ہے۔ علاوہ بریں قونیہ کے میدان کی آب پاشی کرنے والی زبردست جرمانی کمپنی کا ارادہ ہے کہ روئی کی کاشت کے لیے ادانہ کے علاقہ کو زرخیز بنائے سالہا سال سے جرمانیوں نے سلیشیہ میں روئی کی کاشت کے مسئلے پر غور کیا ہے۔ ڈاکٹر فنٹزر، ("The Deutsche-Levantinisch Baumwoll Gesellschaft") کا بانی؛ اور روسٹاک یونیورسٹی (Rostock University) کا پروفیسر ایک ایسا شخص ہے، جس کو سلیشیائی میدان کی ہر چیز کا علم ہے اور اس نے اس مسئلے پر عجیب و غریب کتابیں شائع کی ہیں۔ بہر حال مرسینہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جرمانی جنگی جہازوں کا مرکز بن گیا ہے، جن کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ ان کی اس جگہ کی

موجودگی کی غرض یہ ہے کہ ۱۹۰۹ء جیسے کشت وخون کو دوبارہ واقع ہونے سے باز رکھا جائے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ موجودہ جرمانی مفادات کو آسٹر دی بلند پروازیوں سے سازگار بنادیا جائے۔

ترکی میں صنعتی جائداد۔ اجارہ جات اور محاصل کڑوڑگیری

سیاسی مراعات

غفلت، جہالت، لکیر کا فقیر بنے رہنا اور غیرملکیوں سے نفرت کے علاوہ دو سبب اور بھی ایسے ہیں جو تجارت کی ترقی کو مانع آتے ہیں اور صنعت وحرفت کو تباہ کردیتے ہیں۔ یہ اجارہ جات اور داخلی محاصل ہیں۔ صنعت وحرفت کے ہر شعبے کے لیے ایک خاص پیشہ ور جماعت موجود ہے، جو اپنی تنظیم کے لحاظ سے وہی حیثیت رکھتی ہے جو سنہ ۱۲ء میں سلیمان الکنونی کی قائم کردہ جماعت کی تھی۔ یہ جماعت اآئین جدید کے اصول پر مبنی ہے اور ہر جماعت میں تین مدارج ہیں:۔ استاد یا معلمین، کلفہ (Kalfas) یا مزدور اور چیرک (tchiraks) یا کارآموز۔ کونسل آف کارپوریشن یا گلڈ کو لنجہ (londja) کہتے ہیں اور اس میں استاذ اور کلفہ شریک ہوتے ہیں۔ یہ مجلس ملبہ یا اسباب کی خریداری، مال کی برآمد اور قیمت فروخت، اور کاروبار کے حالات سے بحث کرتی ہے اور اس میں گلڈ (juild) اور مقامی حکومت کے تعلقات کے اعتبار سے تصفیے کئے جاتے ہیں۔ جماعت کی تاسیس ایک چست رفاقت پر عمل میں لائی گئی ہے، جو تمام میادیات کو معدوم کردیتی ہے، تمام اختراعات وایجادات کی مخالف ہے اور تمام قسم کی ترقیات کو مانع آتی ہے۔ تقابل کا وجود ہی ناممکن ہے اور یہی وجہ ہے کہ پیداوار میں کسی قسم کی کوئی ترقی ممکن نہیں ہے۔ انتہا یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کوئی کارخانہ

قائم کرنا چاہتا ہے۔ اس سے کوئی بحث نہیں کہ اس کارخانے میں کونسی چیز تیار کی جائیگی۔ تو وہ حکومت سے فوراً مراعات کی استدعا کرتا ہے تاکہ دوسرے لوگ اسی قسم کی صنعت کو جاری نہ کر سکیں۔

ایسی صورت میں کہ اجارے کی گرم بازاری ہے صنعتی جائداد خانگی جائداد سے شائد کم محفوظ ہے۔ صنعتی جائداد کے متعلق ملک میں ایک قانون بھی نافذ ہے مگر یہ اس قدر بری طرح وضع کیا گیا ہے اور اس قدر ناکافی ہے اور پردیسی سوداگروں کے خلاف اس کو کچھ ایسی قبل از قبل قائم کردہ مخالفت کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے کہ یہ ظلم و تشدد کا ایک ذریعہ بن گیا ہے۔ اس مسئلے کے متعلق غیر ملکی تجارتی نمائندوں کی انجمن کی موسومہ ایک معقول رپورٹ میں موسیو سیزار ریونے نے حسب ذیل الفاظ میں واقعات کا اظہار کیا ہے:۔

"عثمانی مجسٹریٹوں کو، خصوصاً صوبہ جات میں، بین القومی قانون کے پیچیدہ مسائل کے سمجھنے میں بڑی دقت پیش آتی ہے۔ ایک پیٹنٹ کے عطا کئے جانے کو جس سے کسی نئی صنعت کی حفاظت مقصود ہوتی ہے، عطائے اجارہ کے ساتھ خلط ملط کر دیا جاتا ہے۔ کسی کارخانے کی علامت کی رجسٹری کو، گو اس سے کسی ایسی خصوصیت کا اظہار نہیں ہوتا جس سے مال کی شناخت ہو سکے، ایک ایسا خاص حق تسلیم کر لیا جاتا ہے، جس کی بنا پر اس شخص کو بلا شرکت غیرے یہ حق حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے مال کی سلطنت میں تنہا ساخت اور درآمد کرے۔ یہ تمام باتیں ناقابل جواز اور غیر مناسب ہیں اور ان سے بدیسی صنعت کے لیے شدید خطرہ پیدا ہوتا ہے۔ کاریگروں کے ساتھ جھگڑنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے کیونکہ عدالت اپنے تعجب خیز فیصلہ جات کے ذریعے سے غیر دیانتدارانہ تقابل کی درپردہ حمایت کرتی ہے۔"

اس کے ماسوا صنعتی جائداد کو ارضی جائداد کے ساتھ غلط طریقے پر مشابہ کر کے حکومت عثمانیہ نے حکم نافذ کر دیا ہے کہ جعل سازیوں کے متعلق تمام قسم کی قانونی کارروائیاں ایسی صورت میں بھی معمولی تہ کی عدالتوں میں دائر کی جائیں جبکہ دونوں فریق خارجی قومیتوں سے تعلق رکھتے ہوں۔ یہ وجوب، جو نفاذ قانون کا دعویدار ہے

کسی قسم کی مکافات کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ پردیسیوں کو اس امر پہ مجبور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ایک تجارتی معاملے میں عثمانی عدالت میں چارہ جوئی کے لیے حاضر ہوں۔ تمام معاملے کے درہم برہم ہو جانے کے لیے یہ کافی ہے کہ جس پردیسی کو ترکی عدالت میں طلب کیا جاتا ہے، وہ حاضر نہیں ہوتا ——— اور حکومت عثمانیہ کے لیے یہ ناممکن ہے کہ وہ ان مقتدرین قونصل خانہ سے، جس کی رعایا میں وہ شخص داخل ہے، یہ مطالبہ کرے کہ شخص مذکور کو حاضری پہ مجبور کیا جائے۔ ترکی مقننین یہ چاہتے تھے کہ ایک طرف تو "ایجاد کردہ پیٹنٹ" کے متعلق ۱۸۷۹ء کے قانون اور "علامت مصنوعات" کے متعلق ۱۸۸۶ء کے ضابطے میں اور دوسری طرف ترکی میں غیر ملکیوں کی جائداد اراضی کے حقوق کے متعلق ۱۸۶۷ء کے معاہدے میں مماثلت پیدا کر دی جائے۔ اس موخر الذکر معاہدے میں اس امر کی وضاحت کی گئی ہے کہ اگر آئندہ سے غیر ملکی عثمانی اختیارات قانونی کے ماتحت قرار دیے جائیں تو ایسا صرف اس صورت میں ہو سکے گا کہ "ان کی ذات اور جائداد منقولہ کی نسبت، جیسا کہ معاہدات میں قرار پا چکا ہے، حقوق کو نہایت صراحت و وضاحت کے ساتھ محفوظ کر دیا جائے"۔ صنعتی جائداد، کسی سوداگر کو اپنی علامت مصنوعات پر لازمی طور پر جائداد منقولہ کا حق حاصل ہے۔ اب رہے ایسے مقدمات جن کا تعلق غیر ملکیوں اور ملکیوں کے مابین اشیا کی مصنوعی اور نقلی ساخت سے ہے تو قانوناً اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ان کو مشترک عدالتوں میں پیش کیا جانا چاہیے۔ ان اختیارات قانونی سے جو کارگزاریاں حاصل ہوتی ہیں، ان کی نوعیت ایسی ہے کہ ایک نہایت ہی وسیع تر پیمانے پر خارجی علامتوں کے مالکوں کے مفادات کی حفاظت ہو؛ جاہل جج قانون کی غلط تعبیر نہ کر سکیں یا پردیسیوں کے خلاف قبل از قبل بری رائے قائم کر لینے والے مجسٹریٹ مخالفت سے کام نہ لے سکیں۔ یہ اختیارات تین عثمانی ججوں پر جو مشترک معاملات میں تجربہ رکھتے ہیں اور دو خارجی افسروں پر مشتمل ہیں، جن کو ایسے سربرآوردہ سوداگروں سے منتخب کیا جاتا ہے، جو تجارتی اور صنعتی مسائل میں اپنی اعلیٰ معلومات کی بنا پر حصہ لے سکتے ہیں۔ کارروائی کو یہ امتیازی خصوصیت حاصل ہے کہ جلد ختم ہو جاتی ہے جس کی وجہ

یہ ہے کہ جو رسٹ کشن کی صرف ایک ہی ڈگری مقرر کی گئی ہے۔

اس وقت ”علامت مصنوعات“ کی نقل کا سلسلہ ترکی روز بروز ترقی پکڑ رہا ہے۔ بہترین یورپین علامتوں کی نہایت خیرہ چشمی کے ساتھ نقلیں اتاری جاتی ہیں، جس سے ان کے مالکوں کو شدید نقصان پہنچتا ہے۔ ان کی علامتوں کے ساتھ کم درجے کے مال کی فروخت سے ان کی ساکھ میں بہت زیادہ بٹہ لگتا ہے۔

اب تک تجارت کی ترقی کے لیے ترکی اقتصادیئین کے صرف ایک ذریعہ ہاتھ لگا ہے اور وہ محاصل سائرات کی بیشی ہے۔ ترکی میں اب تک داخلی محاصل موجود ہیں، جو بیسویں صدی میں ایک قسم کی سخت بری ریت ہے خانہ ساز کپڑے پر، جو ایک بندرگاہ سے سلطنت کی دوسری بندرگاہ کو بھیجا جاتا ہے (۱) فی صدی تناسب قیمت کے اعتبار سے ادا کرنا پڑتا ہے۔ درانحالیکہ خام مال پر، اس کی ساخت کے لیے (۱۱) فی صدی پہلے ہی ادا کیا جاچکا ہے داخلی محصول (۳) فی صدی تھا اور یہ عبدالحمید ہی کا دم تھا کہ سرکاری خزانہ کی طرف اعتراضات اٹھائے جانے کے باوجود اس نے اس محصول میں تخفیف کردی۔

خارجی اسباب تجارت پر تجارتی معاہدات کی رو سے ترکی میں درآمد کیوقت (۸) فی صدی ایڈ ویلورم ادا کیا جاتا ہے۔ مسئلۂ مقدونیہ نے خارجی تجارت پر محاصل سائرات میں مزید (۳) فی صدی کا بار عائد کردیا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ باب العالی کی طرف سے اس امر کا اظہار کیا گیا تھا کہ روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے وہ مقدونیہ اصلاحات کو نافذ نہیں کر سکتی۔ ۱۲ر جولائی ۱۹۰۷ء سے محاصل سائرات (۱۱) فی صدی قیمت کے تناسب سے ہیں۔ حکومت اساسی کا سب سے پہلا فعل یہ تھا کہ اس نے یورپ سے اس میں (۴) فی صدی کے اضافے کا مطالبہ کیا، جس سے یہ (۱۵) فی صدی ہوگیا۔ دول اس قلیل قربانی کے لیے آزادی کے مرحون ہیں۔ اس کے ماسوا سنہ ۱۸۹۰ء کے تجارتی معاہدے میں جو ایک دستاویز مردہ اس لیے بنا رہا ہے کہ ترکی کے عطا کیے ہوئے تمام مراعات کو برگزیدہ قوم

کے متعلقہ فقرہ نے منسوخ کر دیا ہے، جرمنی نے محاصل میں (۱۵) فی صدی تک کے اضافہ پر رضامندی کا اظہار کر دیا تھا۔ آسٹریا ہنگری کو بھی بوسنہ اور ہرسک کے متعلقہ معاہدے میں اس اضافے سے اصولاً اتفاق تھا اور اسی طرح معاہدۂ روشی کے ذریعے سے ایطالیہ بھی رضامند ہو گیا تھا۔ اب صرف ممالک متحدہ؛ فرانس، برطانیہ اور روس کی منظوری حاصل کرنی باقی تھی۔ اگر ترکی جرائد پر اعتماد کیا جائے تو تمام طاقتوں کی طرف سے اس امر کے متعلق ترکی کو اطمینان دلا دیا گیا تھا۔

بہر حال کچھ سیاسیین کو ترکی میں اس اضافے پر اعتراض تھا۔ سینیٹ نے اس امر کی تجویز پیش کی کہ تخت کی تقریر کے جواب میں اس کے خلاف احتجاج کیا جائے۔ یکم تا ۱۴ ار نومبر ۱۹۰۹ء۔ ان لوگوں کی دانست میں یہ محصول تجارت اور صنعت و حرفت کے لیے مضر تھا۔ سینیٹ اپنے اس ارادے میں مستقل نہیں رہا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ بیت النائبین کا مقابلہ کرے، جس کے لیے (۴) فی صدی کا اضافہ ایک شرط عظمت کی حیثیت رکھتا تھا، کیونکہ اس کی دانست میں اس اضافے میں ایک سیاسی فتح اور اقتصادی آزادی کی طرف ایک پیش قدمی مضمر تھی۔ لیکن اقتصادی آزادی حاصل کرنے کے لیے اس امر کی ضرورت ہے کہ محاصل پر پورا قابو حاصل ہو تا کہ ملک کی ضرورت کے لحاظ سے ان میں فوراً رد و بدل کیا جا سکے۔ لیکن ترکی میں یہ صورت نہیں ہے کیونکہ تمام قسم کے مال پر بلا امتیاز، ایک ہی محصول برابر عائد کیا جا رہا ہے۔ مختلف محاصل کبھی تنہا صنعت و حرفت کی حفاظت کر سکتے ہیں۔ جن چیزوں کا تعلق زراعت سے ہے، ان کے مصارف اس قدر زیادہ ہیں کہ محاصل کے مجوزہ اضافے سے اس بے اعتمادی کی کبھی تلافی نہیں ہو سکتی، جو خارجی پیداوار کے حق میں مفید ہے۔

اپنے مالی مسائل کے متعلق ترکوں کی طرف سے ابھی تک کسی قطعی رائے کا اظہار نہیں کیا گیا ہے۔ ان کی خواہش ہے کہ شرابوں اور پٹرول کا ایک اجارہ قائم کریں تا کہ اس سالانہ رقم کی ضمانت پر، جو خزانے کو ادا کی جانے والی ہے، ان کو قرضہ حاصل ہو جائے۔ لیکن یورپینس کے لیے ایک زیادہ اہم مسئلہ

حوالگیوں کا مسئلہ تھا، جس کی تنسیخ کا مطالبہ معاہدۂ پیرس کے بعد عالی پاشا نے کیا تھا اور جس کو عبد الحمید نے اپنے پورے عہد حکومت میں عجیب و غریب استقلال کے ساتھ جاری رکھا تھا۔ یہ مسئلہ تنسیخ نوجوان ترکوں کے نظام العمل کا ایک ضروری جزو ہے۔ ایک جدید تجارتی معاہدے کی تکمیل کے لیے فرانس کے ساتھ مشاورتوں کے دوران میں ترکوں نے اس جدید ڈپلومیٹک ایکٹ سے ۱۸۳۸ء اور ۱۸۶۱ء کے معاہدات کے فقرہ ۱ کو خارج کر دینے پر زور دیا تھا جس میں ان تمام آزادیوں اور رعایتوں کے قیام اور تسلسل سے بحث تھی، جو قدیم معاہدات کی رو سے فرانس کو حاصل تھیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حوالگیاں متروک ہو گئیں اور درپردہ طور پر ان کی تنسیخ کر دی گئی۔

عبد الحمید کی حکومت نے اپنے مطالبے کو اس تجارتی معاہدے پر مبنی کیا تھا، جو دس سال پہلے جرمنی کے ساتھ مرتب کیا گیا تھا مگر جس کو نہ تو کبھی نافذ کیا گیا تھا اور نہ کبھی اس کو ریشتاغ ہی میں پیش کیا گیا تھا۔ جرمانیوں نے ترکی عہدہ داران سائرات کو اپنے جہازوں کے معائنے کا مجاز اور نہ صرف دوکانوں بلکہ تاجروں اور تجارت پیشہ لوگوں کے مکانوں کی خانہ تلاشی پر اظہار رضامندی کر کے ایک حیثیت سے حوالگیوں سے دست برداری دیدی تھی۔ فرق صرف یہ تھا کہ ان رعایتوں کو عطا کرتے وقت جرمانیوں کو معلوم تھا کہ ان پر کبھی عمل نہیں کیا جائیگا کیونکہ ان کے معاہدے میں "برگزیدہ قوم" کا متعلقہ فقرہ موجود تھا۔ یہ واقعہ کہ کوئی دوسری طاقت انھیں شرائط کو منظور کرنے پر آمادہ نہ تھی جرمنی کے واسطے اس غرض کے لیے کافی تھا کہ وہ ان پابندیوں سے آزاد ہو جائے، جن کو اس نے تسلیم کر لیا تھا۔ اور ہر مرتبہ جبکہ اس کے ہم قوموں میں سے کسی شخص سے، عام اس سے کہ وہ کتنا ہی غیر اہم کیوں نہ ہو، باز پرس کی گئی ہے تو جرمنی نے اپنے غلط تجارتی معاہدے کی موجودگی کے باوجود عثمانی حکومت سے سیاسی مراعات کے احترام کا مطالبہ کیا ہے۔

اس ذلت کو دیکھو، جو فہیم پاشاہ کو حاصل ہوئی۔ فہیم سلطان کا سوتیلا بھائی، قصر سلطانی کی خفیہ پولیس کا سردار اور سلطان کا سب سے زیادہ چہیتا تھا،

جس پر سلطان عبدالحمید نے اپنے نہایت ہی وفادار ملازموں کو قربان کر دیا تھا اور جو نائب سلطان تھا مگر اس نے ایک جرمانی رعایا پر حملہ کرنے کی جرأت کی تھی۔ ڈپلومیٹک کور نے بیرن کیلیس، آسٹریا ہنگری کے سفیر کے توسط سے یلدیز میں اس کی برطرفی اور قسطنطنیہ سے، جس کے لیے وہ ایک بلائے مبرم بنا ہوا تھا، اس کے اخراج کا مطالبہ کیا تھا مگر ان لوگوں کو کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ جنوری ۱۹۰۰ء میں فہیم پاشا نے ایک جہاز کو جو جرمانی ریلوے کے لیے لکڑی لے جا رہا تھا اس وجہ سے گرفتار کر لیا تھا کہ کپتان نے اس کو "بخشش" دینے سے انکار کر دیا تھا۔ بیرن مارشل فان بی برس ٹن، جرمانی سفیر نے مجرم کی جلاوطنی کا مطالبہ کیا۔ سلطان نے اپنے سفیر متعینۂ برلن کو اس معاملے میں سعی کرنے کا حکم دیا مگر کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ خود اس نے امپرر ولیم سے اس معاملے میں التجا کی مگر اس کو کامیابی نہیں ہوئی جرمانی حکومت نے اپنے نمائندے کی یہ باور کرتے ہوئے تائید کی کہ اس کی کامیابی پر ترکی میں جرمانی خودداری کا بہت کچھ دارومدار ہے۔ چنانچہ سلطان کو اس امر پر مجبور کیا گیا کہ وہ فہیم کو اندرون میں جلاوطن کر دے۔ ۱۱ فروری کو فہیم بروصہ کو روانہ ہوا، جہاں اس کو نظربند کر دیا گیا اور کانسٹی ٹیوشن کے قیام جدید کے بعد اسی مقام پر لوگوں نے بہ اختیار خود اس کو ہلاک کر دیا۔

اگر سیاسی مراعات منسوخ ہو گئیں تو ترکی میں بود و باش رکھنے والے غیر ملکیوں پر تمام ٹیکس اور محاصل عائد کر دئے جائیں گے اور وہ ملک کے قوانین کو چاہے وہ کچھ ہی کیوں نہ ہوں تسلیم کرنے پر مجبور ہوں گے۔ اوائی یا قانونی شہزادگان اور شریعت یا قانون ربانی۔ اس وقت تک جب تک کہ مسلمانوں اور عیسائیوں کی سول مساوات صرف ایک ایسا اصول نہیں ہے، جو کسی ایسے دستور میں مندرج ہوں، جس کی کم و بیش پابندی کی جائے بلکہ ایک روزمرہ کی حقیقت ہوں؛ اس وقت تک جب تک کہ نیچے سے لے کر اوپر تک عمل میں لائی ہوئی عدالتی اصلاحات عثمانی عدالتوں کو یورپین عدالتوں کا مماثل نہ بنا دیں؛ اس وقت تک جب تک کہ مذہبی قانون سول قانون کا مقابلہ اور اس پر تفوق حاصل کر سکتا ہے، دول کے لیے یہ امر اگر محال نہیں تو مشکل ضرور ہوگا کہ بعض طاقتوں کے وعدوں کے باوجود مراعات

کی تنسیخ پر رضامند ہو جائیں۔ میں نے جرمنی کے متعلق اظہار کر دیا ہے؛ آسٹریا ہنگری بھی ۲۶ فروری سنہ ۱۹۰۳ء کے معاہدے کی رو سے حوالگیوں کی تنسیخ میں مشغول ہو چکا ہے۔ یہی حال معاہدۂ روشی کے ذریعے سے اطالیہ کا بھی ہے۔ روس کے متعلق ام چارلیکاؤ روسی سفیر متعینۂ قسطنطنیہ کی ایک گشتی کی بنا پر رائے قائم کی جائے گی جو سلطنت عثمانیہ کے تمام روسی قونصلوں کی موسومہ ہے (سنہ ۱۹۱۰ء) لیکن اس میں بہت طوالت ہے۔ وہ انکار کر چکا ہے۔

چوبیسواں باب

ترکی کا مستقبل

نازک صورت حال ۔ عرب اور ترکی ترکوں کے لئے ۔ دوسری قوموں کے لئے خدشہ ۔ مذہبی اور نسلی منافرت ۔ مسلمان ؛ اور عیسائیوں کا مرتبہ مسئلۂ حقوق ۔ دستوریت اور شریعت ۔

صورت حال کی اہمیت

جب مدحت پاشا کا مرتبہ دستور حکومت از سر نو نافذ کیا گیا اور پارلیمنٹ کے آئندہ اجلاس کا اعلان کر دیا گیا تو یورپ میں لوگوں نے ترکی کی دستوری حکومت کے قیام کی اس دوسری کوشش کو شک وشبہہ کی نظروں سے دیکھا امور پارلیمنٹ سے ترکوں کی کامل ناواقفیت اور بیگانگی کے چرچے ہونے لگے اور یہ دکھانے کے لئے کہ نیابتی حکومت محض ایک ڈھونگ اور فریب ہے سابقہ پارلیمنٹ کی نسبت عجیب وغریب کہانیاں جن کی اصلیت مشتبہ ہے بیان کی جانے لگیں ۔ اتحاد عمل کے بجائے ممبر اور حکومت نے اپنی اپنی جداگانہ روشیں اختیار کر لیں ۔

حکومت نے ایک مسودہ پیش کیا تو پارلیمنٹ کے کمیشن نے اُس کو بالکل ہی بدل دیا۔
اور جب یہ مسودہ اپنی صورت منقلبہ میں غور و تمحیص کے لئے پیش کیا گیا تو وزراء نے
اس سے کوئی دلچسپی نہیں لی جب تک کہ چیمبر نے مباحث میں خاص طور پر ان کی
موجودگی کی درخواست نہیں کی۔ حلمی پاشا کی کابینہ کا وزیر داخلہ، فرید پاشا سابق
وزیر اعظم جب مقاطعات اور موالات کے متعلقہ قانون پر، جس کو حکومت کی
تجویز کے خلاف پارلیمنٹ نے تیار کیا تھا، خود بحث کرنے کے لئے آیا تو اُس وقت
تقریباً ایک نہایت ہی رسوا کن صورت حال پیدا ہو گئی۔ پارلیمنٹ کے عثمانی
ممبروں کی یہ رائے ہے کہ مجلس عاملہ کو لازمی طور پر چیمبر کا محض ایک ثانوی ملازم
اور تابعدار ہونا چاہیئے۔

اس موضوع پر جو کچھ کہا جا سکتا ہے، وہ دستوری ترکی کے لئے ایک ضمنی
حیثیت رکھتا ہے۔ جس وقت ترکوں کو امور پارلیمنٹ کے متعلق مزید تجربہ حاصل
ہو جائے گا، جب ان کا زمانہ کار آموزی ختم ہو جائے گا اور جب وہ اپنے اُن
ارباب حل و عقد سے ارتقائی مدارج طے کرالیں گے، جو ۲۳ جولائی ۱۹۰۸ء کے
انقلاب کے پیدا کردہ اُصول سے مانوس ہیں۔ تو پھر اُس وقت سلطنت عثمانیہ میں
بھی ہر کام اُسی حسن و خوبی کے ساتھ ہونے لگے گا، جیسا کسی دوسرے ملک میں
ہو سکتا ہے۔ لیکن ترکی کا اس وقت اس سے بھی زیادہ خطرناک مسائل سے
مقابلہ ہے اور یہ حسب ذیل ہیں:-

اس کی خارجی پالیسی میں کسی نئے اُصول پر عمل کرنے سے اُسی طرح خطرے
پیدا ہو سکتے ہیں جس طرح غیر جانبدار رہنے سے۔ بعض طاقتوں کی حرص و ہوس سے
سلطنت کے لئے سخت خطرات کا سامنا ہے۔ ترکوں کی ذہنیت کا مسئلہ، جو
ترکوں کو یہ باور کرنے پر مجبور کرتی ہے کہ پردیسی اُن کے پیدائشی دشمن ہیں۔ وہ عداوت و
نفرت، جو مختلف قومیتوں کو ایک دوسرے سے جدا کرتی ہیں، ترکی کو متضاد نسلی عناصر کا
ایک عجائب گھر بنا دیا ہے۔ یہ ایک ناقابل تغیر عداوت و نفرت ہے۔ کیونکہ یہ
ایسے تاریخی عوامل کا لازمی نتیجہ ہے جو ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ علیحدہ
رہے ہیں۔ مسلمانوں اور عیسائیوں کے ایک ہی حالت میں رہنا ناممکن ہے پھر

سول اور مذہبی قانون کا مسئلہ ہے جو ایک دوسرے سے دست و گریبان ہیں اور جو اسلامی اصول کے مطابق ترکی کو مذہبی حکومت بنائے ہوئے ہیں اور جو خود دستوری حکومت کو ختم کر دیں گے۔"

عرب اور ترکی
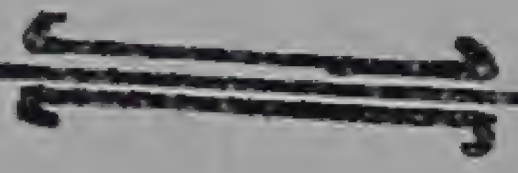
۲۳ جولائی ۱۹۰۸ء کو ترکی مصلحین کے کامیاب ہو جانے کے بعد یہ سوال پیش ہوا کہ عرب کی موجودہ بدامنی اور شورش کی حالت میں انگلستان کا طرز عمل کیا ہو گا؟ قویط کے شیوخ، وہابیوں کے امرا اور سرداران یمن کی اب تک جو پس پردہ امداد و اعانت کی جاتی تھی، کیا انگلستان اب بھی اسی طرز عمل کو جاری رکھے گا؟ ترکی کی جدید حکومت کی مشکلات سے کیا انگلستان اپنی تجاویز کی تکمیل میں فائدہ اٹھائے گا۔ یا ترکی میں جدید حالات کے پیدا ہو جانے کی وجہ سے انگلستان کسی طرح اپنے سابقہ ارادوں سے فی الحال دستکش ہو جائے گا؟ سلطان نے اتحاد اسلام کا جو طریقہ اختیار کیا تھا، وہی انگلستان کے اضطراب و بےچینی کا باعث تھا۔ عربوں میں ترکوں کے خلاف "انقطاع" (بائیکاٹ) کی تحریک جاری تھی اور اس تحریک سے انگلستان کو ہمدردی ہونے کی وجہ بھی یہی اتحاد اسلام تھا۔ ایسی صورت میں کہ انگلستان کی تمامتر کوشش جزیرہ نمائے عرب میں اپنا اثر قائم کر لینے کی طرف مبذول تھی سلطان کو اپنے اس خیال سے، جو ان کی اس خواہش پر مبنی تھا کہ اپنی مذہبی برتری کو سیاسی فوقیت میں مدغم کر لیا جائے، خالی الذہن ہو جانا پڑا کیونکہ ترکی میں دستوریت کے دوبارہ قیام کی وجہ سے سلطان کی مطلق العنانی فنا ہو چکی تھی۔ دستوری حکومت نے یہ اعلان کر دیا کہ وہ مصر پر برطانوی تسلط اور قبضے کے مسئلے کو نہ چھیڑے گی اور قصر یلدیز کے کارکنوں کی اس تحریک کی امداد و حمایت نہ کرے گی، جو برطانیہ کے خلاف کی جا رہی تھی۔

قرائن سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قسطنطنیہ میں جرمانی اثر کے بجائے اب انگریزی اثر پیدا ہو چلا تھا۔ وزیر اعظم کامل پاشا تو قطعاً انگریزوں کا اگر گا تھا اور ایڈورڈ ہفتم نے اظہار خوشنودی میں ایک تار بھی اُس کے نام روانہ کیا تھا، جس کی مثال تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔ انگلستان نے اپنے کو ترکی جدید کا محافظ ظاہر کیا اور یہ عہد و پیمان ہوا کہ آیندہ وہ ترکی کا در پئے آزار نہ ہوگا۔ عرب کی تحریک کو تقویت پہنچانے اور انگریزی حفاظت واثر کے تحت حجازی حکومت کے قیام کے معنی یہ ہیں کہ حکومت ترکی کو نقصان پہنچایا جائے اور یہ بالکل اُسی قسم کا سرقہ ہے جیسا کہ آسٹریا ہنگری نے بوسنہ وہرسک پر قبضہ کرتے وقت کیا تھا۔ آسٹریا ہنگری نے بوسنہ وہرسک کے معاملے میں اپنے قبضے کو ایک غیر محدود مدت کے لئے ملکیت میں تبدیل کرلیا۔ اسی طرح انگلستان بھی حجاز پر اثر قائم کر کے شکست اعتماد کا مجرم ہوگا۔"

بدبختی سے سلطان عبد الحمید نے ترکی کے لئے، جو اہم ترکہ چھوڑا وہ اتحاد اسلام تھا۔ حکومت عثمانیہ نے یہ محسوس کیا کہ ترکی قومیت پسندوں نے اس پر سبقت حاصل کرلی ہے اور مصریوں کو خدیو کے خلاف بغاوت پر اس لئے آمادہ کردیا ہے کہ خدیو بھی مصر کو دستوری حکومت عطا کردے تاکہ انگریزوں کے خلاف ہتھیار اُٹھانے کی تعلیم کا یہ دیباچہ مکمل ہو جائے۔ تخلیہ مصر کے مسئلے کو سرکاری طور پر عثمانی حکومت کی جانب سے اُٹھائے جانے کے لئے قسطنطنیہ میں ایک طاقتور جماعت کوشش کرتی رہی اور بعض ترکی جرائد نے انگریزوں کو یہ دھمکی بھی دی کہ وہ اس سے پہلے مصر سے روانہ ہو جائیں کہ اُن کو "یا بدست دگرے دست بدست دگرے" مصر سے نکالا جائے۔ ان اثرات کے تحت اتحاد اسلام کا جذبہ تیزی کے ساتھ مصر میں پھیل گیا۔ خدیو مصر کو اس تحریک سے اتفاق نہیں تھا کیونکہ جب کبھی خدیو کی طرف سے اس مسئلے کو چھیڑا گیا تو انگلستان نے جھلا کر سخت بھپکیاں دیں اور یہ کہا کہ اپنے جام سفالی کو انگلستان کے ساغر آہنی سے ٹکرانے کی حماقت کا ارتکاب نہ کیا جائے۔ مصری قوم پرستوں نے یہ بے التفاتی اور ناموافقت دیکھ کر عباس حلمی پر حملہ کردیا۔ اس واقعے سے عباس حلمی انگلستان کی طرف اور زیادہ مائل ہوگیا اور اس طرح انگلستان اُس کے حقوق و مناصب کا پشت و پناہ بن گیا۔

یہ ایک کھلی ہوئی بات تھی۔ عباس حلمی کے پاس خود کوئی طاقت نہیں تھی، تاہم وہ شاہانہ وجاہت کے ساتھ زندگی بسر کرتا تھا۔ انگریزوں نے اس کے ساتھ شاہانہ سلوک کیا۔ ترکوں کی نظر میں عباس حلمی اس نظریئے کے تحت کہ مصر ترکی کی ولایت ہے، ایک معمولی پاشا تھا۔ یہ امر بہت زیادہ مشکوک ہے کہ مصری قوم پرست جماعت، جو ایک وسیع آبادی کی نمائندہ تھی، جس کے اراکین میں صاحب علم و فضل، حکمراں طبقے کے افراد، ترک، البانی اور چرکس شامل تھے اور جو مرادف تھی مصر کی حکومت کے، اپنے ملک کے کثیر دیسی باشندوں یعنی فلاحیئین سے بے تعلق اور الگ تھلگ رہی۔ ممکن تھا کہ اس سے ایک وقتی تعصب پیدا ہو جاتا لیکن شاید فلاحیئین نے ترکوں اور مصریوں کی سرگرمیوں میں، جو اُن سے نہ نسلی اشتراک رکھتے تھے اور نہ قومی تعلق، اپنا کوئی فائدہ نہیں دیکھا۔

ان قومی سرگرمیوں اور معرکوں نے برطانیہ کے خوف و اندیشہ کو قدرۃً پھر تازہ کر دیا اور برطانیہ کی ان تجاویز کو کہ وہ عربوں سے ترکوں کے خلاف کام لینا چاہتا تھا، بروئے کار لانے کی ایک نئی تحریک پیدا کر دی۔ اس حقیقت سے انکار کرنا بے سود ہے کہ عرب کا پورا ملک، جو اس وقت قومی خیالات سے سرشار تھا، اس قابل تھا کہ بہت جلد مجتمع ہو کر اُٹھ کھڑا ہو۔ اگرچہ انقلاب عرب یمن اور نجد تک محدود تھا جس کا کچھ اثر مقاماتِ مقدس کے قبضے پر بھی پڑا تھا، تاہم سلطنت کے بعض اہم اور موقتی ممالک پر کوئی فوری اثر نہیں ہوا تھا۔ ممکن تھا کہ یہ انقلاب مقامی ہی ہوتا مگر ایسا نہیں ہوا اور اس انقلاب کے اثرات بصرہ اور بغداد کی ولایتوں تک جا پہنچے اور پھر وہاں سے شام تک پھیل گئے۔

ترکی میں دو اصول اور دو فرقے ایسے تھے، جو ایک دوسرے کے رقیب تھے۔ عرب آئندہ عثمانیوں کی کسی طرح اطاعت نہیں کر سکتے تھے۔ ترکی قوم پرستوں کا پروگرام یہ تھا کہ "ترکی ترکوں کے لئے ہے" جس کا بالفاظ دیگر یہ مطلب ہے کہ ترکی سلطنت میں ترک نہ صرف عیسائیوں ہی پر حکومت و فرمانروائی

کریں گے بلکہ دوسرے تمام مسلم قبیلوں پر بھی - اس نظام العمل سے عربی قبائل کسی طرح متفق نہیں ہو سکتے تھے۔ ترکوں کی خوش قسمتی تھی کہ یہ عربی قبائل آپس کی خونریز لڑائیوں میں کچھ اس طرح مبتلا تھے کہ تاوقتیکہ کوئی غیر معمولی عزم و قوت کا انسان نہ پیدا ہو وہ اتحاد عمل کے لئے کبھی متفق نہیں ہو سکتے تھے۔ یمن کے سعیدی نجد کے وہابیوں کی کبھی پروا نہیں کرتے تھے اور عسیر کے لوگ ان دونوں سے الگ تھلگ ایک جداگانہ الحاد میں مبتلا تھے؛ اور پھر لطف یہ تھا کہ ان دونوں ملکوں میں کچھ نہ کچھ وہابی ضرور آباد تھے۔ عراق کے تمام قبائل علیحدہ علیحدہ طور پر مصروف عمل تھے۔ لیکن اگر عربوں کو انگلستان جیسی زبردست طاقت کی حمایت حاصل ہو گئی، جس کے پُر امن قبضۂ مصر کے لئے خطرہ پیدا کیا جا رہا ہے تو پھر دُنیائے عرب اور دنیائے ترکی میں لڑائی ٹھن جائے گی جس کا نتیجہ آل عثمان کے لئے تباہی خیز ہوگا۔"

"ترکی ترکوں کے لئے"

غیر ملکیوں سے نفرت

فوجی انقلاب اور بغاوت نے ترکی میں دستوریت کو از سر نو قائم کر دیا تھا۔ عبدالحمید کا تشدد اس درجے تک پہنچ چکا تھا کہ ترکی کا ایک مشہور محاورہ "خنجر نے ہڈیوں تک کو چھید ڈالا" اس پر بالکل صادق آتا تھا۔ یہ انقلاب اس تشدد کے خلاف صرف ایک مایوسانہ قومی احتجاج ہی نہیں تھا بلکہ ترکی کے داخلی امور میں یورپین مداخلت کے خلاف ترکی حب الوطنی اور مسلم تعصب کا ایک شدید رد عمل بھی تھا۔ اس وقت جبکہ سلطان مقدونیہ میں نفاذ اصلاحات کے وعدوں سے یورپ کی

تالیف قلوب کر رہا تھا، شاہی فرامین، ہائی جیفیس، اور ترکی اصول کے متعلق کوئی بحث پیدا نہیں ہوئی تھی۔ لیکن مرز طاغی پروگرام کی خونریز ناکامی کے بعد، انگلستان اور روس کے مابین مقدونیہ میں ترکی حکومت کا خاتمہ کر دینے کے لئے سمجھوتہ ہو چکا تھا۔ ترکی مصلحین نے جب یہ دیکھا کہ سلطنت کے اعضا کی قطع و برید کی گھڑی سر پر کھڑی ہے تو ان کو یلدیز کے خلاف مسلمان عنصر کو برافروختہ کر دینے کا ایک آلہ ہاتھ آ گیا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حمیدی حکومت حد سے متجاوز ہو چکی تھی۔ مشرق مطلق العنانی اور تشدد و استبداد ہی کا عادی ہے اور اس کے علاوہ کسی دوسری طرز حکومت سے نا آشنائے محض ہے۔ اس کا نتیجہ یہی ہوا، جو عبد العزیز کے خلاف ہوا تھا مگر اس میں شدت کا پہلو زیادہ نمایاں تھا۔ عبد العزیز کی معزولی سلطنت کی حفاظت و صیانت کے لئے عمل میں آئی تھی، جسے وہ روس کے ہاتھ بیچ ڈالنے پر بالکل آمادہ تھا۔ عبد الحمید کے خلاف دستوریت کے ہیجان کا مقصد یہ تھا کہ یورپ میں جو کچھ بچے کھچے ترکی مقبوضات ہیں، ان کی حفاظت کی جائے؛

ابھی دستوریت پوری طرح قائم بھی نہیں ہوئی تھی کہ "ترکی عثمانیوں کے لئے ہے" کے الفاظ کو قبول عام حاصل ہو گیا۔ ان الفاظ میں فوراً ہی تبدیلی واقع ہوئی اور "ترکی ترکوں کے لئے ہے" کے الفاظ زبان زد عوام ہو گئے۔ اس تعریف میں صرف اجانب وغیر اقوام ہی نہیں بلکہ نسلی اصول کے لحاظ سے مسلمان اور عیسائی بھی برابری کے ساتھ شامل نہیں ہیں۔ اس مضمون کا ایک اعلان شائع کیا گیا کہ غیر ترکی عہدہ داروں اور افسروں کی علیحدگی اور برطرفی، عثمانی قرضۂ عامہ کو منسوخ کرنا اور مشروط مراعات کی تنسیخ ہی وہ امور ہیں کہ جن کو بروئے کار لا کر یورپ اگر چاہے تو ترکی کو اپنی نیک نیتی اور اخلاص کا ثبوت دے سکتا ہے۔ انجمن کے جرائد نے بھی یاس و حسرت کے ساتھ اس نظریئے کی تائید کی کہ قدیم حکومت کے ساتھ جو معاہدات ہوئے ہیں، ان کو کالعدم قرار دیدیا جائے اور سلطان نے جو مراعات عطا کی تھیں، وہ سب حکومت کو واپس کر دی جائیں۔ اسلامی قانون نے جس کا اصولی انداز یہی یہ ہے کہ صرف قوانین شریعت ہی

قابل عمل ہیں، اس قسم کے خیالات پھیلادیئے کہ سول قوانین کو، اگر وہ اسلام کے حق میں مفید نہ ہوں تو ٹھکرا دیا جائے۔ ترکوں کو یورپینس سے جو سخت شکایتیں تھیں، اُن کے منجملہ ایک یہ بھی تھی کہ یورپینس نے نہایت ہی کثیر سود پر ترکوں کو قرضہ دیا ہے اور ایسی مراعات حاصل کرلی ہیں، جو ترکی کی اقتصادی ترقی میں مزاحم ہوتی ہیں۔ لیکن عبدالعزیز نے اگران لاکھوں روپیوں کو، جو بطور قرض حاصل کئے گئے تھے، برباد کردیا اور ۱۸۷۵ء میں محمد ندیم پاشا نے ترکی کے دیوالیہ ہوجانے کا اعلان کردیا تو اس میں یورپ کا کوئی قصور نہیں ہے۔

ترکی کے قرضخواہوں نے ۲۰ دسمبر ۱۸۸۱ء کا معاہدہ نہایت فیاضی اور فراخدلی سے ترکی کے ساتھ کیا، مالی نظم ونسق کے سقم کی وجہ سے عثمانی خزانے کی حالت کبھی درست نہ ہوسکی۔ قرضہ حاصل کرنے کے علاوہ اور کوئی صورت ترکوں کی سمجھ میں نہیں آتی لیکن ساتھ ہی وہ قرضے کی ادائی کے متعلقہ معاہدات سے پہلوتہی بھی کرتے ہیں۔ ان سے قرضے کی ادائی کا تقاضا کرنے یا امور عامہ میں مراعات کی استدعا کے یہ معنیٰ ہیں کہ اُن کو ناراض کردیا جائے۔ اب دستور اساسی کی بدولت قوم خود اپنے اوپر حکمرانی کررہی ہے۔

تمام بڑے بڑے صنعتی کاروبار غیروں کے قبضے میں ہیں۔ حجاز کی ریلوں کے علاوہ تمام ریلیں جرمانی، انگریزی، آسٹروی یا فرانسیسی ہیں۔ تمباکو (۷۵) فیصدی فرانسیسی، (۱۲½) فی صدی جرمانی، اور (۱۲½) فی صدی آسٹروی ہے۔ بندر حیدر پاشا جرمانیوں کا ہے۔ بیروت کے بندرگاہ اور قسطنطنیہ کے گھاٹ فرانسیسیوں کے ہیں۔ تقریباً تمام معادن غیروں ہی کے قبضے میں ہیں۔ قسطنطنیہ کی ٹرامو ے جرمانیوں کی ہے۔ محکمہ آبرسانی فرانسیسی ہے۔ استانبول کی گیاس جرمانیوں اور اہل بلجیم کی ہے۔ سقوتری کا خدیوی گیاس کچھ بلجیم والوں کی اور کچھ فرانسیسیوں اور جرمانیوں کی ہے۔ قیام دستوریت کے بعد صنعتی سوسائٹی کے ادنیٰ اراکین اور مزدوروں نے یکے بعد دیگرے ہڑتالیں کیں۔ ترکی مدبرین نے ہڑتالیوں کو خاموش کرنے کے بجائے انھیں اس امید پر اور اُبھارا کہ ان اتفاقی رکاوٹوں کی بنا پر مراعات حاصل کنندگاں کو بے تعلق کیا جاسکتا ہے۔

اناطولیہ کی ریلوے لائن کے ساتھ جو واقعہ پیش آیا، وہ اس نقطۂ نظر سے خاص اہمیت وحیثیت رکھتا ہے۔ یہ ایک عام ہڑتال تھی اور لوگوں کے اس شور و شغف کو حکام نے نہ صرف روا ہی رکھا بلکہ اراکین کمیٹی اور اعلیٰ حکام نے، جن پر تحقیقات سے الزام ثابت ہوا، ہڑتالیوں کو یہ یقین دلا کر اور بھی ترغیب دی کہ ریلوے بجائے ڈوئشی بنک (Deutsche Bank) کے ان ہاتھوں میں آجائے گی اور ترکی حکومت کے تحت اس کا عہد زریں شروع ہوگا۔ عوام کا ایک وفد وزیر اعظم کامل پاشا کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ مطالبہ پیش کیا کہ ریلوے ہڑتالیوں کے حوالے کر دی جائے۔ وزیر اعظم نے، جس کی کبرسنی وجہ معافی نہیں ہوسکتی، کمپنی کی معزولی کے احکام نافذ کردئے۔ اگرچہ کامل پاشا کے اس فرمان کی تعمیل سے جرمنی اور دوسرے دول کے ساتھ ایک اچھے خاصے تصادم کا واقع ہوجانا ضروری تھا لیکن ترکی کی خوش قسمتی تھی کہ اناطولی ریلوے کے ڈائرکٹر جنرل، ام ہوجنین کو جب اس واقعے کی خبر ہوئی تو اس نے نہایت ہی دانائی اور پیش بینی سے کام لیا؛ اور بعجلت تمام وزیر اعظم کی خدمت میں حاضر ہوکر نہایت استقلال کے ساتھ تقریر کی، جس میں اس نے احکام معزولی کے نتائج کو اس خوبی کے ساتھ بیان کیا کہ کامل پاشا کو بالآخر اپنے فیصلے کو منسوخ کردینا پڑا۔

ترکی انتہا پسند غیر ترکی مدارس نے خلاف بہت شور و غل مچایا۔ ان مدارس اور خصوصاً فرانسیسی اسکولوں پر یہ الزام عائد کیا گیا کہ وہ قومی انتشار کے مرکز ہیں۔ یورپین بنک حملے سے محفوظ نہیں رہے۔ اخبارات میں عثمانی قرضۂ عامہ اور عثمانی بنک کے خلاف ایک زبردست معرکہ آرائی شروع ہوگئی۔ بارہ کروڑ پچاس لاکھ کی رقم قرضے کے مسودے پر بحث و تمحیص کے وقت، جو قبل از قبل صرف کی جاچکی تھی، بعض نائبین نے اس امر کا اعلان کردیا کہ ترکی سے (۱۷) فی صد سود لے کر اس کو گویا لوٹ لیا گیا ہے۔ بیان یہ کیا گیا تھا کہ قرضہ (۴) فی صدی سود پر جاری ہوا ہے مگر حکومت کو صرف (۸۷) فی صدی رقم ملی۔ اس طرح (۱۳) اور (۴) ملا کر (۱۷) فی صدی

سود کی رقم ہوئی؛

ترکی میں معدنیات اور دوسرے تجارتی و مالیاتی اہم صنعتی امور کے غیروں کے قبضے میں ہونے کا اصلی سبب یہ تھا کہ ترکی میں تجارت و صنعت اپنی انتہائی ابتدائی حالت میں تھی۔ ترکوں کے پاس ان کا ذاتی کوئی سرمایہ نہ تھا بلکہ اُن کا سارا دارومدار یورپین سرمائے پر تھا۔ اس کے ماسوا ترکوں کی ناقابلیت کا اب تک یہ حال تھا کہ وہ اپنی جگہ کچھ نہیں کر سکتے تھے بلکہ ان کے لئے غیر جو کچھ کیا کرتے تھے، اُس کو بھی باقاعدگی اور انتظام کے ساتھ قائم رکھنے کی ان میں اہلیت نہیں تھی۔ حجاز ریلوے، جس کا سلطان عبدالحمید کو بہت زیادہ خیال تھا، اگر جرمنی کا میسنر اور فرانسیسی کے گاڈن جیسی دو بلند پایہ ہستیاں اور دوسرے یورپین انجینیر اور کارکن نہ ہوتے تو کبھی تکمیل کو نہیں پہنچتی۔ مسلم اور عیسائی دیہاتیوں کے علاوہ، جو اکثر پست حالت میں ہیں، ترک دوسروں کی نظروں میں سردار اور سپاہی ہیں۔ عثمانی خزانہ اس وقت بھی جبکہ اس کی حالت بہتر بیان کی جاتی تھی۔ ریلوں کے اخراجات کبھی آسانی کے ساتھ برداشت نہیں کر سکا اور ہمیشہ اُس کو مشکلیں پیش آتی رہیں۔ خارجی سرمائے کے بغیر سلطنت عثمانیہ میں ریلوں کا وہ نظام قائم نہیں ہو سکتا تھا، جو اب موجود ہے۔ عثمانی قرضے کے بغیر، جس کے ذریعے سے ترکی کو روپیہ حاصل ہوا، ترکی حکومت اپنے ندیم پاشا کے مشتہر کردہ دیوالیہ پن کی حالت سے کبھی نکل نہیں سکتی تھی۔ عثمانی بنک اور دوسرے بنکروں کے بغیر ترکی اپنی فوج کی ترتیب و تنظیم جدید نہیں کر سکتی تھی اور نہ ضروریات حکومت کی تکمیل اس کے امکان میں تھی؛

سرمایہ داروں کا جن کی رقم ترکی کے بڑے بڑے کاروبار میں لگی ہوئی تھی، اپنے ذاتی افسروں اور منتظموں کے تقرر کی خواہش کرنا، ایک بالکل قدرتی بات تھی۔ مگر ترک، جو یورپ سے لاکھوں روپیہ حاصل کرتے ہیں، یہ چاہتے ہیں کہ روپے پر خود ہی قابض رہیں اور اپنے حسب منشا اُس کو صرف کریں؛

بعض مدبرین کی رائے یہ تھی کہ ترکی کے معاملات میں یورپین عنصر کی

شرکت کو حذف کر دینے کی خواہش ترکی کا خود اپنے پیر پر کلھاڑی مارنا ہے،
۱۹۱۱ء کی ایک قرارداد کے بموجب، جو وزیر مالیہ جاوید بے اور ام پال روایل
عثمانیہ بنک کے سابق ڈائرکٹر جنرل کے مابین طے ہوئی تھی، یہ تصفیہ ہوا کہ
محاصل کی فراہمی عثمانی قرضے سے کی جائے، جس سے نہ صرف یہی فائدہ
ہوگا کہ محاصل وصول کنندگاں کی زیادتیوں کا سدباب ہو جائے گا بلکہ دستبرد
کے وہ سلسلے بھی منقطع ہو جائیں گے، جو خزانے کے لئے سخت مضرت رساں
ہیں۔ عثمانی بنک سلطنت کا صدر خزانہ بنا دیا جائے، جو سلطنت کی رقمی
ضرورتوں کی کفالت کرے گا۔ لیکن یہ قرارداد متروک ہو چکی ہے۔ ترک
اپنے علاوہ کسی دوسرے کی نگرانی کو پسند نہیں کرتے تھے۔

نسلی اور مذہبی منافرت

دستوریت کے دوبارہ قائم ہو جانے کے بعد لوگوں میں طرح طرح کی
چہ میگوئیاں ہوتی رہیں۔ آبادی کے کثیر حصے کے لئے دستوریت ایک جادو کا بول
ایک "کھل جا سم سم" تھی جو اُن کے لئے دُنیا کی تمام بہترین چیزوں کو فراہم
کر دینے والا تھا۔ دوسروں کے نزدیک دستوریت تمام سیاسی اور اقتصادی
مسائل کا حل تھی اور ان تمام باتوں سے ترکی کی عظمت و رفعت مقصود تھی۔
دستوریت سے قبرص، بوسنہ، ہرسک، قندیہ، مصر حتّٰی کہ الجیریا بھی دوبارہ
ریاست میں شامل ہو جانے والے تھے۔ لوگوں کا خیال تھا اس کی وجہ سے
سرکاری خزانے بھر جائیں گے اور مذہبی مناقشات اور خونریزیاں ہمیشہ کے لئے
مسدود ہو جائیں گی۔ حمیدی حکومت کے جبر و استبداد سے ناگہانی طور پر نجات
پا لینے کی ترنگ میں ہر شخص کی زبان سے مختلف قوتوں کے اتحاد و اخوت کے
راگ نکل رہے تھے۔ لیکن جو واقعات پیش آئے ہیں اُن سے ثابت

ہو گیا ہے کہ یہ سب ایک افسانہ تھا۔ ترکی اب پہلے سے کہیں زیادہ ایسے مختلف مذاہب اور قوموں میں تقسیم ہو گئی ہے، جن میں آپس میں اتحاد اور مصالحت نہیں ہو سکتی۔ دستوریت بعض چیزوں سے کام لے کر اس نفاق و شقاق کو احساس ہیئت اجتماعی سے بدل سکتی ہے۔ اس کو یا تو یہ کرنا چاہیئے کہ وہ قومی حقوق و آزادیوں کی صحیح اور معتدل طور پر نشو و نما کرے اور یا ان سب کو ترکی قومیت کے ذریعے سے فنا کر دے۔ دونوں صورتوں میں ظاہر ہے کہ سلطنت عثمانیہ کا خاتمہ ہے۔"

وہ توقعات و خیالات، جنھوں نے اس تحریک کے بانیوں کے دلوں میں جان ڈال رکھی تھی، یقیناً نہایت وسیع اور مصلح جویانہ تھے عیسائی فوج میں داخل کئے جانے والے تھے اور تمام قوموں کو عثمانی تسلیم کر لیا جانے والا تھا۔ لیکن بدقسمتی سے اس نظام العمل کی ترتیب کے وقت قدیم روایتوں کی مختلف نسلوں کی تاریخی روایات، ذہنیتوں اور جذبات کو نظر انداز کر دیا گیا تھا چنانچہ فوجی خدمات کا اتحاد جو مختلف قوموں کی ہم آہنگی کا زبردست عنصر خیال کیا جاتا تھا کبھی عمل میں نہیں آیا۔ ہر چیز اس خیال کے مخالف تھی۔ مذہبی منافرت و عناد؛ اور عیسائیوں کے انتشاری رجحانات اور انتہا یہ ہے کہ خود سلطنت کا تحفظ اور مفاد اس کے مخالف تھے۔

مسلمان اور عیسائیوں کی حیثیت

مشرق قدیم زمانے سے مذہبی حکومت کا وطن رہا ہے۔ یہاں مذہبی اور سول قانون میں کبھی کوئی امتیاز قائم نہیں ہو سکا ہے۔ مشرق کے رجحانات شدت کے ساتھ اسی تصور تک محدود رہے ہیں اور اس کا مطمح نظر ہمیشہ مذہبی حکومت رہی ہے۔ مذہب کو ہمیشہ سے سیاست کے ساتھ دست و گریبان کیا جاتا رہا ہے

اور آخر الذکر اول الذکر کا صرف ایک نتیجہ صریح ہے۔ مذہب قومیت کے متعلق تصفیہ کرتا ہے۔ چاہے وہ حضرت عیسیٰ کی محبوب رومن امپائر ہو یا اُن کے حوارئین پیٹر اور پال، بائزنطیہ میں حکمراں ہوں اور چاہے وہ سلطان ظل اللہ فی الارض؛ خلیفۂ رسول کی سلطنت استنبول ہو، ہر جگہ اور ہر حالت میں مذہبی خیالات ہی سیاسیات کی تلقین کرتے رہے ہیں۔ نوجوان ترکوں کے قائدین نے جنھوں نے اپنی زندگی کا کافی حصہ جلاوطنی کی حالت میں یورپ میں بسر کیا اس ذہنیت کی اصلاح کی اور اپنے ملک کو مذہبی خیالات سے باہر لانے کی کوشش کی تھی۔ یہ ایک مردانہ اقدام تھا، جس کی جتنی بھی تعریف اور ہمت افزائی کی جائے، کم ہے لیکن ساتھ ہی یہ ایک خواب بھی ہے، جس کی تعبیر کا پورا ہونا بہت مشکل ہے۔

یہ صرف مسلمان ہی نہیں ہیں جو تمام چیزوں کو مذہب کا پابند بنا دیتے ہیں۔ بلکہ عیسائی فرقوں کا بھی اسی پر عمل ہے۔ عوام کی نسل، خون اور زبان چاہے ایک ہی کیوں نہ ہو لیکن اگر وہ ایک ہی قسم کی رسوم مذہب کے پابند نہ ہوں تو اُن کو اجانب واعد التصور کیا جاتا ہے۔ بائزنطہ کی حالت نزع میں اہل بائزنطہ چلا اُٹھے تھے کہ "کارڈنل کی ٹوپی کے بجائے ترکوں کا عمامہ ہی زیادہ بہتر ہے"۔ یہ کوئی پہلا موقع نہیں تھا کہ اپنے آزار الحاد سے عاجز آکر رومیوں نے مذہبی آئین کو تسلیم کرنے یا مذہبی علامات کے سامنے، جن کو تسلیم کرنے سے ان لوگوں نے انکار کر دیا تھا، سر جھکا دینے کے بجائے کفر و بے دینی کو ترجیح دی ہو۔ اسلام نے عام طور پر جو ترقی کی ہے اور ترکوں نے خاص طور پر مشرقی سلطنت میں اس کی جو اشاعت کی ہے، اس کا تنہا سبب یہی ملحد اور بے دین عیسائی ہیں۔ آج بھی یہی حالت ہے۔ ہر شخص اس سے پہلے کہ یونانی کہلایا جائے اسکز بیٹیک آرتھوڈاکس کے نام سے پکارا جاتا ہے اور ارمنی بننے سے پہلے گریگورین یا کیتھولک بن جاتا ہے۔

اس صورت حال پر تعجب نہیں ہونا چاہیئے۔ ترکی سیاست کے مخصوص اسباب کے باعث پادریوں کا طبقہ مشرق میں آج بھی انھیں مشاغل میں

مصروف ہے، جن میں رومن امپائر کے زوال اور بربریوں کے حملے کے بعد مغرب میں چوتھی اور پانچویں صدی میں مصروف تھا۔ البتہ اتنا فرق ضرور ہے کہ مغرب میں پادری اپنے پیرووں کے پشتبان ہوا کرتے تھے لیکن ترکی فتوحات کے بعد سے آرتھوڈاکس پادریوں کا طبقہ فاتحین کے ہاتھوں میں استبداد کا ایک آلہ بن گیا ہے۔ مفتوحین کی سیاسی تباہی کے لئے ترکوں نے اُن کے مذہبی نظام کو جوں کا توں برقرار رکھا۔ اگر اور جگہ نہیں تو کم سے کم ان ممالک میں ضرور ایسا کیا گیا، جہاں اطاعت و دینداری کو کفر و الحاد پر ترجیح حاصل ہے۔ عیسائیت کا تحفظ اور بقائے اسلام کے لئے کوئی خاص طرۂ افتخار نہیں ہے کیونکہ مسلمان اپنے مفتوحین کو انحراف مذہب پر مجبور کرنے کے لئے اسی رواداری سے کام لیتے تھے۔ جو لوگ مذہب پر قائم رہے اُن کو غلامی کے درجے تک پہنچا دیا گیا اور ان کی تاریخ ایک طویل داستان شہادت ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ترک اپنے مفتوحین کا کامل استیصال کر سکتے تھے۔ اگر ایسا نہیں کیا گیا تو اُس کے اصلی اسباب سیاسی وجوہ تھے۔ عیسائیوں کی تعداد کم از کم مسلمانوں کے برابر تھی اور یہ لوگ بلاشبہہ گائیوں کی طرح ذبح ہو جانے پر میدان میں لڑ کر مارے جانے کو ترجیح دیتے۔ الحاد کا چارۂ کار اگر قتل عام کو قرار دیا جاتا تو نہایت آسانی سے بغاوت پھیل جاتی لیکن عیسائیوں کا استیصال عثمانیوں کی تباہی ثابت ہوتا اس لئے کہ یہ عیسائی ہی تھے جو جان پر کھیل کر اور غلامی کی کڑیاں جھیل کر سلطان کے لئے وہ جرار فوج و اسلحہ، جن کی مدد سے ترکی یورپ کے مقابلے میں صف آرا ہوا کرتا تھا اور وہ عشرت آگینیاں بہم پہنچاتے تھے، جن کی حرم سلطانی کے لئے ضرورت تھی۔

عیسائی آبادی پر اچھی طرح قابو حاصل کرنے اور بغاوت کی تمام کوششوں کے انسداد کی غرض سے سلاطین نے وہ مراعات عطا کر کے، جو بائزنطینی بادشاہوں نے اپنی دینداری کی وجہ سے عطا کی تھیں یا جن پر اُنھوں نے یونانی بادشاہوں کی کمزوری کی وجہ سے قبضہ کر لیا تھا، پادریوں کے اعلیٰ طبقے کو اپنے مظالم کا ہم آہنگ بنا لیا۔ سلاطین نے پادریوں کو نئے نئے اختیارات

عطا کئے اور بطریقوں اور اسقفوں کو اپنے پیروؤں پر ان تمام معاملات میں، جن کا ان کے ذاتی مرتبے سے تعلق تھا، سول اختیارات سے کام لینے اور اس امر کی اجازت دیدی تھی کہ عیسائی رعایا کو پریشان کرنے کے لئے تمام قسم کی زیادہ ستانیاں کی جائیں۔ بطریقوں کے چوتھے انتخاب سے جُبّہ، تاج، اور صلیب جو اعلیٰ مرتبے کی علامات میں داخل تھے، روپے کے معاوضے میں حاصل کئے جانے لگے۔ اور بطریقی تخت کی سمونی (Simony)[1] نے ہر جگہ دینی بزرگوں کے مذہبی انتظامات پر حملہ کردیا۔ اسقف اپنی ترقیاں خریداری کے ذریعے حاصل کرنے لگے بطریقوں کو چونکہ ہر سال ایک کثیر رقم حکومت کو ادا کرنی پڑتی تھی اس لئے ان لوگوں نے حقوق کلیسا کے بہانے سے اپنے متعلقین سے کثیر رقمیں وصول کرنی شروع کردیں تاکہ وہ ترکوں کے مطالبات کو بھی پورا کرسکیں اور اسی کے ساتھ ساتھ خود بھی بیشمار دولت جمع کرلیں، جو اس صورت میں کہ ان کے دشمنوں کو ان کے اخراج یا معزولی میں کامیابی حاصل ہوجائے، ان کے کام آئے[2]۔

ان کی خاص آمدنی اسقفیتوں کی بیع تھی۔ آرک بشپ کس اور بشپرکس کے خریدار کم مرتبے والے ارباب مذہب کو ان کے حصے فروخت کردیتے تھے۔ ان کے انتظامی طریقے کے مختلف اخراجات اور رسموں کو بھی نیلام کیا جاتا تھا۔ ہر حلقہ اپنے نئے اسقف کو ایک خراج خیر مقدم ادا کرتا تھا، جس کا سالانہ گرانٹ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا تھا۔

ہر سال اسقف اعظم اور اسقف خود یا بذریعہ وکیل اپنے اپنے حلقوں کا خراج، نذرانوں، اور مختلف قسم کے ان حقوق کی تحصیل کے لئے دورہ کیا کرتے تھے، جو ان کے مداخل کے اجزائے ترکیبی کی حیثیت رکھتے تھے۔ روپے کے معاوضے میں وہ طلاق اور دوسری قسم کی آزادیاں عطا کرتے تھے۔

[1] کلیساؤں کے لئے جو چیزیں وقف کردی جاتی ہیں، ان کی بیع وشریٰ کے جرم کو اصطلاحاً سمونی کہتے ہیں۔ اس خیال کے بانی کا نام "سمن میگس" تھا۔ (رعنا)

[2] توک ویل "یونان میں سیاحت" جلد ۲۔

جو فریق سب سے زیادہ رقم ادا کرتا تھا وہ اُس کے حق میں فیصلے کیا کرتے تھے۔ اس سفر میں ترکی سپاہی اُن کی معیت میں ہوتے تھے، جو اُن کے فیصلوں کا جبراً لوگوں سے احترام کراتے تھے۔

ایک ایسا شخص، جس پر یونانیوں کے خلاف طرفداری کا اس لئے الزام نہیں لگایا جاسکتا کہ وہ آخری صدی کا ایک نہایت ہی پرجوش فِل ہے لی نیز (Philhellenes) تھا یعنی آرمانڈ کیرل (Armand Carrel) کا بیان ہے کہ:-

ترکوں نے سنود کے نام سے ایک مجلس قائم کی تھی، جو دس ایسے میٹروپولی ٹن اسقفوں پر مشتمل تھی، جو اُن کے غلام تھے اور جو بطریق کے انتخاب کے لئے تمام قسم کی رسموں کو انجام دیتے تھے۔ اس مجلس نے سازشوں کے ذریعے سے بہت جلد ایک ایسی حیثیت اختیار کرلی، جو اُس کے ابتدائی مرتبے سے کہیں بلند تھی۔ چنانچہ اپنے مفاد کے مدنظر یہ مجلس جس بطریق کی چاہتی تھی حمایت کرتی تھی اور جسے چاہتی تھی معزول کر دیتی تھی۔ بطریق بجائے خود ایک مرتبہ منتخب ہوجانے کے بعد اس امر کی کوشش کرتے تھے کہ پادریوں کے اختیاری سنود پر فوقیت حاصل کرلیں اور ان معاملات سے اسے واقف نہ ہونے دیں۔ جن کے متعلق کہ اس کو ان کی شرکت یں توضیح قوانین کے لیے مدعو کیا گیا تھا۔ اس غرض کی تکمیل کے لئے ان لوگوں نے ایک غیر مسلمہ سنود کو، جو اُن کے ایسے آوردوں پر مشتمل تھا، جن کو کم درجے کے پادریوں یں سے منتخب کیا جاتا تھا، سنود اعظم کے اختیارات کا ایک حصہ عطا کر دیا۔ یونانی ان لوگوں کو "نہایت مقدس ظالموں" کے نام سے پکارتے تھے۔ یہ لوگ امپیریل پے لیوم پہنتے تھے، جن سے ان کی اُس شوکت و عظمت کی یاد تازہ ہوتی تھی، جو بائزنطینی بادشاہوں کے زمانے میں اُن کو حاصل تھی۔ ترکوں نے عیسائیوں کے قاضیان اعظم کے خطاب سے اُن کو سرفراز کیا تھا۔ ینی چری کا ایک دستہ اُن کے احکام کا منتظر ہمیشہ اُن کے پاس رہتا تھا لیکن ان تمام باتوں کے باوجود بطریقوں کو بہت ہی کم سیاسی اہمیت حاصل تھی۔ کلیسائے روم کے لئے ان کا وجود، جس کا انھیں سرپرست و نگہبان کہا جاتا تھا، ایک نہایت ہی مشتبہ افادہ رکھتا تھا۔"

محمد الفاتح نے جس دن سے بطریقیت قسطنطنیہ کی بنا قائم کی آرتھوڈاکس عیسائیوں کے سردار، بطریق فنار نے خود مختار کلیساؤں کی تباہی اور ان کو فنار کا ماتحت بنانے میں ایک لمحے کے لئے بھی اپنی کوششوں سے دریغ نہیں کیا اور جعل و فریب اور جھوٹ اور سچ غرض جو ذریعہ ہاتھ لگا اس سے کام لے کر وہ اس غرض کا درپے ہو گیا۔ اس کام میں اس کو حکومت عثمانیہ کی تائید تعلیمی حاصل تھی۔ صرف یہی صورت نہیں تھی کہ فناری عہدہ دار کثرت کے ساتھ عثمانی نظم و نسق میں دخیل تھے اور باب عالی میں ان کا خوب اثر تھا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ صورت بھی تھی کہ دیوان کے نزدیک تمام آرتھوڈاکس عیسائیوں کو فناری قانون کا ماتحت بنا دینے میں، جو خاموشی کے ساتھ حکومت کے احکام کی تعمیل کیا کرتا تھا ریاست کا فائدہ تھا۔ سربی، بلغاری، عربی اور شامی مذہبی اختیارات خود انتظامی کو اس طرح منسوخ کرنا کہ اس سے اکیومینیکل بطریق کو تقویت پہنچے، ترکی مدبرین کے نزدیک خود مختاری کی ان تمام خواہشات کا قلع قمع، جو ممکن تھا کہ ان لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو سکتیں اور ترکی تسلط کو متیقن کر لینا تھا۔ خود پادریوں نے اس امر کو محسوس کیا کہ اس تسلط کو برقرار رکھنے میں انھیں کا فائدہ ہے۔ چنانچہ اپنے معتقدین کے تمام قومی رجحانات کا مقابلہ اور اپنے اقتدار کو قائم رکھنے کی غرض سے ان لوگوں نے قومی خیال کو اپنے فرقے کے تنگ حلقے میں محدود کر دینے کی کوشش کی۔

لیکن رسوم و روایات کے متعلق انہی کے اختلافات نے مظلوم قوموں کی آزادی حاصل کرنے کے مظاہر کی حیثیت اختیار کر لی اور جب آخری صدی میں ترکی کی مختلف عیسائی آبادیوں کو اپنے متعلق احساس پیدا ہوا تو وطنی تحریک نے بہتر حالات کے انتظار میں قدیم مذہبی آزادی کے مطالبات کی صورت اختیار کر لی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فاتح کو جس آلۂ تسلط کے متعلق خیال تھا کہ اس نے بنا لیا ہے، اس کا رخ خود اسی کی طرف پھر گیا۔ خود اکیومینیکل بطریق ایسی حالت میں کہ وہ امپیریل گورنمنٹ سے یونان کے علاوہ دوسری قوموں کے آرتھوڈاکس عیسائیوں کے خلاف اپیل کر رہا تھا، بظاہر ترکی تسلط کا مخالف معلوم ہوتا تھا۔ یہ بطریق اپنی تمام

کوششوں کے باوجود ہیلینیک بادشاہت کے کانسٹی ٹیوشن کے بعد سے میگالی (Megali) خیال کی تکمیل کا، جو اثینا کا نظام العمل تھا، ایک عنصر بن گیا۔ یہ حالت دیکھ کر عیسائی فرقوں کے متعلق باب عالی کی پالیسی بدل گئی اور حکومت نے فنار پر حملہ کر کے بطریقیت کے حقوق کے خلاف جنگ شروع کر دی کیونکہ اُنھیں اختیارات سے دوسری بطریقیتوں کو بھی سوائے فائدوں کے کوئی نقصان نہیں ہوتا تھا۔

قانون کی نظروں میں سب کی آزادی اور مساوات کا اعلان کر کے ۱۸۷۶ء کے دستور نے، باوجودیکہ فقرہ ۱۱ میں ان حقوق کو بحال رکھا گیا، جو عیسائی فرقوں کو عطا کئے گئے تھے، کم وبیش قلیل عرصے میں اُن کی تنسیخ کے اصول کو مہلک طریقے پر قائم کر دیا۔ ترکی کے دستوری حیثیت اختیار کر لینے اور ایک پارلمنٹری حکومت کے قیام کے بعد یہ واقعہ اُصول منطق کے خلاف تھا کہ بطریقوں کو خاص اختیارات وحقوق حاصل رہیں کیونکہ اس صورت میں ریاست کے اندر ایک اور ریاست قائم ہو جاتی تھی۔ اب رہا یہ سوال کہ ایک ہی قانون کو مسلمانوں اور عیسائیوں پر کس طرح حاوی کیا جا سکتا تھا تو یہ ایک ایسا مسئلہ تھا، جس سے مدحت پاشا نے احتراز کیا۔ اس کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ وہ اپنے دستور کے ساتھ سلطان اور پردیسیوں کے خلاف اپنے ملک کی مدد کرے اور ایک ایسے طبیعی اتحاد کا سنگ بنیاد رکھے جو ترکی عنصر کے حق میں مفید ہو۔

اکیومنیکل بطریق کو اچھی طرح معلوم تھا کہ فنار کے اختیارات وحقوق حکومت دستوری کے ساتھ متفق نہیں ہو سکتے اور یہ کہ قدیم حالت اس وقت تک باقی نہیں رہ سکتی جب تک کہ مطلق العنانی کا دور دورہ نہ ہو۔ چنانچہ ۱۹۰۸ء میں دستوریت کے قیام جدید کے کچھ دنوں بعد وہ وزیر اعظم، سعید پاشا سے اُس کو مبارکباد دینے کے بہانے سے ملنے گیا اور اس موقع پر اُس نے اس قدر جرأت کے ساتھ کہ جس سے حاضرین کو سخت تعجب ہوا اور نہایت غصہ آیا، اس امر پر لعن طعن کی کہ حکومت نے مدحت پاشا کے کام کو دوبارہ زندہ کر دیا ہے۔ عام طور پر جو کیم شالث پر اس نمائش کا الزام رکھا جاتا تھا اور خود یونانی بھی اُس پر

چنگل تیز کرنے میں کسی سے پیچھے نہیں رہے تھے۔ لیکن ان کا جوش و خروش بہت جلد رفع ہو گیا۔ آج جوکیم ثالث کو ایک بڑا ماہر سیاسیات تسلیم کیا جاتا ہے کیونکہ صرف وہی ایک ایسا شخص تھا، جس نے ان خطرات کو قبل از قبل محسوس کر لیا تھا، جو ترکی میں فنار کے حقوق کے لئے خطرہ پیدا کر کے، یونانیوں، آرتھوڈاکسی، اور ہے لے نیزم کے لئے دستور میں پنہاں تھے۔

اکیومنی کل بطریق کے اُصول کے مطابق جن حقوق و اختیارات کا وہ دعویدار ہے، وہ ازروئے قانون اُس کو حاصل ہیں اور یہ اُس کے اور حکومت عثمانیہ کے مابین، جس کا نمائندہ فاتح تھا، ایک معاہدے کا نتیجہ ہیں۔ فاتح نے اپنے کو اور اپنے جانشینوں کا اس معاہدے کا پابند کر دیا تھا۔ یہ ایک ایسا معاہدہ تھا، جس میں اُس کو بازنطینی بادشاہوں کا جانشین تسلیم کر لیا گیا تھا اور جس کی رو سے؛ یہ کہنے کی تو جرأت نہیں تھی کہ اختیارات شاہی اُسے عطا کئے گئے تھے، تاہم آرتھوڈاکس کلیسائے روم کے عیسائیوں پر ایسے اختیارات اُسے عطا کئے گئے تھے، جو اختیارات شاہی سے بہت کچھ ملتے جلتے تھے؛

چنانچہ ایک مضمون میں، جو فنار کے سرکاری اخبار اِک لے زیاس ٹی کی اے لی تھیا میں شائع ہوا تھا اس امر کی سخت شکایت کی گئی تھی کہ سلطان نے اس کی جانشینی کی اطلاع کے لئے ایک غیر معمولی وفد ویٹی کان کو روانہ کیا ہے درآنحالیکہ جنرلیسمو محمود شفقت پاشا بطریق کے ساتھ سردارانہ برتاؤ کر رہا ہے۔ ان بیانات کی تائید میں بطریق نے محمد الفاتح کے ایک منشور شاہی کا حوالہ دیا تھا، جو اُن اختیارات کے عطا کئے جانے کے متعلق بہت واضح تھا لیکن بدقسمتی سے یہ دستاویز ایک آتش زدگی میں ضائع ہو چکی تھی۔ یہی حالت دوسرے فرامین مابعد کی بھی تھی، جو باوجود تلاش دستیاب نہیں ہو سکے[1]

---

[1] اس واقعے کے متعلق ایک تاریخی مطالعہ دیکھو جو نہایت ہی خوبی کے ساتھ لکھا گیا ہے اور جو قسطنطنیہ کے ایک جریدہ "عثمانی شہر لائڈ" (Osmaniener Lloyd) میں شائع ہوا تھا۔ ۲۶ اکتوبر ۱۹۰۹ء۔

میں اوپر پالیسی کے ان اسباب وعلل ظاہر کرچکا ہوں، جن کی بنا پر فاتح اور اس کے جانشینوں نے بطریقوں کو اپنے اور اپنی مفتوحہ قوموں کے مابین واسطہ قرار دیا تھا۔ ان درمیانی لوگوں کو عیسائیوں کے متعلق چند اختیارات اور حقوق حاصل تھے، جن کی غرض یہ تھی کہ اسلامی تسلط کو مستحکم تر بنانے کے لئے ان عیسائیوں کو اچھی طرح قابو میں رکھا جائے۔ لیکن جہاں تک حکومت کا تعلق تھا یہ لوگ عوام کی طرح حکومت کی رعایا تھے۔ فرق صرف یہ تھا کہ رعایا کا یہ خاص حصہ زیادہ قابل، زیادہ شائستہ اور زیادہ مزین تھا لیکن بادشاہ عالم سلطان کے تلون کے سامنے عوام سے زیادہ اُن کی اور کوئی وقعت نہیں تھی۔ اس واقعے کو معلوم کرنے کے لئے یونانی تاریخوں کا پڑھ لینا کافی ہے۔ ہیپ سیلانٹی کے بیان کے مطابق سنہ ۱۴۶۲ء میں بطریق کے ساتھ جو برتاؤ کیا گیا تھا، وہ یہ ہے:۔

"سلطان نے بطریق جوزف کی داڑھی اور ایک لے زیاسٹک (ماسٹر آف دی چیپل) کی ناک اس لئے کٹوا ڈالی کہ ان لوگوں نے طربزون کے پروٹو وسٹیر (protovestaire) کے لئے سلطان کے حکم کے مطابق کلیسا کی منظوری نہیں دی تھی کیونکہ یہ شخص، اگرچہ اُس کی بیوی زندہ تھی، اثینا کے آرکانٹی کی بیوی سے یا دوسرے لوگوں کے بیان کے مطابق اپنی بیٹی سے شادی کرنی چاہتا تھا، جو اُس زمانے کی حسین ترین عورت تھی۔ اس کے بعد سلطان نے بطریق جوزف کو معزول کر دیا"۔

چار سال کے بعد سنہ ۱۴۶۶ء میں مارک زیلو قراباش اور سمیان، طرابزون کے باشندے، سلطان کے جوزف کو بطریقیت سے معزول کر دینے کے بعد اس کی جانشینی کے لئے کوشش کر رہے تھے۔ ہیپ سیلانٹی کے بیان کے مطابق منیر شاہ سلطان کی خوشدامن اور سلطان مراد کی بیوی نے اس واقعے سے آگاہ ہو کر اس امر کی کوشش کی کہ فلپوپولی کے میٹروپولیٹن، بطریق ڈینیسز کو، جسے وہ ایک عرصے سے جانتی تھی، منتخب کرا دے۔ چنانچہ اُس نے ایک نقرئی رکابی میں (۲۰۰۰) طلائی سکے رکھ کر سلطان کے سامنے پیش کئے اور یہ درخواست کی کہ اُس کے دوست ڈینیز کو نامزد کر دیا جائے۔ سلطان نے اس

نذر کو قبول کر کے اس کا شکریہ ادا کیا اور مطلوبہ حکم نافذ کر دیا" پھر ایسی صورت میں بطریق کے مشہور اختیارات و حقوق کدھر تھے؟"
اصولاً بطریق کے حقوق و اختیارات کو مکمل اسلامی قوانین کا جز بنو قرار دیئے جانے کے نظریئے کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ یہ قوانین کی ایک حد تک خلاف ورزی بھی ہے کیونکہ فنار اپنے مطالبات کو سلطان کے ایک حکم پر مبنی کرتا ہے۔ ترکی میں دوسرے تمام اسلامی ممالک کی طرح قانون کے چار ماخذ ہیں:۔ قرآن، جو کلام ربانی ہے؛ سنت، جو ارشاد نبی سے عبارت ہے؛ چاروں اماموں بالخصوص امام ابو حنیفہ کے احکام؛ مشیت سلطانی؛ پہلی تینوں چیزیں ناقابل تغیر قانون الٰہی میں داخل ہیں اور اسی کا نام شریعت ہے۔ چوتھی جس میں بادشاہ کی مرضی کے یا توضیع قوانین سے ردّ و بدل ہوتا ہے جسے عرفی کہتے ہیں۔ یہ لازمی طور پر شریعت کی توضیح یا تفصیل ہونی چاہیئے۔ اور کسی صورت میں اس کو قانون مقدس کا مخالف نہیں ہونا چاہیئے۔ صرف یہی نہیں ہے کہ قوانین عرفی بادشاہ کے جانشینوں ہی کو پابند نہ کرتے ہوں بلکہ وہ خود بادشاہ کو بھی پابند نہیں کرتے۔ جب کوئی سلطان ان حقوق و مراعات کو کالعدم قرار دیتا ہے، جو اس نے فرمان تقرر کے ساتھ بطریق کو عطا کیئے ہیں تو اس کا یہ فعل اسلامی قانون کے قطعاً مطابق ہوتا ہے"۔

بطریقیت کا نظریہ واقعات کی رو سے درست ہے۔ اس کے مطالبات مبنی ہیں قانونی روایات پر جو ان وعدوں سے ماخوذ ہیں، جن کا سالہا سال سے بطریقوں اور میٹروپولیٹینوں کے فرامین تقرر میں اعادہ ہوتا رہتا ہے۔ ان فرامین میں ان حقوق کو ظاہر کیا گیا ہے، جن کی بنا پر ان لوگوں کو اپنے وابستگان مذہب پر اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ اس کے خلاف اگر کوئی صورت اختیار کی گئی تو اس میں دشواری پیدا ہو جائیگی اس لیئے کہ ایک ہی قانون عامہ ذاتی اور شخصی مراتب کے متعلق متعدد الازواج مسلمانوں اور منفرد الازواج عیسائیوں کے لئے ایک ہی نہیں ہو سکتا۔ تمام ایسے مسائل جن کا تعلق عیسائیوں کی شادی، طلاق، وظائف، نان و نفقہ اور جانشینی سے ہو، ایک مختلف قانون کے تحت

رہنے چاہئیں اور اس غرض کے لئے جو عدالتیں موزوں تھیں، وہ صرف مذہبی عدالتیں تھیں۔ عثمانی ضابطۂ دیوانی کی ہدایات جو ان معاملات کی ترتیب دیتی ہیں، قانون شریعت پر مبنی ہیں اور یہ آسانی سے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ وہ عیسائیوں پر حاوی نہیں ہو سکتیں؟

دستوریت اور شریعت

"ترکی" بطریق جوکیم ثالث نے قسطنطنیہ کے ایک اخبار (مورخہ ۱۴؍اکتوبر ۱۹۰۹ء) کے مدیر سے یہ دوران ملاقات بیان کیا کہ وہ کلیسائی حقوق کی حفاظت کے لئے "اپنی اور اپنی جماعت کی جان تک قربان کر دے گا۔" بطریق نے یہ بھی کہا کہ جب حکومت کا مذہب اسلام ہو اور شیخ الاسلام مجلس وزراء کا رکن ہو تو ایسی صورت میں تنسیخ حقوق کی بحث پیش کرنا ناممکن ہے۔ بطریق نے یہ بھی کہا کہ اگر ایسا ہو جائے تو آپ کو خلیفہ کہنے سے سلطان کو باز آجانا چاہیئے۔ یہ دوسری تجویز، جو قدرے مبالغہ آمیز ہے کیونکہ اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ ترک اسلام کو ترک کر دیں اور سلطان اسلام کی نظروں میں اپنی بے وقعتی کریں، اس غرض سے کی گئی تھی کہ اس اختلاف کا اظہار ہو جائے جو دستوری ترکی کے حقیقی ادارات اور مسلمان سوسائٹی اور سلطنت عثمانیہ کے اُصولی قوانین کے مابین واقع ہے، جہاں ہمیشہ مذہبی قانون نافذ رہا ہے؟

گو بعض مفسرین نے قوانین شریعت کو عہد جدید کے اصول سے تطبیق دینے کی کوشش کی ہے تاہم یہ واقعہ ہے کہ شریعت کی موجودگی میں عثمانیوں میں وہ اتحاد قائم نہیں ہو سکتا، جو ینگ ترک کمیٹی اور حکومت کا سرکاری نظام العمل ہے۔ ہر ہر قدم پر وحشیانہ واقعات نہایت ہی اولو العزمانہ تجاویز

اور اداروں کو لغو بنا دیتے ہیں۔ عوام شریعت کے علاوہ اور تمام آوازوں کے سننے سے احتراز کرتے ہیں اور مُلک میں متعصب جماعت کے ایسے بہت سے افراد موجود ہیں، جن کی تعلیم و تلقین یہ ہے کہ چاہے زمانہ اور اُس کے ساتھ اُس کی رسمیں، رواج اور طریقے بدل جائیں اور نئی نئی ضرورتیں پیدا ہوں مگر شریعت میں کوئی تبدیلی ترمیم یا اصلاح نہیں ہونی چاہیئے۔ ایسے قانون کی پیروی سے انکار، جو شریعت کے خلاف ہو، ایک مقدس فرض ہے چاہے یہ قانون علما کی تائید اور شیخ الاسلام کی منظوری کا فتویٰ ہی کیوں نہ حاصل کر چکا ہو۔ ۲۱ر اکتوبر ۱۹۱۸ء کو بشکتاش میں جو نظارہ پیش آیا اس سے واضح ہوتا ہے کہ نوجوان ترکوں کو اپنی نشاۃ ثانیہ کی مہم سر کرنے کے لئے کن کن چیزوں سے مقابلہ کرنے کی ضرورت ہے۔"

طیو دوری نامی ایک یونانی مالی اور ایک سترہ سالہ مسلمان بیوہ بدریہ خانم کے درمیان بہت گہرے تعلقات تھے۔ بدریہ خانم جو مالی کی محبت میں دیوانی ہو رہی تھی، عیسائی مذہب اختیار کر کے اُس سے شادی کر لینا چاہتی تھی۔ مگر لیکن شریعت کا قانون ان تمام لوگوں کو، جو اپنا مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کر لیتے ہیں، موت کی سزا دیتا ہے[1]۔ بعض متعصب لوگوں کی ترغیب پر لڑکی کے باپ نے پولیس میں رپورٹ کر دی۔ پولیس نے ان دونوں عاشقوں کو گرفتار کر کے بشکتاش کی چوکی میں نظر بند کر دیا۔ ابھی اس واقعے کی خبر اس محلے میں

---

[1] ۱۸۷۹ء میں احمد توفیق نامی ایک خوجہ پروٹسٹنٹ مذہب اختیار کر کے خاموشی سے لندن چلا گیا چند ماہ کے بعد ناعاقبت اندیشی سے کام لیکر وہ قسطنطنیہ کو واپس آیا باوجودیکہ اس کے پاس انگریزی پاسپورٹ تھا لیکن اُسے گرفتار کر کے شیخ الاسلام کے روبرو پیش کر دیا گیا۔ یہاں اس کے لئے موت کی سزا تجویز کی گئی۔ اس شخص کے متعلق انگریزی سفیر نے نہایت شد و مد کے ساتھ مداخلت کی اور انقطاع تعلقات کی دھمکی دے کر ترکی حکومت پر دباؤ ڈالا۔ یہ عیسائی خوجہ اس شرط پر رہا کر دیا گیا کہ وہ پھر کبھی ترکی کا رخ نہیں کرے گا۔"

اچھی طرح پھیلنے بھی نہیں پائی تھی کہ طبقۂ ادنیٰ کا ایک جوشیلا مجمع اکٹھا ہو گیا جس نے ان دونوں کی رہائی کا اور شریعت کے مطابق ان کا فیصلہ کیے جانے کا مطالبہ کیا۔ ایک عالم نے ان دونوں بدبختوں کو یہ کہہ کر بچانے کی کوشش بھی کی کہ لڑکی کے دماغ میں خلل ہے اور یہ کہ اُس کو شیخ الاسلام کے پاس لے جایا جائے تاکہ وہاں اس کی حالت کا مطالعہ کیا جا سکے۔ لیکن ان تمام باتوں کی مجمع نے کوئی پروا نہیں کی خصوصاً اس لئے کہ افسر پولیس اور سپاہیوں کے طرزِ عمل سے ایسا ہویدا ہوتا تھا کہ مجمع جو چاہے کر سکتا ہے پولیس اسٹیشن پر فوراً حملہ کر دیا گیا اور طیودوری اور بدریہ خانم کو مار مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ اس کے بعد وحشیانہ مناظر پیش آئے۔ طیودوری کی لاش کو سڑکوں پر گھسیٹا گیا اور جہاں اور عقوبتیں کی گئی تھیں وہاں اس کے اعضا کی قطع و برید بھی کچھ اس طرح کی گئی کہ اس کے ذکر سے بھی کراہیت آتی ہے۔ یہ بربریت اور سفاکی اُس وقت تک جاری رہی جب تک کہ سوارہ فوج کے ایک دستے نے مجمع پر حملہ کر کے اُسے منتشر نہ کر دیا۔ ترکی جرائد نے بالاتفاق اس واقعے کو جرم قرار دیا اور مجرموں کی سزا کا مطالبہ کیا لیکن حکام کو استنبول کے متعصبین کی شورش کے خوف سے ان مجرموں کو سزا دینے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔"

مذہبی تعصب کی یہ کوئی تنہا مثال نہیں تھی۔ ان تمام امور میں اس کا وجود پایا جاتا ہے، جن کا تعلق اجتماعیات سے ہے۔ مسئلۂ آزادیٔ نسواں کے متعلق بھی ایک اہم اور قابلِ ذکر مثال ملتی ہے کمیٹی نے اپنے نظام العمل میں سب سے پہلے جماعتوں کی تعلیم کو جگہ دی تھی۔ یہ تعلیم اس طریقے پر دی جائے گی کہ وہ دستوری کل پرزوں سے واقف ہو جائیں اور ان قوانین کے متعلق ان کو معلومات حاصل ہو جائے جو ان سے متعلق ہیں نیز ان فرائض سے بھی ان کو آگاہی ہو جائے جو ان کے لئے قابلِ پابندی ہیں۔ ملک میں مدارس کھولے جانے والے تھے اور شہروں میں شبینہ تعلیم کا انتظام کیا جانے والا تھا۔ غرض یہ ہے کہ جدید حکومت کا سب سے بڑا مطمحِ نظر عوام کی تعلیم تھی۔ لیکن یہ تمام باتیں اُس وقت تک کوئی حقیقت نہیں رکھتیں جب تک کہ عورتوں کی اخلاقی حالت کو بلند نہ کیا جائے اور

اُنھیں ظلم انگیز غلامی سے نجات نہ دی جائے جب تک ایسا نہ ہوگا نوجوان ترکوں کے کام حرف غلط بنے رہیں گے لیکن مذہبی شکوک اور مسلمانوں کی قدامت پرست ذہنیت آزادی نسواں کے خلاف ہے"

چند ممتاز مستثنیات کے علاوہ جاہل ہوتی ہے۔ اس کی جہالت کا پلہ اگر کسی چیز کے برابر ہو سکتا ہے تو وہ صرف اُس کا تعصب ہے۔ بچوں کو، جن کے لئے مائیں بہت کم تکلیف برداشت کرتی ہیں، ملازموں اور غلاموں کی نگرانی میں دے دیا جاتا ہے، جو اُن کے سامنے بُرے بُرے نمونے پیش کرتے اور اُن کو بُری بُری عادتیں سکھاتے ہیں۔ بچوں کی عادتیں خراب کر دی جاتی ہیں۔ خوشامد میں اُن کو "بے"، "صاحب"، اور "آقا" کے ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ سب کو اپنے سامنے جھکتا ہوا دیکھ کر وہ سمجھتے ہیں کہ تعلیم حاصل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ بچے کا مدرسے جانا ماں کے لئے ایک نادر اور تعجب خیز بات ہے۔ باپ کے اوقات کا تین چوتھائی حصہ حرم کی نفس پرستیوں اور عیاشی میں گزرتا ہے اور وہ بچوں کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتا۔ عام طور پر ماں کا ذہن حب الوطنی کے مفہوم سے ناآشنا رہتا ہے۔ گھر کی چار دیواری کے باہر کے واقعات کا اُسے کچھ علم نہیں ہوتا۔ پھر وہ اسپارٹا کی عورتوں کی طرح، جو اپنے بیٹوں کو ڈھال کا تحفہ پیش کرتے ہوئے یہ کہا کرتی تھیں کہ "یا تو اس کی پشت پر سوار ہو کر یا اُس کے سائے میں واپس آنا" اپنی اولاد کو کارزار عالم میں کس طرح روانہ کر سکتی ہے؟"

عورتوں کی آزادی کثرت ازدواج کا خاتمہ کر دے گی اور وہ تمام جیلر جو اُس کی حفاظت کے لئے رکھے جاتے تھے آیندہ حرم اپنے بوجھ سے میں نہیں سکیں گے۔ متمول افراد ہی میں کثرت ازدواج کا رواج ہے۔ قصر سلطانی میں اس قدر کثرت تھی کہ جس کی کہیں نظیر نہیں ملتی۔ ۱۸۲۸ء کی جنگ میں قصر سلطانی کے افراد سے ایک پوری رجمنٹ بن سکتی تھی اور پھر بھی تمام کاموں کے انجام دینے کے لئے بہت سے آدمی بچ جاتے۔ شاہان سابق اپنے قصر میں (۷) یا (۸) ہزار آدمی نہیں رکھتے تھے بلکہ وہ ملک فتح کیا کرتے تھے۔ ہر سلطان کی وفات پر اُس کی بیگموں کو اُن کا حصہ دے کر شاہی محلات میں رکھنا ہوتا تھا۔ بادشاہ کی زبان کا

ایک لفظ یا خود اُس کا عمل ایسا نمونہ تھا جس کی بنا پر ترکی میں کثرت ازدواجی کا نام بھی باقی نہ رہتا۔ اگر سلطان سلاطین قدیم کی پیروی کرتا، عیاش ونفس پرست نہیں ہوتا، خلیفۂ رسول کی حیثیت سے اگر وہ اس قرآنی تعلیم پر عمل پیرا ہوتا کہ ایک بیوی رکھنا خدا کے یہاں پسندیدہ ہے تو پھر اجتماعی اصلاحات میں کوئی دشواری ہی باقی نہ رہتی۔ حرم کے طریقے کو متروک کر دیتے اور عورتوں کی آزادی سے ایک ایسی خانگی زندگی جس کا ترکوں میں قطعی فقدان ہے۔"

ایک آزاد عورت تحصیل علم کی طرف راغب ہوگی اور اس لئے اعلیٰ طبقے کے اکثر افراد اس امر کو پسند نہیں کرتے کہ ان کی بیٹیاں تعلیم حاصل کر کے اپنی غلامانہ حالت کا اور بھی شدید احساس پیدا کریں۔ لہٰذا یہی بہتر ہے کہ وہ سکون جہالت ہی میں مبتلا رہیں۔"

سلطان عبدالحمید کے عہد میں بہرحال سوسائٹی میں ایک سست خرام انقلابی کام جاری تھا۔ یہ ایک پوشیدہ کام تھا، جس سے تمام چیزوں میں انقلاب پیدا ہو جاتا۔ ترکی عورتوں میں بغاوت کی ہوائیں چل رہی تھیں اور بعض سازشی مستعدیاں ظاہر ہو ہو کر یلدیز کو خوف زدہ کر رہی تھیں۔ علمبرداران حریت کو دوبارہ سکون کی حالت میں لانے کے لئے پولیس اور شریعت سے استمداد کیا گیا چنانچہ سنہ ۱۹۰۱ء میں ایک شاہی فرمان نے اسلامی گھرانوں میں اجنبی اور غیر ملکی معلماۃ اور منتظماۃ کی ملازمت کو ممنوع قرار دے دیا۔ خلیفۃ المسلمین سلطان المعظم نے خلوت نشینان حرم کے متمردانہ جذبات کو اس طرح پامال کر دینا چاہا کہ اُن کے لئے غیر زبانیں سیکھنے کے ذرائع مسدود کر دئے گئے اور ان تمام امور سے اُن کو قطعی لاعلم رکھا گیا، جو قرآنی تعلیم اور اسلامی شعار ومشرب کے خلاف ہیں۔"

جس چیز نے ترکان قدیم اور بعض نوجوان ترکوں کو بھی خائف کر دیا تھا، وہ عورتوں کا پرانی بھدی پوشاک کو ترک کر کے فرانسیسی وضع کی پوشاک اختیار کر لینے کا میلان تھا، جس میں روز بروز ترقی ہو رہی تھی۔ ذیل میں شیخ الاسلام کے متعدد احکام میں سے ایک حکم کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے:-

"شریعت کے قوانین کی رو سے مسلمان عورتوں کا پردے میں رہنا

فرض ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ عورتیں سیر و تفریح کے وقت اور خرید و فروخت کے موقع پر اسلامی دستور کے خلاف غیر شریفانہ اور حیا سوز لباس استعمال کرتی ہیں۔ یہ حرکت انھیں ایماندار اور نیک لوگوں کی نظروں میں بدتہذیب ٹھہراتی ہے اور ان کی طرف سے نفرت پیدا کرتی ہے۔ یہ ناشائستہ لباس نہ صرف اسلامی تعلیم ہی کے خلاف ہے بلکہ اُس کے استعمال سے ہمارے آقا و فرمانروا، محافظ دین و شریعت ہز امپیریل میجسٹی سلطان المعظم کے فرامین کی بھی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گو اُن خواتین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا، جو سیر و تفریح کی شائق ہیں مگر ان عورتوں کے خلاف سختی کا عمل کرنا پڑتا ہے جو شریعت اور عفت اسلامی کے رائج کردہ طریقۂ نقاب پوشی کے خلاف خفیف سے خفیف جرم کا بھی ارتکاب کرتی ہیں یا جو بعض اضلاع میں پیہم آمد و رفت رکھتی ہیں اور ناپاک ارادے رکھنے والوں مردوں کو اپنے ساتھ ساتھ لئے پھرتی ہیں۔ ان مردوں کو بھی، جو ایسے مشاغل میں مصروف رہتے ہیں، جو شریعت اور عفت کے خلاف ہیں، سزا دی جائے گی۔ ان ضوابط و قوانین کو، جو شاہی فرمان کے مطابق شیخ الاسلام کی ہدایات سے مطابق ہوتے ہیں اس قسم کے مجرموں پر نافذ کیا جائے گا۔ اس شاہی فرمان کی تعمیل میں ہماری طرف سے اعلان کیا جاتا ہے کہ جو عورتیں ایسا لباس استعمال کریں گی اور جو مرد ایسی حالت میں شرم و حیا کو بالائے طاق رکھ کر عورتوں کی حمایت کریں گے، ان کو نہایت سخت سزا دی جائے گی"۔

دستوریت کے قیام جدید سے دارالسلطنت میں لوگ خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے لیکن خواتین سے زیادہ دستوریت کے اس دوبارہ قیام پر کسی کو خوشی نہیں ہوئی تھی۔ چونکہ کمیٹی نے اپنے نظام العمل کی پیشانی پر "حریت و مساوات" کے الفاظ تحریر کئے تھے اس لئے غلامی سے آزادی کے گھنٹے کی آواز اُن کے کانوں میں آتی شروع ہو گئی تھی۔ عورتیں جیسا چاہیں لباس استعمال کر سکیں گی۔ جہاں چاہیں گی جا سکیں گی۔ ان کو جھلملیوں اور لوہے کی سلاخوں میں اب بند نہیں کیا جائے گا۔ وہ عثمانی سوسائٹی میں اپنا جائز حصہ لے سکیں گی۔

لیکن ترکی خواتین کو اپنی اُن توقعات میں بہت جلد مایوسی ہوگئی جب یہ عورتیں یورپین لباس میں بغیر نقاب کے گھر سے نکل پڑیں تو مرد اوّل تو بھو چکے ہوکر رہ گئے اور پھر اُن سے غصہ کی کوئی انتہا نہیں رہی۔ یہی کیا کچھ کم برا تھا کہ بعض خواتین نے عورتوں کی آزادی کے مطالبات کو جرائد میں شائع کرا دیا۔ مگر یہ دوسری صورت حال اس قدر رسوائی خیز تھی کہ اس سے چشم پوشی نہیں کی جا سکتی تھی۔ جوشیلے پیروان شریعت نے ان خواتین کا تعاقب کرنا شروع کر دیا، جو بابوش کے بجائے یورپین جوتے استعمال کرتی تھیں اور جنھوں نے پردے کو خیرباد کہہ دیا تھا۔ نوجوان ترکوں اور دوسرے لوگوں کے غضبناک احتجاجات کی بنا پر احمد رضا بے نے اپنی بہن سلمہ خانم سے قطع تعلق کر لیا جس نے ایک پرچہ نکالا تھا اور جو عورتوں کی لیڈر بن گئی تھی۔ سلمہ خانم کے پرچے کا مقصد یہ تھا کہ اُس کو مطالبات نسوانی پیش کرنے کا ذریعہ بنایا جائے۔ آج کوششوں اور سرکاری مواعید کے باوجود ترکی خاتون پھر قیدی بن گئی ہے"۔

۱۳ اپریل سنہ ۱۹۰۹ء کی فوجی بغاوت نے شریعت کے نام سے دستوریت کا تقریباً خاتمہ کر دیا۔ لیکن مقدونیہ کی توپوں نے شریعت اور دستوریت کے اس جھگڑے میں دستوریت کے حق میں فیصلہ صادر کیا۔ فاتحین نے گویا کسی نامعلوم قوت کے حائل ہو جانے کی وجہ سے اپنی کامیابی کو جاری نہیں رکھا۔ دستوریت نے شریعت کے دامن میں پناہ لے لی اس نے شریعت کے احکام کے آگے سر جھکا دیا۔ اور یہ اعلان کر دیا کہ اس کی زندگی صرف شریعت کی وجہ اور شریعت کی شرکت سے ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ترکی مشاہیر نے جن میں فاضل علما کو مسائل اصول میں مستند تصور کیا جاتا تھا قرآن اور سنّت سے اس امر کے ثابت کرنے کی کوشش کی کہ دستوریت کے جراثیم مقدس کتابوں میں پائے جاتے ہیں اور یہ کہ جمہوریت حکومت کا صحیح طرز ہے، جس کی اسلام نے پیش بینی کی تھی۔ بایں ہمہ حقیقی معنی میں اجتماعی اور حکومتی معاملات میں عملی طور پر دستوریت اور شریعت کی رفاقت کی ناممکنیت اسی طرح موجود تھی۔ تمام پارلیمنٹری وقائع، تمام سرکاری مفاہمتوں اور تمام سیاسی دروغ بافیوں کے باوجود ایک طرف تو شریعت کے متعلق یہ

اعلان کیا جا رہا تھا کہ وہ ایک ایسا اعلیٰ قانون ہے، جس کے سامنے ریاست کو قطعی سر جھکا دینا چاہئیے اور دوسری طرف غیر مسلموں کو یہ کہنے پر مجبور کیا جا رہا تھا کہ اُن کی مدعوہ مساوات محض دھوکہ ہے۔

بعض حقیقی معنی میں فوقیت رکھنے والے لوگوں نے جیسے کہ احمد رضا بے، سابق صدر بیت النائبین، اور ڈاکٹر رضا توفیق بے تھے، جس نے اس زمانے میں جبکہ وہ فوجی مدرسۂ طبیہ کا پروفیسر تھا، عبد الحمید کے زیر زمین قید خانوں کی عقوبتوں کو سہہ لیا تھا، اس مشرقی حماقت سے علیحدگی اختیار کرنے کی کوشش کی، جو سول اور مذہبی قانون کو خلط ملط کرنے سے باز نہیں رہتی۔ ان لوگوں کو اپنی آن بان اور تبحر کے باوجود سخت ناکامیابی ہوئی۔ جب رضا توفیق بے نے چیمبر میں اس امر کا دعویٰ کیا کہ ہر شخص کو اپنا مذہب تبدیل کر لینے کا اختیار ہے تو گویا اُس نے ایک طوفان کے دروازے کھول دئیے۔ نہ صرف چالیس علما ہی نے، جو چیمبر کے ممبر تھے، اُس کے خلاف غصے کے ساتھ احتجاج کیا اور ایک ایسی پارلیمنٹ کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دینے کی دھمکی دی، جہاں اس قسم کی مہیب تجاویز پیش کی جاتی ہیں، بلکہ رضا توفیق کی جماعت کے اکثر ممبروں اور اُس کے رفقاء انجمن اتحاد ترقی نے بھی مُنہ پر لعن طعن کی۔ اس خیال سے کہ زیادہ سنگین صورت حال نہ پیدا ہو جائے اُس نے کہا کہ وہ صرف غیر مسلمین کے متعلق گفتگو کر رہا تھا۔

جب سلطان محمد خامس کے چیمبر میں حلف اٹھانے پر نائبین نے دستوریت کے سامنے اپنے حلف کی تجدید کی تو احمد رضا بے نے معمولی مذہبی طریقے پر قسم کھانے سے انکار کر دیا اور "واللہ باللہ" کے بجائے اُس نے اپنی عزت اور ضمیر کی قسم کھائی۔ چیمبر میں ایک قیامت برپا ہو گئی اور احمد رضا کو اپنی تنہائی کی وجہ سے سر تسلیم خم کر دینا اور مذہبی طریقۂ معمولہ پر قسم کھانا پڑا۔ اور پھر ستم ظریفی یہ ہے کہ نہ صرف مسلمانوں ہی نے بلکہ مقامی عیسائیوں نے بھی اُس پر خوب لعن طعن کی اور ان میں سب سے زیادہ مہربان جو لوگ تھے انھوں نے بھی اُس پر بے ڈھنگے پن کے فقرے کسے گو یا کہ اُن کی دانست میں رضا کی اس حرکت سے صدر کے اقتدار کو صدمہ پہنچا تھا۔ یہاں یہ ایک

عجیب قابل غور بات ہے کہ یہ لوگ یورپ میں ملحد اور فرانس میں سب سے زیادہ مسلّمہ آزاد خیال انسان تصور کئے جاتے تھے، جو لوگ نہایت ہی شدّ و مد کے ساتھ ترکوں کو اس امر کا ملزم قرار دیتے تھے کہ انھوں نے اپنے مذہبی اصول کو اب تک جوں کا توں برقرار رکھا ہے، مگر یہی لوگ، جو اپنے ملک میں ملحد تھے ترکی کے متعلق اس قدر متعصب بن گئے تھے۔ جن لوگوں نے اس مظاہرے میں حصہ لیا تھا ان میں سے بہت کم ایسے تھے، جو اس کی قدر و قیمت سے واقف تھا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک اعلیٰ سیاست اور اسی کے ساتھ ساتھ ایک عظیم الشان مدنی جرأت کا کام تھا اس لئے کہ یہ ایک صریح انقطاع تھا جس کی بنا پر شریعت اور دستوریت کے مابین پھر کبھی اتحاد جدید قائم نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ سول اور مذہبی قانون کے مابین انقطاع قطعی کے اصول کی تنصیب تھی۔

بد قسمتی سے احمد رضا بے اپنے خیال میں ثابت قدم نہیں رہا اور تاریخ کی نظروں میں وہ اس امر کا ذمہ دار قرار پاتا ہے کہ باوجودیکہ وہ دستوریت کو شریعت سے منوا لینے کی قابلیت رکھتا تھا مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ میں نے اس تاریخ کی پہلی اشاعت کو "سیاسی اور اجتماعی انقلاب دو گونہ کی، جس میں اجتماعی انقلاب کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے" ضرورت کے تذکرے پر ختم کیا ہے، جس کے بغیر ترکی کی حالت درست نہیں ہو سکتی۔ اجتماعی انقلاب، جس میں کثرت ازدواج کا سدباب اور عورتوں کی غلامی سے آزادی شامل ہے، اب تک نہایت ترقی یافتہ نوجوان ترکوں کے نزدیک بھی ایک افسانے کی حیثیت رکھتا ہے۔ اب رہا سیاسی انقلاب تو یہ شروع ہو چکا ہے لیکن اس وقت تک اس کی تکمیل نہیں ہو گی جب تک کہ شریعت پر دستوریت کے تفوق کو قائم نہ کر دیا جائے یا ریاست سے کلیسا کی تفریق مکمل نہ ہو جائے لیکن وہ انسان کہاں سے آئے گا، اور کب آئے گا جو ان باتوں کو پورا کر سکتا ہے؟

ــــــ تمّت ــــــ

فہرست اعلام
تاریخ دولت عثمانیہ
جلد اوّل و دوم

A

English	اردو
Abdals	عباد
Acktichi-bashi	عشی باشی
Acre	عکہ
Adjem-Oghlan	عجم اوغلان
Adrianople	ادیرنہ - ادرنہ
Ai	ای
Aian-gueli	عیانہ گویلی
Aians	عیان
Aidin	ایدین
Aidos	ایدوس
Ainaly-Cavak	عینی لی قواق
Ainejal	عین اجل
Aivali	ایوالی
Akhisar (croia) / Ak-Hissar	آق حصر - آق حصار
Akindjis / Akindjes	اکینجی - اکنجی
Ak-Shemsuddin	آق شمس الدین
Aktch	آق چہ
Acktch-Hodja	اق چہ خواجہ
Aktch-Teshai	اق چای
Ala-Beg	الہ بیگ
Alaia	الویہ
Albania	ارناوط - ارناوطلتہ
Alepo-Cryphal	کاذب
Aleppo	حلب
Alexander	اسکندر
Alexandria	اسکندریہ
Algiers	الجزائر
Aliujchkhan	الیچ خاں
Aluta	الوتہ
Amassia	اماسیہ
Ambassador Extraordinary	ایلچی فوق العادۃ
Anatolia	اناطول

Andronic	اندرونیکوس
Angora	انقرہ۔ انقورہ
Antane	انتون
Armenia	ارمنستان
Armenians	ارمنہ
Arabia	جزیرۃ العرب
Archipelago	جزائر۔ فی مابین الجزائر (مجمع الجزائر)
Arpaliknaibis	اربالق نائبی
Arslan Cherai	ارسلان شرای
Asia Minor	اناطور۔ اناطول (ایشیائے کوچک)
Aspers	اشرفی
Athens	اثینا
Atmeidan	ات میدان
Attica	اتینہ
Auol	عول
Austria	نمسا
Austrian	نمساوی
Ayak Naiby, the	ایاک نائبی
Azabs	عزب۔ عذب
Azof	ازوف

B

Bab naibs the	باب نائبی
Bacz	بکس
Baghawerd	باغ ورد
Baghtche Serai	باغچہ سرائے
Bairam	عید
Baltadji Mohammed	بلطہ جی محمد
Banst	بنسط
Barbary	مغربی
Baroun	برودن
Baylys	وکیل
Bazarjik	بازارجیق
Bektach	بکتاش
Belgrade	بلغراد
Bender	بندر
Benibaker	بینی بکر
Beshire	بشیر
Bessarabia	بسرابیہ
Beuluk-Bashi	بولوک باشی
Beurekludji	بورکلوجی
Beyji	بکجی
Beylerbey	بیگلر بیگ
Beyrout	بیروت
Biath	بیعۃ
Bilejik	بیلہ جیک
Book of asses, the	ایشک لروکتابی۔ یا کتاب الحمیر
Bosna	بلاد البوشناقہ۔ بشناقہ۔ بوسینہ

English	اردو
Bosnian	بوسناق
Bosnian Slavs	سقلب یا سقلبی
Bosphorus	بوغاز
Bostandjis	بستانجی
Bostandjis-bachi	بستانجی باشی
Boudak	بودق
Boulair	بلایر
Boyards	امرا
Boyars	بینی امرا
Bozuke	بوزوق
Bulgarian	بلغارستانہ۔ بلغارستان
Bulgaria	بلغار
Buykli-Mohammed	بیوکلی محمد
C	
Candia	اکریط
Caspain	خزر
Catholic	کاتولیک
Caucasus	جبل قاف
Cenobites	رہبان
Ceraunien	کراولی
Cercoporta	سرکوپورتہ
Cesarni	چیزرینی
Chain of Ulemas	سلسلۃ العلما
Chebab	شہاب
Chemera	خمیرہ

English	اردو
Cherchell	چرچل
Cheriyati	شریعتی
Chidna	چدنا
Chimariotes	خمیرہ سوطی
Chiapan	جاپان
Chouf	شوف
Chourlourli	چورلولی
Christian	نصرانی
Cilicia: Ciliciapetree	عدنہ
Circassia	جبل قاف (چرکس)
Citadel of Belgrade	قلعۂ بلغراد
Coral	مرجان
Coron	قرون
Colunbaz	قلنباز
Crimea	القرم۔ قرم
Crimean peninsula	جزیرۃ القرم
Crete	اکریت
Croatia	خروات ولایتی۔ خروات مملکتی
Croia	قرایہ
Cyprus	قبرس
Czarina	ملکۃ المسقوف
D	
Dagh	طاغ
Daghestan	طاغستان
Daina	داینہ

Damascus	دمشق الشام یشام
Danischmends	دانشمند
Dardanelles	چناق قلعہ
David	داؤد
Deniz	دگز
Derjieh	درجیہ
Deweli-Kara Hissar	دیوہ لی قرہ حصار
Dewlet-Gherai	دولت غرای
Dgamboyloug	جمبویلق
Dibra	دبرہ
Divitdar	دیویتدار
Djafer-Tchelebi	جعفر چلبی
Djamberli	جمبرلو
Djanum-Hodja	خواجہ جانم
Djebedji-bashi	جبہ جی باشی
Djehhann	جہان
Djelbans	جلبان
Djem	جم
Djem Ali	جمالی
Djouldjeilik	جولغجالق
Djouneid	جنید
Doukadjins	دوقجین
Doushan	دوشان
Dragoman to the Fleet	دریا ترجمانی
Dragoman to the porte	باب عالی ترجمانی
Drave	دراو۔ وراف
Drina	درن
Druzes	دروز

E

Ebnel-Bakri	ابن البکری
Ecbatana	ہمدان
Eddeb Ali	ادب علی
Efchar	افشار
Egean Sea	بحر الجزائر یا بحر الیونان
Emir Fakruddin Bin Maan	امیر فخر الدین ابن معین
Enimy	العیمی
Epirote	ارناؤط
Epirus and Albania	ارناوطلعہ
Ermenak	ارمنک
Ermeni	ارمینی
Eshref	اشرف
Eskender	اسکندر
Eszeck	ازک
Euphrates	فرات
Eyoub	ایوب

F

Fanar	فنر۔ فنار

English	اردو	English	اردو
Fanariotes	فنریول۔فناریول	Governor of Syria	والی شام
Fatyh	فاتح	Gran	غران
Fellah	فلاح	Grand Vizier	صدر اعظم
Fulek	فلیک	Grand Vizirate	وزارت
G		Grand Seignius	بیوک پادشاہ پادشاہ
Gahrby	غربی	Grape of the Counsel, the	عنب الشوریٰ
Galata	غلطہ		
Gauedek Ahmed Pasha	گووک احمد پاشا	Greek	روم۔یونانستان۔یونان۔رومی۔یونانی
		Grossvardein	عزوسوردین
Gaza	غازہ	Guedik	گودک
Gelata	غلتہ	Guemlik	گوملک
Geargia	گرجستان۔کرجستان	Guistiniani	جستینیانی
Genovese	جنوئی	Guk	گوک
German	نماوی	Gumuldjina	کمجلینہ
Germany	نما	Gun	گون
Gherai	غرای	Guns	عینس
Gherlik-baba	غیرلک بابا	Gurdje	کورجی
Ghourebas	غربا	Guzel Hissar	کوزل حصار
Giours	غیور	H	
Golden Horn	التون قرن	Hakim-bachi	حکیم باشی
Golshen'y Khoulfa	گلشن خلفا	Hatti-cherif	خط شریف
Government of Egypt	ولایۃ مصر	Hellae	یونستان
		Hellenic	یونانی
Governor of Jamberli	والی جنزلو	Hellespont	بوغازیہ حنک
		Hersek	ہرسک

Hespodorat	حسبدار
Heyduk	ہیدک
Hodja	خواجہ
Holy Sepulchre	مزار المسیح علیہ السلام
Hungary	مجرستانہ مجرستان - او بلاد المجر ملک المجر
Hugarians	مجر
Hunkar	ہنکار
Hunyad	ہنیاد
Hunyade	ہنیادی
Hussein-Tchaouch	حسین چوش

I

Ibrahim de Heleb	ابراہیم حلبی
Ibraila	ابریلہ
Icht Oghlans	ایشت اوغلایہ
Ilderim	یلدریم
Intendent-General	مفتش
Ionian Sea	بحرازمیر
Irade	ارادۃ
Isa Bey	عیسیٰ بیگ
Ishmael	اسمٰعیل
Iskah	اسحاق
Isle of Chio	جزیرۂ خیوس
Istambol Kadissy, the	استانبول قاضی سی

J

Jacob	یعقوب
Janina	ینیہ - یانینہ
Jedid	جدید
Jerusalem	بیت المقدس

K

Kadi	قاضی
Kadi-Kewy	قاضی کوی
Kadiswekilys	قاضی وکیلی
Kaimakam	قائم مقام
Kair Bay	خیر بے
Kanoun-Namis	قانون نامہ
Kanoun-ryathe	قانون رعایتہ
Kansou Ghauri	قانصو غوری
Kapijis	قاپوچی
Kapijis-bashi	قاپوچی باشی
Kapou-agha	قاپو آغا
Kapoudan	قاپودان
Kapoudan Pasha	قپودانہ پاشا
Kara Amid	قرہ عمد
Kara Bournou	قرہ بورنو
Karadj	خرج
Kara-Djouneid	قرہ جنید
Kara George	قرہ جورج
Kara Guez	قرہ گوزہ

Karaj	خرج وخراج
Kara Khan	قراہ خاں
Karal	قرال
Kara sheir	قرہ شہر
Karasi	قرہ سی
Karinabad	قرینہ آباد
Karmania	قرہ مانہ - قرہ مانیہ - قرہ مان - قہرامان -
Kassam	قسام
Kastamouni	کستمونی
Katib-Tcheleby	کاتب چلبی
Katirdji-Oglu	کھایہ - کحیا
Kazah	قضا
Kazah-Naib the	قضا نائبی
Kazi-asker	قاضی عسکر
Kaznader	خزینہ دار
Kehaya	کھایہ - کحیا
Kemankech	کمان کش
Kenez	کنز
Kenger	کنگر
Kermian	کرمانیہ
Keucem-Valide	کوسم والدہ
Keuturum	کوتوردم
Khalil-Djenderali	خلیل جندرہ لی
Khodja	خواجہ

Kidir beg	قدیر بیگ
Kicil Kyia	قزیل کوی
King of Hungary	قرال مجرستان
Kiniz	کنز
Kiosk	کوشک
Kirke kilissa	قرق کلیسہ
Kizil agatch	قیزیل اغاچ
Kizil-Ermak	قیزیل ایرمک
Knights	رہبان
Koinik	قونیق
Konour-alp	کوہ نورالپ
Kotshill beg	کوچی بیگ
Kouban	کوبان
Koul kchahye	قول کحیاسی
Kourani	قرانی
Koutchi	کوچی
Kral	قرال
Kupruli	کوپرولو
Kurdistan	کوردستان
Kutahia	کتاہیہ
Kyr cheri	قیرشہری
Kyslar-agha	قیزلر آقا

L

Ladislas	لودسلدس

English	Urdu
Latin, the	الکتسیہ العربیہ
Lebanon	لبنان۔جبل لبنان
Lithoral	ساحل
M	
Maidan	میدان
Makkredj	مخرج
Malakhatouna	ملک خاتونہ
Malemel Kadissy, the	ململ قاضی سی
Malta	مالطہ۔مالطا
Maltepe	مال تپہ
Mameluk	مملوک
Mankoub	منکوب
March	ناصیرنہ
Mardin	ماردین
Marvelles of the full moon, the	بدیع البدور
Mastaba	مسطبہ
Master George	معلم جرجی
Maula-fanari	مولا فناری
Medresses	مدرسہ
Mekkeme	محکمہ
Mektoubdji	مکتوبچی
Melhem	ملہم
Menassib-dewridge	مناسب دوریہ
Mesopotamia	الجزیرہ
Michael Ogli	میکال اوغلو میخائیل اوغلو میکائیل اوغلی
Milosh	میلوشش
Minan	منان
Mingrelia	لزستان
Mirdites	مردی
Mirditia	میروستانہ
Mohadia	مہادیہ
Mohammedel-Fathy	محمد الفاتح
Moldaia	ملداؤ
Moldo-Wallachian	بغدان وافلاقہ
Moldvia	بغدان یطوان۔بغدانہ
Mollah-wekilys	موالادکیلی
Montenegrins, the	قرہ طاغ یا جبل اسودین
Montenegro	قرہ طاغ یا جبل اسود
Morea	مورۃ
Morean	موری
Moscov	مسقف
Moscovite	مسقوفی
Mosul	موسل
Mouddrris	مدرس
Moudournous	مودورنو
Moulazim	ملازم

Moullah	مولاۓ
Moultezim	ملتزم
Mouritian	مغربی
Moussa	موسیٰ
Mufti-bhai	مفتی بھائی
Munedjim-bachi	منجم باشی
Muscovites	مسقوفیول

N

Naib	نائب
Nakibul-eschraf	نقیب الاشراف
Naples	ناپولی
Nicea	نیکی
Nichandji	نشانجی
Nicopolis	نیکوپلی
Nile	فرات
Nilofeu	نیلوفر
Nish	نیسہ۔نیس

O

Oghuz	اوغوز
Oglou	اوغلی
Oighurs	اویغور
Oladja-Hissar	علاجہ حصار
Old man of the mountain, the	شیخ الجبل
Order	رہبان
Ordou	اردو
Ordou-Kadissy, the	اردو قاضی سی
Orsova	اورسوفہ
Orta-Djami	اورطہ جامع
Orta-Hissar	اورتہ حصار
Orthodox, the	تابعین للکنیسہ الرومیہ اوترقیہ
Osmandjik	عثمان جک
Ottoman	عثمانی
Oudj-Hissar	عوج حصار
Ouloufedjis	علوفہ جی
Ouloukalani	اولوخانی
Oun-Capan-Naiby	اون قپان نائبی
Ouroundj	اوروج
Oussoulul-Hikam	اصول الحکم
Outlouk-Belli	آتلعہ بلی
Ouzoun	اوزون
Ouzoun Hassan	اوزن حسن
Ouzoun Hissar	اوزن حصار

P

Parga	پارغہ
Patras	پتراس
Patriarch	پطرس پطریرقہ۔پطریرک
Patrona	پاترونا
Peloponese	مورۃ
Pera	بیک اوغلو

English	اردو
Pesth	پیسٹ
Peswan-Oglow	پسوان اوغلی
Petchevi	پیچوی
Peterwardin	پیٹرورویں
Phelwan-Baba	پہلوان بابا
Philippoli	فیلیپیکی
Poland	لہستان - لہستانہ
Pole	لہی
Poles	لہیول
Porte, the	باب اعلی
Preachers	خطیب
Prefect of Police	مدیرالضبط
Priest	قسیس
Primates	مختار
Professor	استاذ
Prut, the	پروت

Q

English	اردو
Qintal	قنطال

R

English	اردو
Radame	روامہ
Raghyb	راغب
Rayas, the	راعیتہ
Redjeb-Pasha	رجب پاشا
Reis	رئیس
Reis-effendi	رئیس افندی
Relegion	نصرانی
Republic	جمہوریہ
Romans	رومی
Roum	روم
Roumelie	روم ایلی
Roumelia-Valicia	روم ایلی والی سی
Rousnamtschedjy	روزنامچی
Russia	بلاد المسقف یا روستان
Russian	مسقفی

S

English	اردو
Sadr-Anatoly	صدر اناطولی
Sadreinn	صدرین
Sadr-Roam	صدر روم
Safd	سفد
Saint Sophia	ایاسوفیہ
Sakka-bashi	سقاباشی
Salonike	سالونیکی
Samakov	ساکوی
Sandjak	سنجک
Sandjak cherif	سنجک شریف
Sangarius	سنگریہ
Sarou-Khan	ساروخانہ
Savout chane	ساوچان

Schonoury	شنوری	Silistria	سلستریہ
Scopea	سقب	Silleid	سولی
Scutari	اشقودرہ۔ اسکی دار	Skandar bey	اسکندر بیگ
Segban	صیغبان	Slave	سقلبی
Segban-bachi	صیغبان باشی	Sofia	سفیہ
Selefke	سلوقہ	Souly Monastir	صولی منستر
Selefkeh	سلوق	Sourouri	سروری
Seigneur	پادشاہ	Smendria	سمندریہ
Seigneur of the hippodrome the,	آت میدان	Smyrna	ازمیر
Seigneurie	سلطنت	Stamboul	استانبول
Selimiyeh	سلیمیہ	Sublime Porte	باب عالی
Semlin	سملین	Suleymanyeh	سلیمانیہ
Seraglio	سرائے	Sultan of Cairo	سلطان مصر القاہرۃ
Serasker	سرعسکر	Sultan Valide, the	والدہ سلطانہ
Serbia	صربستان۔ صربتانہ	Surve	سفرۃ (ابجی زاد)
Seres	سیریس۔ سرس	Sweet waters	دریا کاغذخانہ
Serial	سرائے	Syre	سورہ
Servant of the two holy cities	خادم الحرمین	Syria	برالشام
Sfetigard	سفیطغراد	Syrmia	سرمیہ
Shoumla	شملہ	Szedgedin	سکدنہ
Siehyassy	سیاسی	**T**	
Sighin	سغین	Tadjik-Zade Djafer Tehchellebi	تاجک زادہ جعفر چلبی
Siledhars	سلحدار	Tadsheddin	تاج الدین

Taking the Turban	اذا اسلو
Takwim-Twarik	تقویم تواریخ
Tarekli	طارق لی
Tartary	تتارستان
Tarsuss	ترسیلن
Tatar	تتار
Tatbikdji	تطبیقجی
Tchalderan	چلدیران
Tchausch-bachi	چاؤش باشی
Tchcharchemba	چہارشنبہ
Tchelebissy	چلبی سی
Tcherkess	چرکس
Tchoadar	چودار
Tchoiba dji bashi	شوبہ جی باشی
Tchorlou	چورلو
Tekieh	تکیہ
Telkhissidji	تلخیص جی
Temeshivar	تمشوار
Tenedos	تندوس
Teskeredjy	تذکرہ جی
Thalebs	طالب
Tigris	دجلہ
Timariots	تماری
Timars	تمار
Timourtash	تیمورتاش
Tirinova	تیرنوہ
Toeuhhfethulkubar	تحفۃ الکبار
Tokat	تکاو طقات
Tokay	طقائی
Topal	طوپال
Topdji-bachi	طوپچی باچی
Topdjis	طوپچی
Torghoud	طورغود
Torlak-Kemal	طورلق کمال
Toughra	طغرا
Tourna-dagh	طورنہ داغ
Toussoun	طوسون
Trebizoned	طرابزون
Tribute	جزیہ
Tripoli	طرابلوس
Tripoli in Syria	طرابلس الشام
Tsernagore	قرہ داغ یا جبل اسود
Turki	ممالک محروسہ (ترکی)
Tunis	تونس

U

Uchoq	اوچ ـ اوق
Ukrain	اوکراینہ
Ulemas	علما

V

Varna	وارنہ

Vasy	وسعہ
Vely Pasha	ولی پاشا
Venetian	بندقین
Venice	بندقیہ
Violen	کمسحہ
Vizier the	صدر اعظم
Voivode	وودا-ملک-حاکم

W

Walachia	افلاق-افلاقہ
Wakfts	وقف
Wald	ولود
Wallachians	روبانہ-ولوتہ
Warangians	افرانج
Warkeny	وارکونی
Warsak	ورسک
Wekayi Kiatiby	وقعی کاتبی
Weli-Deendar	ولی دیندار
Widdin	ودین
Wlad-Drakul	ولود رطراقول

Y

Yagh-Capan-Naiby, the	یاغ قپان نائبی
Yamaks	یمک
Yassy	یاسی-یاش
Yenishehur	ینی شہر
Yildiz	ییلدیز
Youssoudj Mirza	یوسف جی مرزا

Z

Zagralie	خروات ولایتی
Zante	زنطہ
Ziamets	زعامتہ
Zoul-Kadrie	ذوالقدری

فہرست اعلام دولت عثمانیہ جلد دوم

Chakir	شاکر
Kiathane	کاغذ خانہ

صحت نامہ

تاریخ دولت عثمانیہ جلد دوم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۶	۱۸	پیاسٹر	پیاسٹر	۱۷۸	۶	اروہ	ارادہ
۶۲	حاشیہ سطر	(Sarafaff.)	(Strelitza)	۱۸۱	پیشانی کتاب	تاریخ دولت عثمانی	تاریخ دولت عثمانیہ
۷۵	۱۳	ہنگامہ پر پا	ہنگامہ بہ پا	〃	۱۳	اگرچہ	اگر
۱۰۸	حاشیہ نمبر۱	مینا ہازا	مینا بازار	۱۸۶	۱۸	(Giaours.)	(Ghiaours.)
۱۱۶	۲۱	جنرل بریارٹ	جنرل بربارٹ	۱۹۰	۱	مسلمانی	مسلمان
۱۴۲	۴	الگذانڈر نے	الگزانڈر نے	〃	۱۵	(Giaours.)	(Ghiaours.)
		جس تحاد کو	جس اتحاد کو	۱۹۴	۱۷	ہوتی والی	ہونے والی
۱۶۱	۱	اری نین اسکول	ارمی نین اسکول	〃	۱۸	کمیشن ملاحظے	کمیشن کے ملاحظے
۱۶۳	۱۹	تعق	تعلق	۱۹۶	۹	بلغاریہ کی کی	بلغاریہ کی
۱۶۶	۲	قصبۂ مذلور	قصبۂ مذکور	۱۹۸	۱	(Saragoff.)	(Sarafaff.)
۱۷۰	۲۳	ایسوسیشن کا	ایسوسیئشن کا	۲۰۰	۲۲	لقانی	بلقانی
۱۷۴	۹ و ۶	سوقتائیوں	سوقتائیوں	۲۰۱	حاشیہ نمبر۱ سطر۱	آئیدہ	آئندہ
۱۷۶	۱۳	قرتے کے	فرقے کے				

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۰۳	۸	کروڑگری	کروڑگیری	۴۱۵	۳	ام یانانز	ام پانانز
۲۵۰	۱۲	بابلا واسطہ	یا بلا واسطہ	۴۱۸	۱۷	(Ghiaows)	(Ghiaours)
۲۵۲	۱۸	نششگاہ	نشستگاہ				
۲۶۱	۱۴	موجود	موجودہ	۴۲۰	۱	خارخی	خارجی
۲۶۲	۱۸	ذکر چھڑاتا تھا	ذکر چھڑتا تھا	۴۲۴	۲۱	لاتیخل	لاتیحل
۲۶۳	۱۶	مالکانہ قبضے	مالکانہ قبضے	۴۲۵	۱۴	مختار پاشاہ	مختار پاشا
۲۶۷	۲	بائنزنیٹم	بائنزنیتم	۴۲۸	۱۰	اخباز	اخبار
۲۷۰	۲۴	کمیزٹی	کمیٹی	۴۲۹	۵	کے	کہ
۳۱۷	حاشیہ سطر۱	(Revue Des Deix.)	(Revue Des Deux.)	۴۳۰	۶	رکھائے گا	رکھا جائے
				۴۳۱	۱۳	قوقیت	فوقیت
۳۲۵	حاشیہ سطر۶	جنھوں ں	جنھوں	۴۳۲	۲	ہسپاہیوں	سپاہیوں
۳۳۵	۱۳	کرے کی	کرے گی	۴۵۱	۴	حکام	احکام
۳۶۸	۱۵	بڑا جھگڑ	بڑا جھگڑا	〃	حاشیہ سطر۱	قرنیاں	قربانیاں
۳۷۶	۱۵	کامابی	کامیابی	۴۵۵	۳	نکل چکے	نکل چکے
۳۸۶	۱۷	"حق" اورور "تعین"	"حق" اور "تعنین"	۴۵۶	۱۹و۲۰	کمینٹی	کمیٹی
۳۸۹	۱۹	باوجو	باوجود	〃	۲۱	خودرسی	خوداسی
۳۹۶	۲۵	اندرونی تنظم	اندرونی تنظیم	۴۵۸	۱۵	حوشی	خوشی
۴۰۲	۹	سب زیادہ	سب سے زیادہ	〃	۲۳	ڈویژنل چینس	ڈویژنل چیفس
۴۰۳	۲۰	امدا	امداد	۴۶۰	۱۷	پروپاغنداکو	پروپاغنداکو
۴۰۴	۴	ے	سے			نہابت	نہایت
۴۰۶	۱۴	جمایت	حمایت	۴۶۱	۲۲	منقتشر	منتشر
۴۰۷	۹	متعدد وافسروں	متعدد افسروں	۴۶۶	۴	غفے	غصے
〃	〃	مستقعد	مستعار	〃	۱۲	طاعت	اطاعت

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۶۸	۶	لگیر	لکیر
"	حاشیہ سطر ۳	البنانیوں	البانیوں
"	سطر ۵	کورٹ ارشل	کورٹ مارشل
۴۷۰	۲۵	فرسٹ آمی کور	فرسٹ آرمی کور
۴۷۲	۲	یبٹی	بیٹی
۴۷۴	۱۸	مفرہ رین	مفرورین
۴۷۵	۲	بریکیڈجنرل	برگیڈجنرل
۴۸۲	۱۴	بحرایچین	بحرایجین
۴۹۵	۹	اماعیلی	اسماعیلی
"	۵	(Maromites)	(Maronites)
۴۹۶	۲۰	رومالی	رومائی
۵۰۰	۱۲	پارتھیتنیہ	پارتھینیہ
۵۰۱	۹	لکلتی	نکلتی
۵۰۵	۵	دہ لاکھ	دو لاکھ
"	۷	وغیروغیر	وغیرہ وغیرہ
"	۱۴	کمنٹی	کمیٹی
۵۰۸	۱۶	یتعینہ	متعینہ
۵۰۹	۱۱	دہا	دبا
"	۱۷	تنظمی	تنظیمی
۵۱۰	۱۶	سیاحلی	ساحلی
۵۱۱	۱۳	(Croed)	(Creed)
"	۲۲	تونعلوں	قونصلوں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۱۴	۱۷	رعاتیں	رعایتیں
۵۱۹	۸ و ۱۱	اسفقوں	اسقفوں
۵۲۰	۲	اسفقوں	اسقفوں
"	۱۹	شکاتیں	شکایتیں
۵۲۱	۲	پاپندی	پابندی
"	۲۳	اسفقوں	اسقفوں
۵۲۲	حاشیہ سطر ۵	حبکہ	جبکہ
"	" "	بیٹھادیا	بٹھادیا
"	سطر ۳	جائیداد	جائداد
۵۲۴	۲	تہیں	نہیں
"	۱۱	کمزوری عیسائیوں	کمزوری نے عیسائیوں
۵۲۵	۲۵	اسفقوں	اسقفوں
۵۲۶	۱۴	اغزازات	اعزازات
۵۲۸	"	معظقے	منطقے
"	۲۴	مذہب فومت	مذہب قومیت
۵۳۲	۷	گرجستانی گروہ	گرجستانی گروہ
۵۴۸	۹	تابض	قابض
۵۵۰	"	Talmudigts)	Talmudists)
۵۵۲	۴	تجاوز	تجاویز
"	۱۳	نازم تھا	لازم تھا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۶۳	۱۰	لطاکیہ	انطاکیہ	۶۰۷	۱۸	کرتی ہیں وجھوں کی	کرتی ہیں۔ مجوں کی
۵۷۸	۲۳	اصلی	اصل	″	۲۲	دکے ششن کورٹ)	دکے ششن کورٹ)
۵۸۱	۲۴	سنہ ۹-۱۹۸ء	سنہ ۹-۱۹۰۸ء	۶۰۸	۶	قانونی دیوانی	قانون دیوانی
۵۸۳	۵	ملیں	ملین	″	۱۲	جن تین	جن میں تین
″	۱۵	(۱،۰۸،۰۰)	(۱،۰۸،۰۰۰)	۶۰۹	۱ و ۲	اوقات سے سے	اوقات سے
۵۸۶	۱۱	لیئے	یعنے	″	۱۲	(Ruehdi yeh)	(Ruehdi yeh.)
۵۸۹	۵	اوئیات	ادائیوں				
″	۶	رعائیں	رعائتیں	″	۲۲	(Ruehdi yeh:)	(Ruehdi yeh.)
۵۹۰	۱۴	کیا گیا تھا	گیا تھا	۶۱۰	۵	آخراجات	اخراجات
″	۲۵	اس اس کے	اس کے	″	۶	(Ruehdi yeh.)	(Ruehdi geh.)
۵۹۲	″	ادا کی جائے گی	ادا کی جائیں گی				
۵۹۴	۱۷	سجکوں	سنجکوں	۶۱۱	۱۸	وہاں آفندی	وہان آفندی
۵۹۵	۲ و ۳	سنہ ۱۲-۱۹۱۱ء کی کی	سنہ ۱۲-۱۹۱۱ء کی	″	۲۰	ترتیت	تربیت
۵۹۹	۱۵	اس توڑ	اس کا توڑ	۶۱۷	۷	براگیڈ	بریگیڈ
۶۰۰	۹ و ۱۰	کمشنر نے نے	کمشنر نے	″	۱۵	بلگنی	بنگئی
۶۰۱	۱۰	امپیرل	امپیریل	″	۲۲	یہ ظاہر	یہ بہ ظاہر
″	۱۵	پرواہ	پروا	۶۱۸	۱۷	پس وپیش	پس وپیش
۶۰۵	۷	ذرایعے	ذرایع	″	۲۵	ازمینوں	آرمینوں
″	۹	پہنچے	پہنچتے	۶۱۹	۱	بتادینے	بنادینے
″	۱۱	قسم قسم کے	قسم کے	″	۹ و ۱۰	انتہاز یہ ہے کہ	انتہا یہ ہے کہ
۶۰۶	۷	یہ ان	ان			اسکاؤٹنگ	اسکاؤٹنگ
″	۹	خزانے قضاۃ	خزانۂ قضاۃ	″	۲۱	امیرالبسحر زوریان	امیرالبحر زوریاں
۶۰۷	۶	جی چاہئے	جی چاہے	۶۲۰	۱۱	کیسی خدمات	کیسی ہی خدمات

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
٦٢١	٨	ان کال	ان کامال	٦٧٢	١٢	حواصل	جواصل
״	١٣	توجوانوں	نوجوانوں	״	١٣	مردیں	مردین
״	٢٤	بٹالینوکی	بٹالینونکی	״	٢٥	بلغوراو	بلغورلو
٦٢٧	٢	مداح سرائی	مدح سرائی	٦٧٦	٥	حیدپادشا	حیدپاشا
٦٣٠	٩	ڈورادیا	دوڑادیا	٦٧٧	٢	(Titaes)	(Tithes)
״	١١	نشاۃ ثانیہ	نشاۃ ثانیہ	٦٨١	״	بن جائیں گے	بن جائیں گے
٦٣١	١٣	مختار بنے تو	مختار کردیتے تو	٦٨٤	٢٠	سوسانٹی	سوسائٹی
٦٣٣	٨	کردیاگیاگیا	کردیاگیا	٦٨٩	١٥	فرات میں یں	فرات میں
٦٣٤	٢١	یکی وجہ بھی	یہی وجہ تھی	٦٩٣	٣	لائن	لائن
٦٣٩	١١	تھے لہ	تھے لہ	٦٩٧	١٨	دی یمپس	دی ٹیمپس
٦٤٣	٤	پرانے کے	پرانے	٧٠٠	٩	کرورگری	کروڑگیری
		ازکاررفتہ	ازکاررفتہ	״	١٤	کمبوں	کمبون
٦٤٧	٢	زیادہ ستانیاں	زیادہ ستانیاں	٧٠٨	١١	مابیں	مابین
٦٥٢	حاشیہ سطر ٢	جرا سکا	جواسکا	٧٠٩	٦	چلارہاہے	چلاجارہاہے
				٧١٠	٩	مقتضا	مقتضے
٦٥٧	١٣	معیادی	میعادی	٧١٣	٢٣	بحرۂ روم	بحیرۂ روم
״	٢٤	کیاجاناچاہتے تھے	کیاجاناچاہیئے تھا	٧١٦	١٦	سیلیشیہ	سلیشیہ
				״	٢٢	ایسیا	ایسا
٦٦٠	٤	الطالوی	ایطالوی	٧١٧	٥	غیرملگیوں	غیرملکیوں
״	٦	ان بٹالینوں	ان بٹالینوں پر	״	٩	(Tchiraks:)	(Tchuraks.)
״	٢٠	جنندامیوں	جنندارمیوں	٧٢٠	٣	اناری	اتاری
٦٦٥	٩	مسلئے	مسئلے	״	٢٤	مرجون	مرہون
٦٦٨	١	معیاد	میعاد	٧٣٧	١١	چبزوں	چیزوں کو

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۷۳۸	۲۲	بائزنطیبی	بائزنطینی
۷۴۱	۲۳	امپریل گورمنٹ	امپیریل گورنمنٹ
۷۴۲	حاشیہ ۱	(Osmaic her:)	(Osmanie her.)
۷۴۳	۹	جانشینوں کا	جانشینوں کو
۷۴۴	۱	اسباب وعلل	اسباب وعلل کو
۷۴۵	۱۸	قانوفی	قانونی